قفس کے پنچھی

سعدیہ عابد

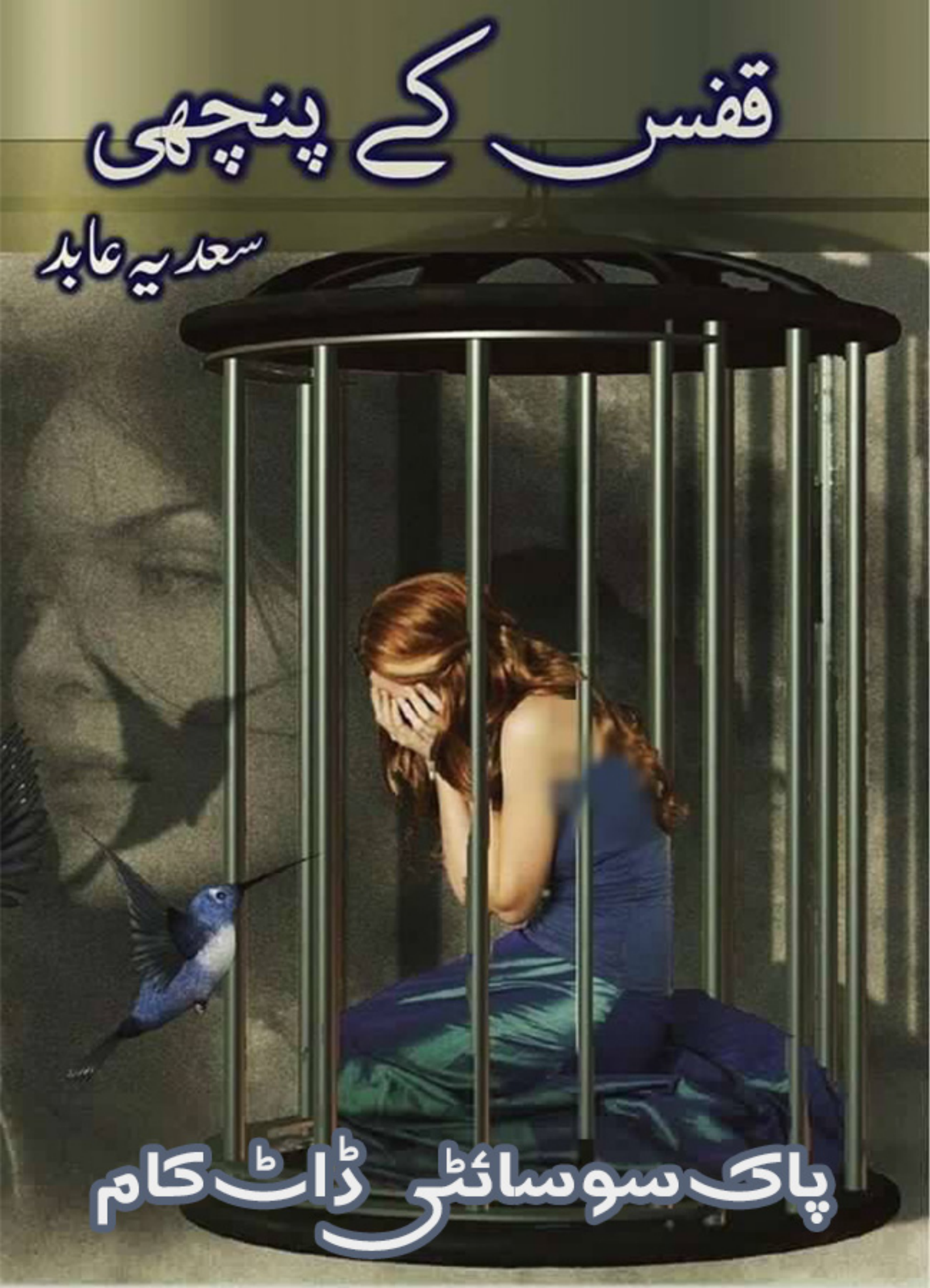

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

http://paksociety.com

قفس کے پنچھی

paksocity.com پر شائع ہونے والا مقبول ترین ناول جس نے آن لائن پبلشنگ کی روایت ڈالی۔

جملہ حقوق بحق محفوظ ہیں

کتاب کا نام : قفس کے پنچھی

مصنفہ : سعدیہ عابد

اہتمام : علم و عرفان پبلشرز، لاہور

مطبع : روشن پرنٹرز، لاہور

کمپوزنگ : دلدار حسین

سنِ اشاعت : اکتوبر 2017ء

قیمت : -/400روپے

---ملنے کے پتے---

علم و عرفان پبلشرز

غزنی سٹریٹ الحمد مارکیٹ، 40۔ اُردو بازار، لاہور

اشرف بک ایجنسی

اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی

کتاب گھر

* اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی

* جناح سپر مارکیٹ F-7 مرکز، اسلام آباد

خزینہ علم و ادب

الکریم مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

ویلکم بک پورٹ

اُردو بازار، کراچی

بیکن بکس

http://paksociety.com

بی گلگشت کالونی، ملتان
رشید نیوز ایجنسی
اخبار مارکیٹ، اُردو بازار، کراچی
کشمیر بک ڈپو
تلہ گنگ روڈ، چکوال
فرید پبلشرز
اُردو بازار، کراچی

http://paksociety.com

http://paksociety.com

ادارہ کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ اللہ کے فضل و کرم، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہِ کرم مطلع فرمادیں۔ انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائیگا۔ (ناشر)

http://paksociety.com

انتساب!

زندگی کے ہر موڑ پر جس نے میرا ساتھ دیا،

رہنمائی کی، آگے بڑھنے کے سفر میں توجہ و شفقت کے دیپ روشن کیے اور ہر لحظہ میرے لیے

شجرِ سایہ دار ثابت ہوئے

نہایت محبت اور عقیدت کے ساتھ

میرے بھائی

سید فرہاد علی

کے نام!

سعدیہ عابد

http://paksociety.com

پیش لفظ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ شکر ہے اس باری تعالی کا جس نے مجھے پہچان بخشی اور کامیابیوں سے سرفراز کیا۔

الحمد اللہ میری پانچویں کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ زیرِ نظر ناول "قفس کے پنچھی" احساسات اور جذبات کی کہانی ہے۔ محبت، نفرت، عداوت اور بغاوت کے قفس میں الجھے کرداروں کی کہانی جو آپ کے ارد گرد رہتے ہیں جنہیں میں نے نئے احساسات اور جذبات کا قالب دے کر قلمبند کر دیا ہے۔

لفظ دراصل مردہ ہوتے ہیں اور جب ان میں احساسات اور جذبات سرائیت کرتے ہیں تو ان کے تنِ مردہ میں جان پڑ جاتی ہے اور یہ گفتگو کرنے لگتے ہیں اور اس کہانی کو بیان بے شک لفظوں کی صورت میں کیا گیا ہے مگر یہ الفاظ تب تک گونگے رہیں گے جب تک آپ قارئین ان کے اندر چھپے احساسات کو ان کی اصل روح کے ساتھ محسوس نہیں کریں گے اس لیے آپ سب سے گزارش ہے کہ اس ناول کو اتنا ہی دل سے پڑھئے جتنا دل سے اسے تحریر کیا گیا ہے ورنہ یہ حروف محض لفظ ہی بن کر رہ جائیں گے اور مجھے پوری امید ہے کہ آپ قارئین ان لفظوں کو محسوس کرنے کی کوشش کریں گے کیونکہ آپ کی یہی کوشش مجھے بتائے گی کہ میں اپنی کوشش میں کس قدر کامیاب ہو پائی ہوں۔

امید تو یہی ہے کہ یہ تحریر آپ کو مایوس نہیں کرے گی جبکہ یہ کوئی خاص کہانی نہیں ہے یہ عام سی کہانی ہے میری اور آپ کی کہانی ہے۔ اس کے کردار ہمارے ارد، گرد بستے ہیں۔ اس کے کردار محبتوں اور نفرتوں کے درمیان زندہ دوستی کی داستان، ماں کی محبت میں عقل و شعور گروی رکھ دینے والوں کی داستان، دنیا والوں کے لیے صراط مستقیم سے ہٹ جانے والوں کی داستان، دوستی اور محبت میں انا کا پرچم لہرا کر دوسروں کی زندگی قفس بنا دینے والوں کی داستان، ظلم میں حد سے بڑھ جانے والوں اور صبر اور برداشت سے ظلم سہنے والوں کی داستان، دوسروں کی زندگی میں عذابِ مسلسل کی طرح داخل ہو جانے والوں کی داستان۔ غرض یہ کہ آپ کو اس ایک داستان میں کئی داستانیں کھلتی ہوئی محسوس ہوں گی کہ یہ نیکی اور بدی کے قول اور افعال کے امتزاج کا حیران کن

مظہر ہے جسے آپ قارئین مدتوں نہ سہی مہینوں تک فراموش نہیں کر پائیں گے۔

اور یہ تو خود میری ناقص رائے ہے حتمی اور یقینی آراء تو آپ قارئین کی ہی ہوں گی اس لیے اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا کہ آپ کے بناء میں کیا اور میری بساط کیا۔ میں آج جو کچھ بھی ہوں خدا کے فضل و کرم کے بعد آپ قارئین ہی ہیں جن کی محبت اور خلوص نے مجھے حلقۂ ادب میں شامل کر دیا ہے ناول میں کوئی کمی بیشی رہ گئی ہو تو پیشگی معذرت۔

اس ناول کو آن لائن آپ تک پہنچانے کا سہرا پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کے سر جاتا ہے جس کے لئے پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کے بانی محترم وسیم انور صاحب کا بہت شکریہ کہ انہوں نے مجھے پلیٹ فارم دیا۔ ساتھ ہی محترم معاذ انور صاحب، بہت پر خلوص فرخندہ انور صاحبہ کی بھی بہت ممنون ہوں کہ آپ تینوں کی معاونت ہی ''قفس کے پنچھی'' کو پاک سوسائٹی پر شائع کروانے کا سبب بنی اور اب کتابی شکل میں قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ ''قفس کے پنچھی'' پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پہ شائع ہونے والا پہلا آنلائن ناول جس نے پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر آن لائن پبلشنگ کی روایت ڈالی۔ خدا پاک سوسائٹی ڈاٹ کام اور اس کے منتظمین پر خصوصی رحم اور کرم کرے اور بہت سی کامیابیوں سے سے جڑا معاملہ رکھے، آمین۔

اواخر میں تمام دوست احباب کا شکریہ جنہوں نے ناول کی ابتداء سے انتہا تک میرا ساتھ دیا۔ میں ان تمام دوستوں کی بے حد مشکور ہوں جنہوں نے مجھے لکھنے کے لیے ابھارا اور میرے قلم کو اپنی محبت اور خلوص سے متحرک رکھا اس لیے آپ سب بھی بے حد فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ ناول قفس کے پنچھی آپ کا بھی ہے۔

ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ دعاؤں کی طالب۔

سعدیہ عابد

۱۸ مارچ ۲۰۱۷ء

بروز: ہفتہ

http://paksociety.com

http://paksociety.com

"قفس کے پنچھی" ایک شاہکار ناول

سعدیہ عابد کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے ڈائجسٹ رائٹر ہیں جو مختلف جریدوں میں کافی سالوں سے لکھ رہی ہیں مگر قفس کے پنچھی سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لئے لکھا گیا پہلا ناول ہے۔

پاک سوسائٹی کی بنیاد 2011ء میں رکھی گئی تھی جس کے تحت ہزاروں لوگ آن لائن اپنے پسندیدہ مصنف اور مصنفین کو پڑھتے ہیں پاک سوسائٹی ویب سائٹ کا آج الحمد اللہ ایک نام اور مقام ہے۔ پاک سوسائٹی پر پہلے سے شائع شدہ ناول اور مختلف میگزین شائع ہوتے ہیں۔

قفس کے پنچھی سعدیہ عابد کا پہلا ایسا ناول ہے جو سب سے پہلے پاک سوسائٹی پر شائع ہوا جو پاک سوسائٹی کے لئے اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس نے ہماری ویب سائٹ کو ایک نیا مقصد دیا، طرزِ اشاعت میں واضح تبدیلی کی بنیاد رکھی۔

پہلا سبق نہ صرف انسان کو ہمیشہ یاد رہتا ہے بلکہ وہ انسان کے سیکھنے کے عمل کو نئی جہت بھی دیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قفس کے پنچھی کی اشاعت سے مجھے خود بھی بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ ویسے تو یہ پہلا تجربہ تھا جس میں ہماری ٹیم سے بہت غلطیاں بھی ہوئیں مگر ان غلطیوں سے ہم نے سیکھا کہ ناول کی کمپوزنگ کیا ہوتی ہے اور کن تکنیکی باریکیوں کا خیال رکھا جانا ضروری ہوتا ہے۔ (اور اب ان تمام باتوں کا خیال سعدیہ عابد کے ناول بجھ نہ جائے دل دیا کی کمپوزنگ میں رکھا جارہا جو کہ پاک سوسائٹی ہی سے آن لائن شائع ہوتا ہے)۔

قفس کے پنچھی ہمارا کامیاب پراجیکٹ رہا اور جس کی کامیابی کے بعد اب ہماری ویب سائٹ مختلف رائٹرز کو اپنی تحریروں کو آن لائن چھپوانے کا موقع فراہم کررہی ہے جس کے لئے میں اللہ کا شکر گزار ہوں کہ اللہ نے ہمیں کامیابی سے نوازا۔ پاک سوسائٹی کی انتظامیہ سعدیہ عابد کی شکر گزار ہے کہ انھوں اپنے ناول کی آن لائن اشاعت کے لئے پاک سوسائٹی پر بھروسہ کیا اور ویب سائٹ ریڈرز کو ایک بہترین ناول قفس کے پنچھی کی صورت میں دیا۔ یہ کامیابی مصنفہ سعدیہ عابد کے ساتھ ساتھ ویب سائٹ پاک سوسائٹی کی بھی کامیابی ہے جس میں علم و عرفان پبلشرز نے ابھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ قفس کے پنچھی کے کتابی شکل میں اشاعت کے تمام حقوق علم و عرفان پبلشرز کے پاس محفوظ ہیں اور میں گل فراز صاحب کا ممنون ہوں کہ انہوں نے قفس کے پنچھی کو کتابی شکل دے کر ہماری ویب سائٹ پر لکھنے والے مصنفین کے لئے کامیابی کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

آخر میں، میں بات کرتا چلوں کچھ ناول کی اسٹوری سے متعلق، قفس کے پنچھی دو نسلوں پر پھیلی ہوئی ایسی داستان ہے جس

پر دنیا گول ہے محاورہ صادق آتا ہے۔ یہ ناول کہ جس میں بیٹیوں کی شرارتیں بھی ہیں اور خاموش محبتیں بھی اور جذباتیت بھی ہیں اور رشتوں کا مان رکھنا بھی اور جوانی کے نشے میں کی جانے والی غلطیاں بھی ہیں تو محبت نہ ملنے کا انتقام بھی اور اس انتقام اور غلطیوں کا پچھتاوا بھی کہ اب کوئی اپنا مشکل اور مصیبت میں ہو تو بڑے سے بڑا گناہگار بھی چاہیا بھی مضبوط کیوں نہ ہو ٹوٹ کر بکھر ہی جاتا ہے۔ مزید کیا کچھ ہے ناول میں یہ تو آپ کو ناول پڑھ کر ہی اندازہ ہو گا۔ سعدیہ عابد کے قلم نے پہلے کئی شاندار ناول تخلیق کئے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ ناول "قفس کے پنچھی" بھی اپنے قارئین کی توقعات پر پورا اترے گا۔ اللہ کرے ہو زورِ قلم اور زیادہ۔ آمین

"قفس کے پنچھی" کی ویب سائٹ پر اشاعت سے لے کر کتابی شکل میں آنے تک جو لوگ میرے معاون ثابت ہوئے ان میں معاز انور، فرخندہ انور، محسن شہزاد، درِ نجف اور بالخصوص سعدیہ عابد کا شکریہ۔

محمد وسیم انور

بانی پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

28 اگست 2017ء

http://paksociety.com

http://paksociety.com

ٹھنڈی یخ بستہ رات اپنے پہلو میں کئی راز چھپائے دھیرے دھیرے بھیگ رہی تھی۔ اس کے سامنے کئی منظر بیک وقت گردش کر رہے تھے اسے اپنے، پرایوں سب کے رویئے دھیرے دھیرے اپنی گرفت میں لے رہے تھے۔ بے چینی حد سے سوا تھی۔ تکیہ آنسوئوں سے بھیگا ہوا تھا دل کرلا رہا تھا وہ خوف جس کے سائے تلے زندگی کے حسین سال گزار دیئے تھے وہ شدت سے سر اٹھا رہا تھا۔ وہ یکدم اٹھ بیٹھی تھی۔

"یا اللہ! رحم۔۔۔" اس کے لب ہلے تھے اور وہ بستر سے اتر کر رائٹنگ ٹیبل پر آ بیٹھی تھی۔ اس کی برسوں پرانی عادت تھی کہ وہ بلاناغہ ڈائری لکھا کرتی تھی۔ اس نے پہلی دفعہ ڈائری تقریباً چالیس برس قبل آٹھویں جماعت میں کامیابی کی خوشی کے لئے لکھی تھی۔ اس کے بعد یہ اس کا معمول بن گیا تھا۔ رات سونے سے قبل دن بھر کی روٹین ڈائری میں قید کر دیا کرتی تھی۔ اس نے نیلی جلد والی ڈائری کھولی تھی۔ یہ اس کی زندگی کا وہ سربستہ راز تھی جس میں اس کی پل پل کی خوشیاں ہنس رہی تھیں، لمحہ لمحہ کا دکھ بین کر رہا تھا۔ اس نے حسب عادت سب سے پہلے تاریخ معہ سن ڈالی تھی اور اس کی ڈائری میں ایک راز اور قید ہو گیا تھا۔

2016-09-12

"میری قسمت ہر لحظہ مجھے آزماتی رہی اور 25 برس بعد میری زندگی اِک نئی آزمائش کی نظر ہو چلی ہے۔۔۔ میرا بھرم، میرا وقار ٹوٹنے، بکھرنے کو ہے۔۔۔ یہ آزمائش تو 25 برس قبل بھی اذیت ناک تھی اور آج بھی اذیت ناک ہے۔۔۔ لیکن یقین ہے مجھے میرے اللہ پر کہ جیسے اس نے میری عزت اس وقت رکھی تھی، اب بھی رکھے گا۔۔۔ محبت سے بڑھ کر کسی چیز کی نہ چاہ کی نہ حصول کے لیے تڑپی۔۔۔ جس کے قائم رہنے کے لیے میں نے مناجات کیں تو وہ میری عزت تھی کہ یہی میری طاقت تھی اور یہی میری کمزوری۔۔۔! اور میری کمزوری پھر ہوا کے رخ پر ہے۔۔۔ ذات بدل گئی ہے لیکن احساس وہی ہے کہ میری بیٹی، میرا مان، میری عزت ہے اور میں اپنی جان دے سکتی ہوں مگر عزت اور آن کا سودا نہیں کر سکتی کیونکہ میں عزت کے معاملے میں کبھی بھی کمپرومائز نہیں کر سکتی۔ اس لیے آج کل بڑی اذیت میں ہوں۔" ایشل لودھی نے ڈائری بند کی تھی اور آنکھیں موند لی تھیں۔

لڑکیوں کے دکھ عجیب ہوتے ہیں سکھ اس سے عجیب
ہنس رہی ہیں اور کاجل بھیگتا ہے ساتھ ساتھ

☆☆☆☆☆

"پلیز، دادو تائی! مما سے کہیں ناں کہ وہ مجھے کالج جانے دیں۔ میرا پہلے ہی بہت نقصان ہو گیا ہے۔ میرے مڈ ٹرمز ایگزامز ہونے والے ہیں۔ میرا سال ضائع ہو جائے گا۔" کوثر لودھی اسے دیکھ رہی تھیں اس میں ماں کی شباہت بہت زیادہ تھی اور وہ گزرے وقتوں میں کھونے لگی تھیں کہ ایشل بھی تو یونہی کوئی بات منوانا ہوتی تھی تو ان کے کمرے میں آکر ان کے ہاتھ تھامے روتی سی شکل بنا کر کہتی جاتی تھی۔

"تم پریشان نہ ہو میں ایشا سے بات کر کے اسے سمجھاؤں گی۔" انھوں نے اس کا ہاتھ تھپک کر اسے بھرپور انداز میں تسلی دی تھی۔

"لیکن، کب دادو تائی۔۔۔! ایک ہفتہ سے میں کالج نہیں گئی۔ مما مجھ سے بات نہیں کر رہیں۔ مما آپ کی بات بھی نہیں سن رہیں۔ پاپا بھی یہاں نہیں ہیں۔ میں نے کچھ غلط نہیں کیا ہے، پلیز آپ تو یقین کریں میرا۔۔" وہ اب رو رہی تھی۔

"مجھے تم پر یقین ہے بیٹا۔" وہ تڑپ کر بولی تھیں۔

"نہیں ہے آپ کو مجھ پر یقین اور خاص کر مما کو بالکل بھروسہ نہیں ہے۔ بٹ بلیو می دادو تائی! میں نے سر (ٹیچر) کو کبھی غلط نگاہ سے نہیں دیکھا۔ میں ان کی بہت عزت کرتی ہوں۔" اس کے رونے میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا۔ اور وہ آگے سے کچھ نہیں کہہ سکی تھیں کہ کہتیں بھی تو کیا کہ وہ تو اس سب کو سمجھ رہی تھیں لیکن جو نہیں سمجھ رہی تھی یا سمجھنا نہیں چاہتی تھی تو اُسے کیسے سمجھاتیں۔۔۔؟ اُنہوں نے پوتی کو بمشکل بہلا پھسلا کر اُس کے روم میں بھیجا اور کچھ سوچ کر روم سے نکلی تھیں ارادہ ایشل سے بات کرنے کا تھا مگر لاؤنج کا منظر اِنہیں پریشان کر گیا تھا۔ امل باپ کے سینے سے لگی رو رہی تھی۔ حارث بزنس کے سلسلے میں امریکہ گیا ہوا تھا جس کی آج ایک ماہ بعد واپسی ہوئی تھی۔

"پاپا! آپ کہاں چلے گئے تھے۔۔۔ میں نے آپ کو بہت مِس کیا۔" وہ بچوں کی طرح بول رہی تھی۔

"پاپا کی جان! پاپا نے بھی آپ کو بہت مِس کیا۔" وہ بیٹی کو شفقت سے دیکھتے ہوئے بولا تھا، تب ہی نگاہ ماں پر پڑی اور وہ اُنہیں سلام کر گیا۔

"امل! اپنے کمرے میں جاؤ بیٹا! پاپا ابھی سفر سے آئے ہیں تھکے ہوئے ہیں۔" اُنہوں نے ایشل کو وہاں آتے دیکھ کر پوتی کو وہاں سے بھیجنا چاہا تھا مگر وہ باپ کے کندھے سے لگی بیٹھی رہی تھی۔

"السلام علیکم! آنے سے پہلے بتا دیتے تو میں ڈرائیور کو بھیج دیتی۔" وہ حارث کو اچانک دیکھ کر حیران ہوئی تھی مگر سنبھل کر بولی تھی۔

"میں ڈرائیور کے ساتھ ہی آیا ہوں، کال کر کے اسے بلا لیا تھا، تھک گیا ہوں کچھ دیر آرام کروں گا۔" سلام کا جواب نرمی سے دیکر کہا تھا اور بیٹی کی طرف گھوم گیا تھا۔

http://paksociety.com

"اوکے پاپا کی جان! اپنے کمرے میں جاؤ، کالج سے آئی ہو گی، یقیناً اب تمہیں نیند آرہی ہو گی۔ پاپا بھی آرام کریں گے۔" وہ بیٹی کی عادت سے واقف تھا کہ وہ کالج سے آکر کھانے سے فراغت کے بعد سو جایا کرتی تھی۔

"پاپا! مجھے بالکل نیند نہیں آرہی کیونکہ میں دیر سے اٹھی تھی۔" وہ بے بسی سے بولی تھی۔

"کیوں بھئی۔۔ آج میری بیٹی کالج نہیں گئی تھی کیا۔۔۔؟" وہ حیران ہو کر بولا تھا۔

"حارث! تم کمرے میں جاؤ، میں ملازمہ کے ہاتھ چائے بھیجتی ہوں۔" امل کچھ کہتی کہ کوثر لودھی بول پڑی تھیں مگر ان کی مداخلت کا کچھ فائدہ نہیں ہوا تھا کہ وہ باپ کا بازو تھامے بولنے لگی تھی۔

"پاپا میں ایک ہفتہ سے کالج نہیں گئی۔۔۔ کیونکہ ممانے مجھے کالج جانے سے منع کر دیا ہے۔" وہ روتے ہوئے بولتی باپ کو متفکر کرنے کے ساتھ ماں کو غصہ دِلا گئی تھی۔

"کیوں۔۔۔ ایسا کیا ہوا ہے کہ ایشل نے تمہیں کالج جانے سے ہی منع کر دیا ہے؟؟" وہ بیٹی سے سوال کرتا بیوی کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"وجہ تم اپنی بیٹی سے ہی پوچھو۔۔۔ جب یہ تمہیں میری انسٹرکشنز بتا سکتی ہے تو وجہ بھی خود ہی بتائے۔" ایشل غصہ ضبط کرتی ٹھنڈے لہجے میں بولی کیا تھی امل کو گڑبڑاہٹ میں مبتلا کر گئی تھی۔ وہ حیرانگی سے جاتی بیوی کو دیکھ کر اب بیٹی کی طرف مڑا تھا جو اِضطرابی حالت میں لَب کچلتی انگلیاں مڑوڑ رہی تھی۔

"کوئی مجھے بتائے گا۔۔۔ بات کیا ہے۔۔۔؟" وہ اب غصے سے پوچھ رہا تھا۔

"پاپا! بلیومی، میں نے کچھ غلط نہیں کیا ہے۔" وہ باپ کے غصہ سے ڈرتی تھی، ذرا سی اونچی آواز پر کانپتے لہجے میں بولی تھی۔

"امل! اپنے کمرے میں جاؤ۔" اِس سے قبل کہ حارث کچھ کہتا اس سے پہلے ہی کوثر لودھی نے پوتی کو وہاں سے ہٹا دینا چاہا تھا، امل جانے کو بڑھی تھی مگر حارث بیٹی کا بازو تھام گیا تھا۔

"مما! کیا ہوا ہے۔۔ کیا بات ہے۔۔ بتائیے مجھے۔۔۔" حارث الجھ کر رہ گیا تھا۔

"تم کمرے میں جاؤ امل، حارث تم بیٹھو میں تمہیں ساری بات بتا دو نگی۔" اس نے بیٹی کا بازو چھوڑا، وہ وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ کوثر لودھی بیٹے کی سوالیہ نگاہیں خود پر محسوس کرتے ہوئے ناچار اسے تمام صورتحال سے آگاہ کرنے لگی تھیں، جِسے وہ لب بھینچے سن رہا تھا بات کے اختتام تک اسکی آنکھوں میں سرخی اتر آئی تھی۔

☆☆☆☆☆

اگست کی وہ عام سی دوپہر تھی۔ امل اپنی کزن اور بیسٹ فرینڈ شانزہ کے ساتھ کالج گیٹ تک آئی تھی اور وہ دونوں اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھیں کہ فائرنگ کی آواز پر دونوں ہی جہاں تھیں وہیں ساکت کھڑی رہ گئی تھیں۔ مگر شانزہ اپنے اعصاب کو

http://paksociety.com

جلد قابو کر گئی تھی اور ساکت کھڑی امل کو چلنے کے لیے کہنے لگی تھی مگر وہ اپنی جگہ سے ہلی تک نہیں تھی۔ فائرنگ کی آواز کے بعد وہاں افراتفری مچ گئی تھی۔ ان کا ڈرائیور گاڑی سے نکل کر سر پر آن کھڑا ہوا تھا۔

"امل چلو پلیز۔۔" اب کے شانزہ نے اس کا بازو ہلایا تھا اور وہ اس کے سینے سے لگتی بری طرح سے رونے لگی تھی۔ کالج کی طرف بڑھتا عبید خان پتھر کی مورت بنی حسین لڑکی کو دیکھتے ہی بے اختیار تھم سا گیا تھا اور اب بھی وہ آگے بڑھ نہیں سکا تھا کہ وہ ان دونوں سے کچھ ہی فاصلے پر ہی موجود تھا اور امل کا چہرہ اس کی نگاہوں کے حصار میں تھا۔

"شانزہ! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" امل فائرنگ کی آواز پر پھیل جانے والی افراتفری سے خوف کا شکار ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ سسکتے ہوئے بولی تھی۔

"بی کانفیڈنٹ یار! اور یہاں مت کھڑے رہو۔ چلو گھر چلتے ہیں۔" ڈر تو شانزہ بھی گئی تھی مگر امل کی طرح ری ایکٹ نہیں کر سکی تھی۔ آنسو رگڑتی آگے بڑھی تھی کہ ایک بھاگتی ہوئی لڑکی اس سے آن ٹکرائی تھی اور وہ جس کے نتیجے میں زمین بوس ہو گئی تھی۔

"پاپا!۔" وہ بے اختیار چلائی تھی اور وہ بے اختیار سا اس کی طرف چلا آیا تھا۔

"آر یو اوکے۔۔؟" وہ شانزہ کی مدد سے اٹھی تھی، اس کے ماتھے سے خون بہہ رہا تھا جبکہ وہ خود کو روک نہیں پایا تھا۔ وہ دونوں ہی اس اجنبی شخص کو دیکھنے لگی تھیں جبکہ عبید خان کا دل سیاہ نین کٹوروں میں ڈوب سا گیا تھا۔ وہ لب کچلتی امل لودھی کو یک ٹک دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا تھا۔

"کین آئی ہیلپ یو؟" امل چہرے پر تکلیف کے اثرات لیے اس اجنبی کی طرف دیکھنے لگی تھی اور اس کی جگہ شانزہ بول پڑی تھی۔

"نو تھینکس!" شانزہ نے صفاچٹ جواب دے کر امل کا ہاتھ تھاما تھا اور اسے لیے گاڑی کی طرف بڑھ گئی تھی۔

دل جا رہا ہے، ہاں جا رہا ہے
ہم سے رخصت لیے بغیر
کوئی دل میں آ رہا ہے
دستک دیئے بغیر

☆☆☆☆☆

امل لودھی اور عبید خان کی دوسری ملاقات بھی اچانک ہی ہوئی تھی۔ امل کو کالج پرنسپل نے روم میں بلایا تھا اور وہ اپنی جھونک میں چلتی میڈم کے آفس سے نکلتے عبید خان کے ساتھ بری طرح ٹکرا گئی تھی۔

http://paksociety.com

"آئی ایم سوری۔" وہ اسے اپنے سامنے پا کر عجیب سی سرشاری اور خوشی سی محسوس کرتے ہوئے غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی سوری کر گیا تھا۔ اس کا بازو تھامے وہ اسے بہت پیار سے دیکھ رہا تھا کہ تین دن سے ایک اسی چہرے نے تو اسے بے کل کیا ہوا تھا۔ وہ اس کی گہری جانچتی نگاہوں سے خائف ہوتی، پھرتی سے پیچھے ہوئی تھی۔ عبید خان اس کا بازو آزاد کرتا اس کے سرخ پڑ جانے والے چہرے کو صرف چند ثانیے دیکھتا سائیڈ سے نکلتا چلا گیا تھا اور وہ رکی سانس بحال کرتی میڈم کے کمرے میں چلی گئی تھی مگر اس کی نگاہ کا اثر دل تک اتر گیا تھا۔

دل سے تیری نگاہ جگر تک اتر گئی
دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی

☆☆☆☆☆

"مے آئی کم ان سر؟" وہ پلٹا تھا اور اس کو دیکھ لمحہ بھر کو نگاہ میں بے اختیاری سی اتری تھی مگر دوسرے ہی لمحے نگاہ کا زاویہ اپنے عہدے اور رتبے کا خیال کرتے ہوئے بدل گیا تھا جبکہ وہ سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر یوں ساکت ہوئی تھی کہ اجازت ملنے پر بھی ہلی تک نہیں تھی۔ وہ ایک ہفتے سے بے اختیاری میں جسے سوچ رہی تھی اسے نئے حوالے سے اپنے سامنے پا کر مضطرب ہو گئی تھی۔

"آپ آج تو اندر آجایئے مگر آئندہ کلاس ٹائمنگ کا خیال رکھنا ہے وگرنہ میں کلاس میں انٹر ہونے کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا۔" وہ اب کے قدرے بلند آواز میں بولا تھا اور وہ شرمندہ ہو کر سوری کہتی کلاس میں انٹر ہو گئی تھی۔ اس کی اور شانزہ کی مخصوص سیٹ پر عائلہ اپنی دوست کے ساتھ بیٹھی تھی۔ وہ سست روی سے لاسٹ میں جا کر بیٹھ گئی تھی۔ وہ پہلی دفعہ کلاس میں حاضر ہو کر بھی غیر حاضر رہی تھی کہ پے در پے ہونے والے واقعات نے اسے ڈسٹرب کر دیا تھا۔ آج فزکس کا پریکٹیکل تھا اور شانزہ کی طبیعت خراب تھی اس لیے وہ اپنے بڑے بھائی رامث کے ساتھ آئی تھی اور دیر اس لیے ہوئی تھی کہ رامث کی بائیک میں پیٹرول ختم ہو گیا تھا۔ وہ اپنے سے دو سال بڑے بھائی پر خوب خفا ہوئی تھیں اور جس وقت کالج پہنچی تھی تو پورے آدھے گھنٹے لیٹ تھی، مگر وہ مطمئن اس لیے تھی کہ کیمسٹری کے ٹیچر ریاض چھٹیوں پر تھے مگر کلاس تک آئی تھی تو وائٹ بورڈ کی جانب رخ کئے کچھ لکھتے شخص کو دیکھ وہ بے اختیار رک کر اجازت طلب کر گئی تھی اور عبید خان کو دیکھ کر وہ حیرت سے گنگ رہ گئی تھی۔

پڑھانے کے دوران امل کی بے توجہی اور اضطراب اس نے صاف محسوس کیا تھا مگر کوئی توجہ نہیں دی تھی کہ اس کی نگاہ اور دل کتنے ہی کیوں نہ بے اختیار ہوئے ہوں مگر عہدے کا خیال اسے باؤنڈ کر گیا تھا کہ وہ فطرتاً بھی نظر باز اور چھچھورا شخص نہ تھا۔ بس دل کے تقاضے ہی کچھ اور ہوتے ہیں اس لیے اس کی نگاہ بھٹک رہی تھی۔ یہی معاملہ امل کے ساتھ بھی تھا وہ ایک بریلینٹ اور برائٹ اسٹوڈنٹ تھی مگر اب سر عبید خان کی کلاس میں بے توجہی کا شکار رہتی تھی۔ کیونکہ اسے سوال کرنے کی بہت عادت تھی

http://paksociety.com

،کیمسٹری تو اس کا پسندیدہ مضمون تھا وہ سر ریاض سے سوال کر کر کے انہیں زچ کر دیا کرتی تھی اور عبید خان سے تو وہ چاہ کر بھی کوئی سوال نہیں کر پاتی تھی اور اس کی خاموشی تو پوری کلاس کے لیے معمہ بن گئی تھی تو شانزہ کیسے نہ چونکتی۔۔۔؟شانزہ کے استفسار پر اس نے ذہنی اور قلبی کیفیت اسے بتادی تھی۔

"آر یو سیریئس امل؟" وہ حیران تھی۔

"آئی ڈونٹ نو۔۔۔بٹ!اس دن جب میں گری تھی اور سر نے مدد کی آفر کی تھی۔۔اور اس دن جب میں میڈم کے آفس کے باہر ان سے ٹکرائی تھی۔۔اور وہ مجھے گرنے سے بچا گئے تھے۔۔تب سے میں ایک لمحے کے لیے بھی انہیں نہیں بھولی۔ان کی آنکھیں میرے تصور میں ابھرتیں،مجھے پریشان کرتی رہیں۔۔۔اب میں انہیں ایک نئے روپ میں دیکھ کر بے چین ہو گئی ہوں کہ انھیں جب دیکھتی ہوں دل عجب لے پر دھڑکنے لگتا ہے۔مگر وہ میرے سر ہیں اور مجھے اپنے آپ سے شرمندگی سی ہونے لگتی ہے کہ میں انہیں کس طریقے سے سوچتی ہوں۔مگر مجھے ڈر بھی لگتا ہے کہ سر کو پتہ چل گیا تو وہ میرے بارے میں کیا سوچیں گے۔۔اور مما تو مجھے جان سے ہی مار دیں گی۔تم جانتی ہو ناں مما کتنی اسٹریکٹ ہیں۔" وہ عجب الجھن میں خود کو گھرا محسوس کر رہی تھی۔

"یار،سر کی شخصیت ہی ایسی ہے کہ کوئی بھی ان کی شخصیت کا اسیر ہو جائے۔تم ہو گئیں تو اس میں کونسی بڑی بات ہے۔" شانزہ اسے چھیڑنے لگی تھی۔

"شٹ اپ شانزہ!جب سر مجھے اچھے لگے تھے تب مجھے نہیں پتہ تھا کہ وہ ہمارے کیمسٹری کے ٹیچر ہیں۔" وہ گڑبڑا کر کہہ رہی تھی اور وہ ہنستی چلی گئی تھی۔

"تمھارا دل سر پر ہی آنا تھا تو کبھی بھی کیسے بھی آ گیا۔۔۔" اس نے شرارت سے آنکھیں گھمائی تھیں اور امل نے اسے کشن دے مارا تھا۔

"بکواس نہ کرو میں پہلے ہی پریشان ہوں۔" وہ شانزہ کو گھور رہی تھی۔

"بات ہے تو پریشان کُن۔۔۔" شانزہ کچھ سوچ کر کہہ گئی تھی۔

"میں تو سوچ رہی ہوں اب سر کی کلاس نہیں لوں گی۔وہ جو سمجھاتے ہیں سمجھ تو آجاتا ہے مگر جب ذہن میں ابھرنے والا سوال نہیں کر پاتی تو الجھ جاتی ہوں۔مجھے تو لگتا ہے اس دفعہ میں کیمسٹری میں فیل ہو جاؤں گی۔" وہ یکدم ہی بہت مضطرب نظر آنے لگی تھی۔

"اف!اب پاگلوں جیسی باتیں نہ کرو۔محبت کرنا گناہ نہیں ہے اس لئے تم ڈرو نہیں۔۔۔جو ہو گا اچھا ہی ہو گا۔" اس نے بھرپور انداز میں تسلی دی تھی۔

"میں محبت کو گناہ مان بھی نہیں رہی مگر ایک عجیب سی شرمندگی اور ندامت ہر وقت مجھے اپنے حصار میں لیے رہتی ہے۔"

http://paksociety.com

وہ دھیمے لہجے میں بول رہی تھی۔

"مما کا خیال تو مجھے خوابوں کے سفر پر نکلنے ہی نہیں دیتا۔ مما کی سخت گیر طبیعت سے تو تم واقف ہو ناں وہ تو مجھے گھر سے نہیں نکلنے دیتیں۔۔ کالج میں صرف گرلز ہوتی ہیں میں پھر بھی اسکارف لیتی ہوں۔ مما ہر جگہ سائے کی طرح میرے ساتھ رہتی ہیں۔ مما کی محبت تو مجھے کبھی کبھی قفس کی مانند لگنے لگتی ہے۔ ہاشم ماما اور مامی نے تو تمہیں فری ہینڈ دیا ہوا ہے اور مما آج بھی مجھ سے ایک ایک سوال پوچھتی ہیں۔ مما کو نہ جانے کس چیز کا ڈر لاحق ہے۔۔ مجھے تو کبھی کبھی مما کا رویہ، ان کا انداز، ان کی فکر نارمل نہیں لگتے۔ اور مجھے تو یہ خوف ہو چلا ہے کہ مما کو یہ پتہ چلا کہ میں کسی کو لائک کرتی ہوں تو میری جان لینے کی کوشش تو ضرور کریں گی مگر یہ پتہ چلا کہ میں اپنے ٹیچر کو لائق کرتی ہوں تو میری جان ہی لے لیں گی۔" امل ڈر کا شکار تھی کیونکہ ایشل ماضی میں پیش آنے والے واقعہ کے بعد بہت زیادہ محتاط ہو گئی تھی اور بیٹی کی پیدائش نے تو اسے نہ جانے کیوں خوفزدہ کر دیا تھا اور وہ اپنی بیٹی کو کسی کی بھی گندی، غلاظت بھری نگاہوں میں آنے نہیں دینا چاہتی تھی اس لیے وہ ہر جگہ اس کے ساتھ ہوتی تھی اس کا آبگینے سے بڑھ کر خیال رکھتی تھی کہ اس کی بیٹی اس کی عزت تھی اور عزت پر لگی چوٹ آخری سانس تک تکلیف دیتی ہے اور وہ جس تکلیف سے خود برسوں گزرتی رہی۔۔۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی بیٹی بھی گزرے اس لیے ایشل کے ڈر اور فکر نے اسے بہت محتاط پسند بنا دیا تھا۔ ماں کے ماضی سے انجان امل لودھی کبھی تو ماں کی محبت اور فکر پر فخر کرتی اور کبھی چڑ جاتی لیکن ہمیشہ کوثر لودھی پوتی کو سمیٹ لیتی تھیں کہ وہ بہو کے رویہ، اس کے ڈر سے واقف تھیں۔

حارث لودھی کے لیے ماضی کی تلخ یادیں زیادہ تکلیف دہ اس لیے تھیں کہ جس کے سبب اس کی بیوی برسوں سے اذیت میں تھی وہ اس کا دوست تھا مگر حارث نے کبھی یہ بات دوست پر ظاہر نہیں کی تھی کہ حقیقت اس کے علم میں ہے اور لاعلم تو ایشل بھی تھی۔ وہ تمام عمر اس بھرم میں رہی تھی کہ اس کا شوہر اس کے پر اذیت ماضی سے ناواقف ہے۔ وہ ایشل کے خوف سے واقف تھا مگر کبھی اس پر یہ بات عیاں نہ کی تھی کہ کوثر لودھی کی بھی یہی مرضی تھی اور وہ دونوں بڑی خاموشی سے ایشل کے ڈر اور اس ڈر سے متعلق تحفظات میں شامل ہو گئے تھے۔

"واٹ ربش یار! پھپھو اب ایسی بھی نہیں ہیں وہ تم سے محبت کرتی ہیں تم انہیں بتاؤ گی تو وہ۔۔۔"

"کیا۔۔! میں مما کو بتاؤں گی مر نہیں جاؤں گی؟" وہ ڈر کر چیخی تھی اور وہ ہنسنے لگی تھی۔

"تم، پھپھو سے کتنا ڈرتی ہو؟" وہ اس کا مذاق اڑا رہی تھی۔

"ہاں! میں مما سے بہت زیادہ ڈرتی ہوں۔ لیکن اس سے زیادہ مما کی عزت کرتی ہوں۔" وہ ماں کے لیے جذباتی ہو چکی تھی۔

"مما تھوڑی سی سخت ہیں مگر ان کی ساری سختی میری بھلائی کے لیے ہوتی ہے۔ مما مجھ سے پیار بھی تو کتنا کرتی ہیں میری مما دنیا کی سب سے اچھی مما ہیں۔" وہ پیار اور فخر سے کہہ رہی تھی اس کے لہجے میں بچوں کا سا اشتیاق تھا۔ نرمی اور سچائی تھی۔ شانزہ

http://paksociety.com

دھیمے سے مسکرادی تھی۔

"تم پھپھو کو نہیں بتا سکتیں ناں، میں بتاؤں گی انہیں کہ۔۔۔" وہ اس کے بیڈ سے اٹھتے ہوئے شرارت سے بولی تھی وہ اسے گھورنے لگی تھی ٹوکنا بھی چاہا تھا مگر وہ کہہ رہی تھی۔

"امل لودھی کو اپنے کیمسٹری کے ٹیچر سے محبت ہوگئی ہے۔" اسکی آواز بلند تھی۔

"آہستہ تو بولو شانزہ کی بچی، ورنہ میں تمہیں جان۔۔۔!" وہ خوفزدہ انداز میں بیڈ سے اتری تھی اور ماں کو سامنے پا کر اس کی زبان گنگ ہوگئی تھی۔ شانزہ کو ڈر لگنے لگا تھا اور امل کی رنگت متغیر ہونے لگی تھی۔

"پھپھو!" ایشل کے چہرے کا سرد تاثر یہ بتانے کے لیے کافی تھا کہ وہ شانزہ کی کہی باتیں سن چکی ہے اس لیے شانزہ نے ہی ڈرتے ڈرتے لب کشائی کرنا چاہی تھی۔

"شانزہ! اپنے کمرے میں جاؤ۔" وہ غیر معمولی سنجیدگی سے بولی تو شانزہ کی آگے سے کچھ کہنے کی ہمت ہی نہ ہوئی اور وہ ایک نظر پیلی پڑتی، ہلکے ہلکے لرزتی امل پر ڈالتی کمرے سے نکل گئی۔

"شانزہ کیا کہہ رہی تھی امل؟" ماں کی غیر معمولی سنجیدگی اور سوال ایسا تھا کہ اس کے آنسو گرنے لگے تھے اور ایشل نے پہلے سے زیادہ سختی سے اپنا سوال دہرایا تھا۔ مگر امل اب بھی کچھ نہ بولی تھی اور اس نے جارحانہ انداز میں بیٹی کا ہاتھ جکڑ لیا تھا۔

"اس لیے بھیجا جاتا ہے تمہیں کالج کہ تم ایسی حرکتیں کرتی پھرو۔ شرم نہیں آتی تمہیں امل، استاد کا درجہ نہیں جانتیں۔۔۔ استاد روحانی باپ کا درجہ رکھتے ہیں اور تم۔۔۔" وہ بیٹی کا بازو جکڑے اسے جھنجھوڑ رہی تھی اس کو سخت سست سنا کر لب بھینچتے کمرے سے نکلنے لگی تھی۔

"مما بلیو می میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔" وہ ماں کی راہ میں آکر سسکتے ہوئے اپنی صفائی میں کچھ خاص نہیں بول پائی تھی۔

"کچھ غلط نہیں کیا سے تمھارا کیا مطلب ہے امل! کیا کرنا چاہتی تھیں؟ رشتوں کا وقار ان کی عزت کا مان نہیں رکھا۔ ایک ٹیچر، باپ کی سی اہمیت اور عزت کا حامل ہوتا ہے بلکہ باپ سے بڑھ کر عزت اور توقیر ڈیزرو کرتا ہے۔ اور تم اپنے استاد سے محبت۔۔۔! میری بیٹی کی سوچ ایسی ہو سکتی ہے میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔" ایشل کا انداز اور لب ولہجہ شرمندہ کرنے والا تھا اور وہ تو زمین میں گڑی جا رہی تھی۔

"مما یقین کریں میں نے ایسا کچھ نہیں کیا کہ آپ کو اور پاپا کو شرمندہ ہونا پڑے۔" وہ کہتے ساتھ ہی بلک بلک کر رو اٹھی تھی۔

"تو جو شانزہ کہہ رہی تھی وہ سب کیا تھا؟" وہ کہاں اپنی لاڈلی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ سکتی تھی اس کا بلکنا اسے تکلیف دینے لگا تھا اسلیے اب کے قدرے نرمی سے استفسار کیا تھا۔

http://paksociety.com

"مما سر جب مجھے اچھے لگے تب مجھے نہیں پتہ تھا کہ وہی میرے کیمسٹری کے ٹیچر بن کے آجائیں گے۔" اسے لمحے بھر کو لگا تھا کہ امل کہے گی کہ شانزہ نے مذاق کیا تھا مگر اس نے تو ہر بات کی تصدیق ہی کر دی تھی۔

"مما جس دن کالج کے باہر فائرنگ ہوئی تھی اس دن میں نے سر کو پہلی دفعہ دیکھا تھا اور ان کا خیال ایک لمحے کو بھی ذہن سے نکال نہیں پائی اور جس دن میں نے انہیں کیمسٹری کی کلاس میں دیکھا اس دن میں شاکڈ رہ گئی اور اپنے محسوسات تبدیل نہیں کر پائی لیکن میں نے کچھ ایسا نہیں کیا مما! کہ آپ کو شرمندہ ہونا پڑے۔" وہ ماں کو مطمئن کرنے کے لیے روتے ہوئے جلدی جلدی کہہ رہی تھی۔

"تمھاری ہر بات پر یقین ہے مجھے۔۔ مگر یہ بات ناقابلِ برداشت ہونے کے ساتھ ساتھ قابلِ گرفت بھی ہے۔ بہر حال وہ تمہارے ٹیچر ہیں اور ان کی عزت کرنا تم پر فرض ہے نا کہ ان کو کسی اور نگاہ سے دیکھو کہ یہ میں ہر گز برداشت نہیں کر سکتی اس لیے تم کل سے کالج نہیں جاؤ گی۔" ماں کی پہلی بات نے جو اطمینان بخشا تھا وہ دوسری بات کے بعد اڑن چھو ہو گیا تھا۔

"مما!" اس نے ماں سے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"یہ میرا آخری فیصلہ ہے کیونکہ یہی تمہارے لیے بہتر ہے کہ میں یہ بات کبھی بھی برداشت نہیں کر سکوں گی کہ امل لودھی کا اپنے ٹیچر کے ساتھ افیئر تھا۔" وہ بے بسی سے ماں کو دیکھنے لگی تھی ایشل کی بھی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔

"مما پلیز ایسا فیصلہ نہ لیں۔ بلیو کریں مما! میں نے سر عبید سے گزرے ماہ میں ایک دفعہ بھی بات نہیں کی۔ میں ان کی اتنی ہی عزت کرتی ہوں جتنی سر سجاد کی کرتی ہوں۔ وہ میرے لیے قابلِ احترام ہیں، میرا اُن کے ساتھ افیئر نہیں ہے۔" وہ ماں کی بات پر تڑپ اٹھی تھی۔

"اس بات کا یقین میں کر سکتی ہوں کہ میں تمہاری ماں ہوں مگر دوسروں کو اس بات کا یقین نہیں دلا سکتی۔ اس لیے یہ فیصلہ لے رہی ہوں کہ میں نہیں چاہتی کہ کوئی میری بیٹی پر، اُس کے کردار پر انگلی اٹھائے۔ یہ بات یاد رکھنا امل کہ محبت کے بغیر زندگی گزر جاتی ہے مگر عزت کے بغیر نہیں کہ پوری زندگی کا ہر ایک لمحہ محبت سے بھرپور ہو لیکن صرف ایک لمحے میں عزت نہ ہو تو زندگی ، زندگی نہیں رہتی صرف سانسوں کی آماجگاہ بن جاتی ہے۔ میں نے ہمیشہ تمہاری حفاظت کی، تمہیں زمانے کی اونچ، نیچ سکھائی صرف اس لیے کہ میں نہیں چاہتی تھی کہ میری بیٹی کی زندگی میں کبھی کوئی ایسا لمحہ آئے کہ جب اسے اپنے ہونے پر ملال ہو اور زندگی کا تمام سکون اور اطمینان اس لمحے کی نذر ہو جائے۔" ایشل نے آنسو رگڑے تھے اور کمرے سے نکلنے لگی تھی۔

"مما پلیز آپ نہیں چاہتیں تو میں سر کی کلاس نہیں لوں گی مگر مجھے کالج جانے دیں۔ میرے مڈ ٹرمز اگزمز ہونے والے ہیں۔ میرا سال ضائع ہو جائے گا، میرا کیریئر مما"!

"خوشیاں و سکون ضائع ہو، زندگی تباہ ہو اس سے بہتر ہے کہ سال اور کیریئر ضائع کیا، تباہ ہو جائے۔ آئی ڈونٹ کیئر! اب تم

http://paksociety.com

کالج کسی قیمت پر بھی نہیں جاؤ گی۔اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔" وہ سختی سے کہتی بیٹی کو روتا چھوڑ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔ کوثر لودھی کے علم میں جب بات آئی تھی تو انھوں نے ایشل کو سمجھایا تھا مگر ایشل نہیں مانی تھی۔

"تائی اماں! اگر آغاز میں ہی پتہ چل جائے کہ یہ راستہ تباہی کی طرف لے کے جاتا ہے تو سفر سے پہلے ہی رک جانا چاہئے اور جو راستہ میری بیٹی کو برائی اور تباہی کی طرف لے کر جاتا ہے میں اسے زبردستی اور سختی سے بھی روکنا پڑے گا تو میں روکوں گی۔رہ گئی بات اس کے کیریئر کی تو میں اسے اب کالج جانے کی اجازت تو نہیں دوں گی جب پیپرز آئیں گے تب کی تب دیکھی جائے کہ گھر میں رہ کر تیاری کر کے پیپرز دینا چاہے تو میں کوئی اعتراض نہیں کروں گی۔" وہ اپنے لیے فیصلے پر قائم تھی اور انھوں نے حارث کے آنے تک خاموشی اختیار کرلی تھی کہ ابھی چوٹ تازہ تھی تو خاموشی ہی بہتر تھی۔

☆☆☆☆☆

کوثر لودھی کی بتائی ہوئی تمام تفصیل سننے کے بعد وہ خاموش تھا اور بیٹے کی خاموشی، محض خاموشی نہیں طوفان سے پہلے کی خاموشی لگ رہی تھی، اس لیے نرمی سے بولی تھیں۔

"ایشل کو تو تم جانتے ہو وہ امل کے معاملے میں کتنی حساس اور محتاط پسند ہے اسی لیے اس نے ایسا فیصلہ لیا ہے۔ورنہ امل نے ایسا کچھ نہیں کیا بیٹا جو قابلِ گرفت اور خاندان کی رسوائی کا باعث ہو۔ہماری امل بہت سمجھدار ہے۔"

" مما! مجھے اپنی بیٹی پر بھروسہ ہے۔" ان کی رکی ہوئی سانس بحال ہوئی تھی۔

"میں کچھ غلط نہیں سوچ رہا۔میں تو ایشل کے فیصلے پر متحیر ہوں لیکن آپ پریشان نہ ہوں میں اس سے بات کروں گا اسے سمجھاؤں گا اور آپ امل سے کہہ دیں وہ کل سے کالج جانا شروع کر دے مجھے اپنی بیٹی پر اعتبار ہے میں اسے بے اعتبار نہیں کروں گا۔" وہ کافی پر سکون تھا لیکن ایشل کا پہلے سے غارت شدہ سکون اور اطمینان اب رہا سہا بھی نہ رہا تھا۔

"حارث! میں نے اپنی بیٹی کو بے اعتبار نہیں کیا میں نے یہ فیصلہ اس کی بھلائی کے خیال سے لیا ہے اس لیے نہیں کہ اس پر بھروسہ نہیں ہے مجھے۔" اس کے لہجے میں ٹوٹے کانچ کی سی کرچیاں تھیں۔

"آئی نو ایشل! بٹ، تمھارا فیصلہ غلط ہے۔امل اگر اپنے ٹیچر کو لائک کرتی ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔" وہ حارث کو بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔

"یہ ہونا نہیں چاہئے تھا مگر ایسا ہوا ہے تو اتنا غلط بھی نہیں ہوا کہ امل کو یوں سزا دی جائے۔امل اگر اس شخص کے لیے سیریئس ہے، شادی کرنا چاہتی ہے تو مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے کہ کسی کو لائک کرنا، اپنی پسند کی شادی کرنا ہرگز بھی جرم نہیں ہے۔مجھے یقین ہے کہ میری بیٹی کا انتخاب بہت اعلیٰ ہو گا، اس لیے میں ملوں گا اس شخص سے۔وہ مجھے میری بیٹی کے قابل لگا تو میں اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دوں گا۔کیوں کہ مجھے اپنی بیٹی کی خوشیاں عزیز ہیں زندگی میں اسے وہ دیا ہے جو اس نے چاہا ہے اس

http://paksociety.com

معاملے میں بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا، میں اپنی سی کوشش کروں گا۔۔۔ آگے امل کا نصیب! بس اسے یہ سمجھا دینا کہ اسے وہی ملے گا جو اس کا نصیب ہے۔" وقت نے اسے بہت کچھ سکھا، سمجھا دیا تھا۔ نصیب سے خائف رہنے والا نصیب پر ایمان لے آیا تھا کہ وہ ناشکری کے دائرے سے نکل آیا تھا وہ اپنی بات کہہ کر وہاں پر ٹھہرا نہ تھا اور وہ بے یقین سی کھڑی تھی۔

"حارث نے جو کہا وہی میں نے تمہیں سمجھایا تھا۔ اس لڑکے سے مل لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ اگر امل کا ٹیچر ہے تو اس میں اتنا معیوب کیا ہے؟ کوئی برائی نہیں ہے اس سب میں ایشا!" کوثر لودھی نے بھی جو حارث نے کہا اسے سمجھایا تھا مگر وہ سمجھنے کو تیار ہی نہ تھی۔

"لیکن تائی اماں! لوگ کیا کہیں گے؟"

"ایشا! لوگوں کی پرواہ کے خیال سے تم اپنی بیٹی کے ساتھ زیادتی مت کر جانا۔ حارث نے باپ ہو کر کتنے بڑے ظرف کا مظاہرہ کیا۔ جن باتوں سے باپ کی عزت اور غیرت پر حرف آتا ہے، حارث کھلے ذہن اور دل سے اس بات کو قبول کر رہا ہے صرف امل کے لیے تو کیا تم امل کے لیے ان سب باتوں کو برداشت نہیں کر سکتی ہو کہ لوگ تو دو چار دن بعد باتیں بنا کر بھول جائیں گے مگر کمی تو ہماری بیٹی کی زندگی میں رہ جائے گی۔"

"اللہ نہ کرے تائی اماں! میری بیٹی کی زندگی میں کبھی کوئی کمی نہیں رہے گی۔" وہ دہل کر رہ گئی تھی۔

"انشاءاللہ!" وہ دھیمے سے مسکرا دی تھیں۔

"تائی اماں آپ اور حارث بہت آگے تک کی سوچنے لگے ہیں، کہ لائیک تو امل کرتی ہے، اگر وہ اس طرح نہ سوچتا ہوا تو۔۔۔ اور کیا ہم خود بات کریں گے آگے بڑھ کر؟" اب وہ نئی الجھن میں گھر چکی تھی۔

"ہم نے صرف آپشن رکھا ہے، اصل بات تو اتنی ہے کہ تم امل کو کالج جانے دو۔ جب شادی کا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ امل پر جو یقین ہے بس اسے قائم رکھو۔" وہ نرمی سے ناصحانہ انداز میں بولی تھیں۔

"تائی اماں! اس سب کے لیے میرا دل نہیں مان رہا، میرے محسوسات کچھ اچھے نہیں ہیں، مجھے کچھ غلط محسوس ہو رہا ہے۔ مگر اس سب کے باوجود میں چپ ہو جاتی ہوں، اپنا فیصلہ آپ لوگوں کے کہنے پر واپس لے لیتی ہوں، لیکن اللہ نہ کرے کوئی اونچ، نیچ ہوئی، کوئی مسئلہ ہوا تو آپ اور حارث ذمہ دار ہوں گے۔" اس نے پوری سچائی سے کہا تھا۔

"تم فضول میں پریشان ہو رہی ہو۔ اللہ سب بہتر کرے گا اور صرف تمہاری تسلی کے لیے میں کل کالج جاؤں گی اور مل لوں گی اس شخص سے، جو ہو گا اچھا ہی ہو گا۔" کوثر لودھی اپنی بات پر قائم تھیں اور فی الحال بات ہی ختم کر دی تھی لامحالہ ایشل نے بھی فی الحال خاموشی اختیار کر لی تھی۔ مگر کوثر لودھی نہیں جانتی تھی کہ انہیں ملنے کی نوبت ہی نہیں آئی گی۔ وقت کی چال بڑی تیزی سے اپنی وار کر جائے گی۔

http://paksociety.com

☆☆☆☆☆

"زید تم اور یہاں؟" وہ زاہد خان کو دیکھ حقیقتاً حیران ہوا تھا۔

"کیوں کیا یہاں میرے آنے پر پابندی ہے؟" وہ حارث سے بغل گیر ہوتا "میرے پر" زور دیتا متبسم لہجے میں گویا ہوا تھا۔

"پابندی تو نہیں ہے مگر وجہ بھی نظر نہیں آرہی۔ خیر سے تو آئے ہو؟" حارث کے انداز میں فکر تھی۔

"یہی میں تم سے پوچھوں۔" زاہد خان نے ٹالنا چاہا تھا۔

"میری بیٹی اس کالج میں سیکنڈ ایئر کی اسٹوڈنٹ ہے۔ اسی کو لینے آیا ہوں۔ ڈرائیور چھٹی پر ہے اور بیوی محتاط پسند۔۔۔ بس اکثر ایشل کی وجہ سے امل کو لانے، لے جانے کی ذمہ داری اٹھانی پڑتی ہے۔" وہ سنجیدگی سے بتا رہا تھا اور وہ ایشل کے نام پر بے چین ہوا اٹھا تھا کہ اس ایک نام اور اس نام کے وجود کے احساس نے، معافی مانگنے کی خواہش نے اسے برسوں بے سکوں رکھا تھا۔

"ابھی بھی ایک بہت اہم میٹنگ کینسل کر کے آیا ہوں۔" حارث کبھی کبھی چڑ جاتا تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ امل خود کالج آیا جایا کرے کہ شانزہ بھی اس کے ساتھ ہی ہوتی ہے مگر ایشل کو کون سمجھاتا کہ وہ ڈرائیور کے ساتھ بھیجنے پر ایک بہت لمبی بحث کے بعد راضی ہوئی تھی۔

"اوہوں! کیونکہ اولاد سے بڑھ کر تو کچھ ہوتا ہی نہیں۔ میں خود میٹنگ چھوڑ کر آیا ہوں کہ میرے صاحبزادے یہاں اپنے دوست کے فادر کی جگہ کچھ عرصہ کے لیے عارضی طور پر لیکچرار تعینات ہوئے ہیں اور محترم کو اپنی اسٹوڈنٹ سے محبت ہو گئی ہے ،بس اس لیے میں یہاں آیا ہوا ہوں کہ وہ چاہتا ہے کہ میں اس لڑکی کو دیکھ کر اس کا پرپوزل لے جاؤں۔" حارث کی بے تکلفی اور اپنائیت لمحے بھر میں ساری شرمندگی بھلا دیتی تھی اور ابھی بھی یہی ہوا تھا کہ وہ اپنے دوست سے بے تکلفی سے ہر بات کہہ گیا تھا نہ چاہتے ہوئے بھی آنے کی وجہ بتا گیا تھا جبکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ لڑکی پر کوئی حرف آئے۔

"تو بس اسی لیے یہاں آگیا۔ مہ رخ کا بس چلتا تو وہ بھی ساتھ ہی آجاتی اور رشتہ بھی آج ہی لے جاتی لیکن آجکل کچھ بیمار ہے اسلیے میں خود ہی آگیا ہوں، مگر لگ بڑا ہی عجیب رہا ہے۔ اس گدھے نے عجیب الجھن اور سچویشن میں پھنسا دیا ہے۔" وہ کچھ چڑے ہوئے انداز میں کہہ رہا تھا۔ حارث ٹھٹھکا تھا، کچھ ذہن کام کرتا یا وہ کچھ کہتا کہ اسے امل، شانزہ کے ساتھ آتی دکھائی دی تھی اور وہ زاہد خان سے ایکسکیوز کرتا اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جو باپ کے پاس آن ٹھہری تھی۔

"السلام علیکم پاپا!" آج وہ صرف حارث کی اجازت اور ایماء پر ایک ہفتے کے بعد کالج آئی تھی اور حارث نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا تھا اور بازوؤں کے حصار میں لے کر اس کا تعارف زاہد خان سے کروایا تھا جبکہ وہ اسے دیکھ کر ہی بے چین ہو گیا تھا کہ اس میں ایشل لودھی کی شباہت بہت زیادہ تھی۔

"السلام علیکم، انکل!" وہ شائستگی سے کہہ رہی تھی اور وہ بہر حال خود کو کمپوزڈ کر گیا تھا اور سلام کا جواب دے کے خیر

http://paksociety.com

خیریت دریافت کر رہا تھا۔

"ڈیڈ! میں آپ کو کب سے کال۔۔۔" زاہد خان نے حیران اور ساکت ہو جانے کے سبب رنگ ٹون کی طرف توجہ نہ دی تھی اور عبید خان خفگی سے کہتا اس کی طرف بڑھا تھا اور وہ عجلت میں باپ کے ساتھ کھڑے لوگوں پر بھی توجہ نہیں دے پایا تھا۔ مگر جیسے ہی نگاہ دشمنِ جاں پر پڑی تھی، زبان گنگ رہ گئی تھی۔ حیران تو وہ بھی تھی اور وہ سب خاموش تھے کہ زاہد خان کے تعارف کروانے پر حارث ساکت رہ گیا تھا۔

"حارث! میٹ مائی اونلی سن، عبید خان!" وہ اس ہینڈسم سے نوجوان کو متحیر سا تک رہا تھا کہ یہ نام اس کے لیے نیا نہیں تھا۔ کل ہی تو یہ نام اس نے اپنے گھر میں پہلی دفعہ کوثر لودھی کے منہ سے سنا تھا کہ امل کسی عبید خان نامی ٹیچر کو لائک کرتی ہے۔ اس وقت وہ اس کے حوالے پر زیادہ متحیر تھا۔

"اور عبید بیٹا یہ میرا دوست حارث لودھی ہے جس کا میں اکثر تم سے ذکر کرتا رہتا ہوں اور یہ حارث کی بیٹی امل لودھی ہے۔ سیکنڈ ایئر کی اسٹوڈنٹ ہے، تم شاید جانتے ہو گے امل کو؟" زاہد خان کے تعارف نے عبید خان کو گونا گو سکون عطا کیا تھا۔ اور اس نے حارث لودھی سے شائستگی سے سلام دعا کی تھی۔

"جی ڈیڈ! یہ اور شانزہ میری اسٹوڈنٹس ہیں۔" اس کے لہجے میں شائستگی کے ساتھ نامحسوس ہونے والی خوشی بول رہی تھی۔ جبکہ وہ مضطرب ہو چکی تھی اور گڑبڑا کر باپ کو دیکھ رہی تھی، حارث نے بیٹی کی نگاہ میں شرمندگی اور بے بسی سی محسوس کی تھی کہ وہ کل سے اس سے کترا کر مل رہی تھی۔ اور وہ اپنی بیٹی کو شرمندہ اور بے بس نہیں دیکھ سکتا تھا اور وہ کیوں شرمندہ ہوتی جب اس نے کچھ غلط نہیں کیا تھا اور وہ بیٹی کو دیکھ کر نرمی سے مسکرا دیا تھا اور اس کے کاندھے پر خفیف سا دباؤ ڈالا تھا جس سے اس کا مقصود اسے اپنے ساتھ ہونے کا یقین دلانا تھا اور وہ باپ کا اتنا اعتبار اور مان پا کر آنکھوں کی سطح کو تفخر سے گیلا ہونے سے نہیں روک سکی تھی۔

"اوکے زید! فی الحال اجازت دو۔ کبھی بھابھی کو لے کر گھر آنا۔ اوکے بیٹا اللہ حافظ!" اس نے پہلے دوست سے کہا تھا اور پھر عبید خان کی جانب گھوم گیا تھا۔ اور اس کا آخری بار طائرانہ جائزہ لیتا گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"سوری یار! کافی عرصے بعد حارث مِلا اس لیے تمہاری کال ریسیو نہیں کر سکا۔" وہ بیٹے کو خاموش کھڑا دیکھ کر بولا تھا جبکہ وہ دلکشی سے مسکرا دیا تھا۔

"ڈیڈ! میں آپ کو جس سے ملوانا چاہتا تھا وہ آپ کے سامنے ہی کھڑی تھی تو ملوانے کی نوبت ہی نہیں آئی؟" وہ اپنی گاڑی کی چابی زاہد خان کے ڈرائیور کو تھماتا ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا اور وہ زاہد خان کے بیٹھ جانے کے بعد سرشاری سے گاڑی اسٹارٹ کر کے روڈ پر ڈالنے کے بعد بولتا اسے حد درجے متحیر کر گیا تھا۔

http://paksociety.com

"مطلب کیا ہے تمہاری بات کا؟" وہ باپ کی حیرانگی بھانپ کر دلکشی سے ہنسا تھا۔

"ڈیڈ! میں آپ کے دوست حارث لودھی کی بیٹی امل لودھی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اسے لگا تھا کہ آسمان سر پر آ گرا ہو۔ وہ بیٹے کے چمکتے چہرے کو لب بھینچے دیکھ رہا تھا۔

"ڈیڈ وہ مجھے پہلی ہی نگاہ میں خاص لگی تھی اتنی خاص کے سینے میں موجود دِل اپنے ہونے کا احساس دلا گیا تھا۔ اور جب اسے اپنی اسٹوڈنٹ کی حیثیت سے اپنے سامنے دیکھا تو نگاہ اور دل پر پہرے لگانا پڑے کہ نہ میں اسے رسوا کرنا چاہتا تھا اور نہ ہی اپنے رتبے کا تقدس پامال کرنا چاہتا تھا اس لیے ایسا بن گیا جیسے وہ میرے لیے کچھ نہ ہو، کوئی اہمیت نہ رکھتی ہو۔ مگر وہ میرے لیے کتنی خاص، کس قدر اہم ہے یہ احساس تب ہوا جب وہ میری آنکھوں سے پورے آٹھ دن اوجھل رہی۔ مجھے اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی نگاہ اسے ڈھونڈ رہی تھی اور جب آج اسے دیکھا ذہن اور دل میں اترنے والی تراوٹ اور سکون چاہوں تو بھی لفظوں میں بیان نہیں کر پاؤں گا۔ بس اتنا جان لیں ڈیڈ کہ وہ میرا سکون، میری خوشی ہے اگر اس کو نہ پا سکا تو خود کو بھی کھو دوں گا۔ پلیز ڈیڈ! میرے لیے، میرے سکون کے لیے، میرے خوشی، میری سانسوں کے لیے حارث انکل سے امل مانگ لیں۔" وہ پورے راستے صرف امل کی باتیں کرتا آیا تھا۔ اس کے چہرے پر خوشی، آنکھوں میں وصل کی تمنا، لبوں پر جذبے بول رہے تھے اور بیٹے کی جذباتیت اور اس کی دیوانگی اس کا سکون اور قرار لوٹ لے گئی تھی جبکہ باپ کی خاموشی عبید خان کو خوف میں مبتلا کر گئی تھی۔

"ڈیڈ! آپ خاموش کیوں ہیں؟ کچھ تو بولیے، آپ امل کو میرے لیے مانگ لیں گے ناں! بتائیے ناں ڈیڈ!" وہ بڑی خاموشی سے گاڑی سے اتر گیا تھا اور اندر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ ساکت سا بیٹھا تھا مگر کب تک۔۔۔ وہ تقریباً دوڑ کر باپ کے سامنے آیا تھا۔

"نہیں، تمہاری شادی اس لڑکی سے نہیں ہو سکتی۔" اس کا لہجہ سرد تھا اس نے جان کر بیٹے کی طرف نہیں دیکھا تھا کہ اسے بیٹے کی کیفیت کا اندازہ تھا اور وہ بیٹے کے روشن جگمگاتے چہرے پر سائے لہراتے دیکھ ہی نہیں سکتا تھا اس لیے بڑی تیزی سے لابی عبور کر گیا تھا مگر ایک نیا امتحان۔۔ مہ رخ لپک کر اس تک پہنچی تھی۔

"آپ ملے امل سے۔۔۔ کیسی لگی آپ کو۔۔۔ ہم رشتہ لے کر کب جائینگے؟" وہ ایک ہی سانس میں کئی سوالات کر گئی تھی۔ اس نے بیوی کے خوش اور قدرے پر تجسس سے احساسات سے مزین چہرے کو دیکھا تھا، نگاہ چرائی تھی اور ماں کو بے بسی سے دیکھا تھا۔ کنول خان انہونی کے پیشِ نظر پریشان ہو اٹھی تھیں۔ بجھے ہوئے چہرے اور شکستہ چال سنگ آتے عبید خان کو دیکھ کر ان تینوں کے ہی دل کو کچھ ہوا تھا اور زاہد خان فی الحال کسی کا سامنا نہیں چاہتا تھا۔ کترا کر گزرتا کہ مہ رخ نے اسے ایسا کرنے نہیں دیا تھا۔

"زید بات کیا ہوئی ہے آپ اتنے خاموش کیوں ہیں۔۔۔ عبید اتنا پریشان کیوں ہے۔۔۔ کیا آپ کو امل پسند نہیں آئی۔" وہ پریشانی میں گھری سوال پر سوال کر رہی تھی۔

http://paksociety.com

"جی مما! ڈیڈ کو امل پسند نہیں آئی۔" اس کے قدم بیٹے کی نم آواز پر تھم گئے تھے اس نے تڑپ کر بیٹے کی طرف دیکھا، جس کا چہرہ اور آنکھیں ضبط کی وجہ سے لہو رنگ ہو رہی تھیں۔

"لیکن کیوں۔۔۔ زید!" وہ سوالیہ نگاہوں سے اس کے حد درجہ سنجیدہ چہرے کو تکنے لگی تھی۔

"ہر بات کا جواب دینا میں کسی کو بھی ضروری نہیں سمجھتا۔ عبید کی شادی اس لڑکی سے نہیں ہو گی۔" وہ کڑک دار لہجے میں چیخا تھا۔ وہ دونوں ساکت رہ گئی تھیں اور وہ ایک بار پھر باپ کے سامنے آن رکا تھا۔

"ڈیڈ! امل میں آپ کو یکدم کونسی برائی نظر آگئی۔۔۔ وہ تو آپ کے دوست کی بیٹی ہے تو پھر آپ کیوں اتنی سختی سے انکار کر رہے ہیں۔ ایک دفعہ اپنے دوست سے بات تو کر کے دیکھیں حارث انکل انکار نہیں کریں گے۔" وہ نرمی سے ملتجیانہ لب و لہجے میں کہہ رہا تھا اور حارث نام ان دونوں خاص کر کے کنول خان کے کانوں میں بم کی مانند لگا تھا۔

"جب میں نے بات ہی نہیں کرنی تو میں کیوں کروں گا؟ کان کھول کر سن لو میری بات، امل نام آج اس گھر میں آخری دفعہ لیا گیا ہے آئندہ کوئی نہیں لے گا اور مہ رخ تم خزائن کو آج ہی فون کرو اور اس سے کہو کہ ہم عبید کے لیے علیزہ کا ہاتھ مانگنا چاہتے ہیں۔ انہیں اعتراض نہ ہو گا تو باقاعدہ رشتہ لے جائینگے۔" وہ اپنی بات کہہ کر رکا نہ تھا۔

"ماما میں صرف امل سے شادی کروں گا۔۔۔ امل سے نہیں تو کسی سے بھی نہیں۔" وہ دُکھ کی کیفیت سے نکل کر غصے سے کہتا گھر سے ہی نکل گیا تھا۔ بس وہ دونوں ساس بہو ہی اپنی الجھن کے ساتھ رہ گئی تھیں۔

"آنی! مجھے زید کے اتنی سختی سے انکار کرنے کی کوئی وجہ تو نظر نہیں آتی؟ حارث بھائی تو ان کے یونیورسٹی کے زمانے کے دوست ہیں تو پھر انکار کیوں؟" کنول خان کچھ بولی نہ تھیں کہ کچھ بولنے کو ہی نہ تھا۔

"مجھے تو گزرے برسوں میں ایشل کا رویہ ہی سمجھ نہ آسکا۔ اس نے نہ جانے کیوں مجھ سے فاصلے بڑھا لیے؟ اب عبید اگر ایشل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو یہ تو میرے لیے بہت خوشی اور فخر کی بات ہے کہ ایشل کے بڑھائے خود ساختہ فاصلے اس طرح سے سمٹ جائیں گے۔ لیکن زید کا انکار میری سمجھ سے باہر ہے۔ مجھے ہمیشہ لگا کہ ایشل کا نام، اس کا ذکر زید کو اچھا نہیں لگتا مگر میں وہم سمجھ کر ٹالتی رہی لیکن اب لگتا ہے کہ میرا وہم نہ تھا کوئی بات ضرور ہے۔۔۔ لیکن کیا۔۔۔ یہ میں نہیں سمجھ پا رہی کہ میں تو کبھی یہ ہی سمجھ نہیں پائی کہ ایشل نے مجھ سے فاصلے کیوں بڑھا لیے۔۔۔ زید اس کے ذکر سے کیوں خائف رہے۔۔۔؟" وہ آج برسوں کی الجھن کہتی انہیں دوگنے اضطراب میں مبتلا کر گئی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے رخ! اور تم پریشان نہ ہو میں آئی زید سے بات کروں گی۔ ہو سکتا ہے حارث سے اس کی کوئی بات ہوئی ہو؟" بیٹے کا بھرم وہ جو برسوں سے رکھتی آئیں تھیں اسے قائم رکھنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیا تھا۔ اور اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

http://paksociety.com

☆☆☆☆☆

کنول خان جس وقت اسٹڈی میں داخل ہوئی تھیں پورے اسٹڈی روم میں دھواں بھرا ہوا تھا۔وہ بیٹے کو تاسف سے دیکھنے لگی تھیں جو اپنی سوچوں اور کام میں اس قدر محو تھا کہ اسے ان کے آنے کا پتہ ہی نہیں چلا تھا۔انھوں نے آگے بڑھ کر پردے ہٹا کر کھڑکی کھول دی تھی اور چلتی ہوئی اس تک گئی تھیں اور اس کے ہاتھ سے سگریٹ لے لی تو وہ چونکا اور خالی خالی نگاہوں سے ماں کو دیکھنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھوں میں بے چینی اور بے بسی لہو بن کر اتری تھی اور پانی بن کر بہنے لگی تھی۔

"مام!کب میری سزا ختم ہو گی۔۔۔میں تھک گیا ہوں۔۔ٹوٹ گیا ہوں۔۔بکھر گیا ہوں۔آپ کی اور اپنی نگاہوں سے گر کر جی گیا۔لیکن مہ رخ،حارث اور عبید!عبید کی نگاہوں سے گر کر نہیں جی پاؤں گا۔"وہ ماں کے ہاتھوں پر سر ٹکائے رو رہا تھا۔اسٹڈی میں لیکچر کی تیاری کے لیے آیا عبید خان باپ کی آواز پر تھم گیا تھا۔

"مام!مجھے میرے بیٹے کی،عبید کی نگاہوں سے گرنے سے بچالیں۔اذیت اور کرب میں رہا،ایشل سے معافی کی تمنا میں جیا ،اس دھڑکے کے ساتھ زندگی گزاری کہ کہیں مہ رخ کو کچھ پتہ نہ چل جائے،لیکن مام!کبھی نہیں سوچا تھا کہ عبید کے سامنے بھی باپ کی اصلیت آسکتی ہے اور ایسا ہوا تو مر جاؤں گا،مام مجھے ذلت کی موت سے بچالیں۔"کنول خان بیٹے کی تڑپ پر تڑپ اٹھی تھیں۔وہ اس کے سکون کے لیے دعا کرتی رہتی تھیں کہ اس نے اپنی ہر اذیت اور تکلیف ان کے شانے پر سر رکھ کر ہی تو جہاں تک ممکن تھا بیان کی تھی،مگر آج وہ اسے جتنا دکھی پا رہی تھیں اتنا کبھی نہیں پایا تھا۔

"فضول بات نہ کرو!"انھوں نے دہل کر اس کو ڈپٹا تھا۔

"مام!وہ مجھ سے شدید نفرت کرتی ہے۔۔۔وہ مجھے معاف نہیں کرتی۔۔۔اس سے کہیں کہ وہ مجھے معاف کر دے۔۔۔مجھے اذیت سے نکال دے۔میں اذیت سہہ سہہ کر تھک گیا ہوں۔"اس کا لہجہ ٹوٹنے لگا تھا اس کی ہمت کی طرح۔

"میں نے تمہیں ہمیشہ سمجھایا زید!کہ تم نے ایشل کے ساتھ کچھ غلط نہیں کیا۔ہاں!غلط ضرور کرنا چاہتے تھے مگر کیا تو نہیں اور تم اپنے کئے آدھے ادھورے عمل پر شرمندہ ہو تو تمہیں اللہ نے معاف کر دیا۔ایشل بھی وہ سب بھول گئی ہو گی۔تم بھی وہ سب فراموش کر دو۔"وہ تکلیف سے کہہ رہی تھیں۔

"نہیں مام!وہ نہیں بھولی۔۔کچھ نہیں بھولی۔۔جب میں نہیں بھولا تو وہ کیسے بھول سکتی ہے؟اذیت دینے والے نے جب کچھ فراموش نہیں کیا تو اذیت سہنے والا کیسے سب فراموش کر سکتا ہے؟"وہ خود اذیتی کا شکار،نمناک لہجے میں بولا تھا۔

"مام!اور جب تک وہ مجھے معاف نہیں کر دیتی۔اللہ بھی مجھے معاف نہیں کرے گا اور میں کتنے لوگوں کا مجرم ہوں ایشل جسے میں نے روحانی اذیت دی،مہ رخ جسے اس کی دوست سے دور کر کے تڑپنے اور الجھنوں میں الجھنے کو چھوڑ دیا۔آپ کا کہ آپ کی پرورش کو سوالیہ نشان بنا کر گالی دی۔حارث کا اس کی عزت پر گندی نگاہ رکھی اور عبید کا جو میری وجہ سے اپنی محبت نہیں پا سکے

http://paksociety.com

گا۔ میں ایشل کا، اپنے دوست کا، اپنی بیوی کا، اپنی ماں کا اور اپنے بیٹے کا مجرم ہوں۔" وہ ماں کے زانو پر سر ٹکا گیا تھا۔

"تم کسی کے مجرم نہیں ہو کہ غلطی تو کیا گناہِ کبیرہ بھی اللہ بخش دیتا ہے۔ تم شرمندہ تھے، شرمندہ ہو، معافی مانگی، اللہ سے توبہ طلب کی۔ اب تم آزاد ہو تم کسی کے مجرم نہیں ہو، ایشل کے بھی نہیں کہ تم نے اسے اذیت دی پریشان کیا تو معافی بھی طلب کر لی۔ خطاوار تم جب ہوتے جب اپنی غلطی پر قائم رہتے جبکہ ایسا نہیں ہے۔ اس لیے اب تم خود ساختہ اذیت سے نکل آؤ کہ میں نہیں چاہتی کہ جس بات پر برسوں سے پردہ ہے وہ اب سب کے سامنے آئے اور تم یونہی جذباتیت دکھاتے رہے تو مہ رخ اور عبید کے سامنے بات آجائے گی اور بات سامنے آنے سے میں صرف تمہاری وجہ سے ڈرتی ہوں کہ تم ایسا نہیں چاہتے جبکہ میری سوچ کے مطابق دیکھا جائے تو اس بات کے سامنے آنے میں کوئی قباحت نہیں ہے کہ تم غلطی و گناہ سے پہلے ہی سنبھل گئے تھے اور مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے جو بھٹک گیا تھا مگر اب صراطِ مستقیم پر آگیا ہے اور ساری زندگی قائم رہا۔ مجھے فخر ہے کہ میں تمہاری ماں ہوں۔ تم میرا فخر ہو۔" وہ بیٹے کا سر اونچا کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں اور وہ ماں کو حیرانگی سے دیکھ رہا تھا جو باتیں وہ کئی سالوں سے اسے مبہم انداز میں سمجھاتی رہی تھیں آج کھل کر کہتیں اس کے آنسو پونچھ رہی تھیں۔

"مام! آپ ماں ہیں ناں آپ کا ظرف بھی بڑا ہے خدا کے بعد ماں ہی تو معاف کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے۔ اور آپ نے مجھے معاف کر دیا۔ مجھے اپنا فخر تک سمجھ لیا لیکن میں اس لائق نہیں کہ میں آج اذیت میں ہوں تو صرف اپنے کئے کے سبب، میری اذیت گزرے سالوں میں کم نہ ہوئی اور اب تو اضافہ ہونے کو ہے کہ میں جب جب اپنے بیٹے کو دکھی دیکھوں گا خود کو اس کا مجرم پا کر خود کو اذیت میں گھرنے سے روک نہیں پاؤں گا البتہ میں اذیت سے نکل سکتا تھا اگر ایشل مجھے معاف کر دیتی مگر وہ مجھے معاف نہیں کرتی۔" اس کے کانوں میں کچھ عرصہ پہلے کہیں ایشل کی باتیں گونجنے لگی تھیں۔

"زاہد مراد خان! میں آپ سے شدید نفرت کرتی ہوں۔ میں آپ کو معاف کرنا تو دور آپ کو معاف کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ آپ سے اتنی شدید نفرت ہے کہ میں نے مہ رخ کو چھوڑ دیا جبکہ میں مہ رخ سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ لفظوں میں بتا، تک نہیں سکتی۔ میں آپ کو معاف کر دیتی مگر میں کروں گی نہیں کہ جیسی اذیت میں نے سہی ہے اس اذیت سے آپ بھی گزرو گے تو تب آپ کو احساس ہو گا کہ جس ذلت کا احساس آپ نے مجھے بخشا تھا اس سے میں چاہ کر بھی نہیں نکل سکتی تو آپ کو معافی کا عندیہ دے کر میں کیسے آپ کو اذیت سے بچا سکتی ہوں اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں آپ کی جان لے لیتی مگر میں بہت بے بس ہوں اور بے بسی سے گزریں گے تو آپ کو احساس ہو گا کہ بے بسی کیسی روح کو چیر دینے والی اذیت کا نام ہے۔" یہ سب اس نے آج سے گیارہ سال پہلے زاہد خان سے کہا تھا کہ وہ اس شام مال میں ٹکرا گئے تھے اور اسے ایک بار پھر معافی مانگنے کا موقع مل گیا تھا ورنہ تو وہ اس سے پہلے بھی کئی دفعہ معافی طلب کر چکا تھا اور وہ معاف نہ کرنے پر بضد تھی۔ اور اس نے مال میں ٹکرانے سے قبل جب ایک دفعہ اسے فون کیا تھا تو وہ بولی تھی۔

http://paksociety.com

"میں آپ کو معاف نہیں کروں گی، میں اذیت بھول نہیں سکتی۔ معاف کر دیا تو آپ پُر سکون ہو جائیں گے اور جب میں اذیت میں ہوں تو آپ کیسے پُر سکون ہو سکتے ہیں؟ اور آپ کا راہ میں روک کر معافی طلب کرنا اور فون کرنا مجھے کتنی اذیت دیتا ہے یہ بھی صرف میں ہی جانتی ہوں۔ آپکی شکل، آپ کی آواز میرے زخم ہرے کر دیتی ہے۔ کاش! آپ کے سامنے آنے سے قبل، آپکی آواز سننے سے قبل مجھے موت آجایا کرے۔" بس اس کے بعد اس نے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی مگر وہ اس کی دعاؤں میں شامل رہی۔ اسی لیے تو وہ جب گیارہ سال بعد مال میں نظر آئی تھی تو وہ بے ساختہ اسکی طرف لپکا تھا اور پبلک پلیس کا خیال کئے بغیر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے مگر اس کا دل اب بھی نرم نہ پڑا تھا اور وہ اس کے جُڑے ہاتھ نظر انداز کر گئی تھی۔

"تم کیوں عبید کو دُکھی دیکھو گے؟ عبید کا ہم خود امل کے لیے پرپوزل لے کے جائینگے۔" وہ ماں کی بات پر چونک کر ان کو دیکھنے لگا تھا۔

"نہیں مام! ہم نہیں جائیں گے۔ ایشل، اس رشتے کے لیے کبھی بھی، کسی قیمت پر بھی نہیں مانے گی اور جس طرح عبید کو میرے انکار کا جواز اور وجہ جاننی ہے ایشل سے بھی جواز پوچھا جائے گا اور میں نہیں چاہتا کہ اس کا بھرم ٹوٹے۔ اس لیے اگر مجھے انکار کا جواز نتائج اور نفرت کی پرواہ کئے بغیر مہ رخ اور عبید کو بتانا پڑا تو میں بتادوں گا کہ خود نظروں سے گر جاؤں گا بیوی کی بھی، بیٹے کی بھی مگر ایشل کا وقار، اس کا بھرم نہیں ٹوٹنے دوں گا۔ اپنے کئے کا کفارہ آخری دم تک کیسے بھی ادا کرنا پڑا ادا کرتا رہوں گا۔" وہ خود کو سنبھال چکا تھا اس کا انداز ٹھوس اور بے لچک تھا۔

"لیکن بیٹا! ایک فیصلہ تم خود سے کیسے لے سکتے ہو؟ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ ایشل رشتے سے انکار کر دے گی، کسی قیمت پر نہیں مانے گی؟" وہ الجھ گئی تھیں کہ جب جب وہ ایشل کی حد درجہ فکر کرتا تھا اس کی پرواہ کرتا تھا اس کا خیال رکھتا تھا تو وہ یونہی الجھ جاتی تھیں کہ انہیں اس کی پرواہ کا انداز شرمندگی کے احساس سے بڑھ کر کسی اور ہی احساس سے میل کھاتا لگتا تھا مگر وہ احساس جو اس کی پرواہ کے انداز سے اپنے ذہن میں سر اٹھاتا ہوا، محسوس کرتی تھیں اس کو کوئی نام نہیں دے سکی تھیں کہ خیال سامنے نظر آتے مجسم احساس اور حقیقت کے سبب محض خیال ہی بن کر رہ جاتا تھا۔ لیکن برسوں بعد خیال مجسم حقیقت کا روپ دھارنے کو بے چین تھا۔

"مام! وہ مجھ سے اتنی نفرت کرتی ہے کہ وہ میری آواز، شکل، سننے، دیکھنے کی ہی روادار نہیں ہے۔ اس راستے سے بچ کر چلتی ہے جہاں میرے ہونے کا محض امکان ہوتا ہے تو وہ اتنا بڑا فیصلہ کیسے لے سکتی ہے؟ میرے سامنے سے بچنے کو اس نے مہ رخ سے دوستی نہ چاہتے ہوئے بھی ختم کی اور قطع تعلقی اختیار کر لی تو اب میرے بیٹے سے اپنی بیٹی کی شادی کیسے کر سکتی ہے؟ وہ کسی بھی ایکس ،وائے ،زیڈ سے اپنی بیٹی کی شادی کر دے گی لیکن میرے بیٹے کو کبھی اپنا داماد نہیں بنائے گی۔ چاہے اس کے لیے اسے کیسے بھی نقصان سے دوچار ہونا پڑے۔ اور اب اس کے نصیب میں میرے سبب کوئی خسارہ، کوئی اذیت نہیں آئے گی۔" وہ گہری سنجیدگی کی

http://paksociety.com

لپیٹ میں تھا اور وہ حد درجے متحیر کہ کہتے ہیں کہ دو لوگ آپ کو آپ سے بہتر جانتے ہیں۔ ایک وہ جو آپ سے محبت کرتا ہے اور ایک وہ جو آپ سے نفرت کرتا ہے اور وہ نہیں سمجھ پا رہی تھیں کہ یہ زاہد خان کی محبت تھی کہ نفرت۔۔۔۔؟

"تم کچھ بھی کہو زید میں عبید کا کوئی بھی نقصان نہیں چاہتی۔ اس نے اپنے احساسات اپنے محسوسات میرے ساتھ بانٹے ہیں۔ امل اس کے لیے خود اس سے زیادہ اہمیت اختیار کر چکی ہے۔ انکار اور اقرار کی توجیہ سے ہٹ کر ہمیں عبید کی خوشی کے لیے کم از کم رشتہ تو ڈالنا ہی چاہئے کہ ایسا نہیں کیا تو عبید سچی مسرت کے ساتھ ساتھ تم سے بھی بہت فاصلے پر چلا جائے گا۔ کوشش کہ بعد ناکام ہوا تو وہ مطمئن رہے گا، لیکن بناء کوشش کے ناکام ہوا تو وہ اطمینان کھو کر تم سے، ہم سے، خود سے بہت دور چلا جائے گا۔ ایک تشنگی اسے ستاتی رہے گی کہ اگر تم انکار نہ کرتے، اگر تم رشتہ لے جاتے اگر وہ کچھ کر پاتا، میں اور مہ رخ اس کا ساتھ دیتے، اگر وہ ذرا سی کوشش کرتا تو امل اس کی ہو جاتی۔ یہ اگر اور کاش کی جنگ بہت بری ہوتی ہے اور یہ تم سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا۔" وہ نرمی سے مدبرانہ انداز میں کہتیں لحظہ بھر کو رکی تھیں۔

"تم 25 برسوں سے اگر اور کاش کی کشمکش میں گھرے ہوئے ہو کہ اگر تم نفس کی غلامی نہ کرتے تو اپنی ہی نظروں سے نہ گرتے۔ کاش! ایشل تمہیں معاف کر دیتی۔ جب تم اگر اور کاش کی اذیت سے واقف ہو تو سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا کہ عبید خوش نہ ہوا تو تمہاری زندگی میں اگر اور کاش بڑھ جائیں گے۔" وہ ہمیشہ اس کی درست راہنمائی کرتی تھیں۔

"مام! مگر میں عبید کی خوشی کے لیے بھی اس گھر تک نہیں جا سکتا جہاں ایک ایسی عورت بستی ہے جو مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ میں اس عورت کے آگے چاہ کر بھی اپنے بیٹے کی خوشی کے لیے دستِ سوال بلند نہیں کر سکتا۔" وہ بے بسی کی انتہاؤں پر تھا۔

"لیکن میں تو کر سکتی ہوں ناں!" وہ ماں کو خالی خالی نگاہوں سے تکنے لگا تھا۔

"میں برسوں پہلے ہی ایشل سے بات کرنا چاہتی تھی۔ اس کو سمجھانا چاہتی تھی، تمہارے لیے معافی طلب کرنا چاہتی تھی مگر تم نے روک لیا اور میں تمہاری قسم کے حصّار میں بندھی، تمہیں تکلیف میں دیکھتی تکلیف کا شکار ہوتی رہی۔ لیکن اب عبید کی خوشیوں اور اطمینان کی راہ کے کانٹے میں خود چنوں گی۔ امل کا رشتہ لے کر جاؤں گی۔ اپنے پوتے کی خوشی اور اس کے حق کے لیے کوشش کروں گی، اب امل کو عبید کا بننے سے اللہ کی رضا اور تقدیر کا فیصلہ روک سکتا ہے اور کوئی چیز نہیں روک سکتی، نہ ہی تمہارا گریز نہ ہی ایشل کا انکار، یہ یاد رکھنا تم!" وہ سختی سے کہتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ عبید خان بڑی تیزی میں وہاں سے نکل گیا تھا۔

"چاہے تم روکو میں پرپوزل کے قبول ہو جانے تک اپنے پوتے کا ساتھ دوں گی، چاہے تم نہ چاہو۔" کنول خان بیٹے کو حیران اور بے بس چھوڑ کر اسٹڈی سے نکل گئی تھیں اور اس کی اذیت تھی کہ بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

"میری بیٹی کی شادی اس شخص کے بیٹے سے ہرگز نہیں ہو گی۔" کچھ دیر قبل کنول خان عبید کا پرپوزل لے کے آئی

http://paksociety.com

تھیں۔ان کے سامنے ایشل بہت ضبط کا مظاہرہ کرتے کرتے بھی انکار کر گئی تھی اور وہ وہاں ٹھہری بھی نہ تھی۔کنول خان، کوثر لودھی کو سوچنے، سوچ کر جواب دینے کا کہہ کر چلی گئی تھیں اور حارث کے آفس سے آنے کے بعد کوثر لودھی نے اس سے بات کی تھی اور وہ بہت سختی سے بولتی ان دونوں کو ہرگز بھی اچھنبے میں ڈالنے کا سبب نہ بنی تھی کہ وہ اس کے تیور شام کو ہی دیکھ چکی تھیں اور جب پتہ چلا تھا کہ عبید کس کا بیٹا ہے تو انہیں اس سے ایسے ہی بلکہ اس سے زیادہ عجیب رویے کی توقع تھی۔

"لیکن کیوں؟" حارث کے کیوں نے ایشل کو فنا کر ڈالا تھا۔۔۔بہو کے چہرے پر بکھری بے بسی اور اذیت محسوس کرتیں وہ بیٹے کو گھورنے لگی تھیں۔

"عبید ہی نہیں امل بھی عبید کو پسند کرتی ہے اس لیے عبید سے مل لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" اب کے وہ نرمی سے بولا تھا۔

"حرج ہے۔۔بہت حرج ہے۔۔مجھے زاہد خان پر اعتبار نہیں ہے۔جب مجھے اس شخص پر اعتبار نہیں ہے تو میں اس کی تربیت، اس کے خون پر کیسے اعتبار کر لوں؟" اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔کوثر لودھی نے بہو کے ہاتھ پر دلاسہ دینے والے انداز میں ہاتھ رکھا تھا۔

"حارث! میں نے ہماری شادی شدہ زندگی میں کبھی تم سے جھوٹ نہیں بولا مگر یہ میری زندگی کا ایک ایسا تکلیف دہ راز ہے کہ جو میں نہیں چاہتی تھی کہ کسی کے سامنے آئے۔مجھے کوئی ڈر نہیں تھا مگر اپنا بھرم قائم رکھنا چاہتی تھی۔اور تم سے کبھی بھی نہیں کہا تو صرف اس لیے کہ وہ بات ہماری شادی سے پہلے کی تھی۔" اس نے آنسو رگڑتے ہوئے دھیمے لہجے میں بات بتانا شروع ہی کی تھی کہ وہ بول پڑا۔

"میں جانتا ہوں ایشل۔۔!" وہ ششدر سی اسے تکنے لگی تھی۔

"میں نے تمہاری ڈائری پڑھی تھی اور سب جان کر بھی چپ رہا کہ مجھے تمہارا بھرم عزیز تھا۔اور کچھ کہتا تو تب ناں جب تمہاری کوئی خطا ہوتی۔" وہ اس کے آنسو پونچھتے ہوئے بول رہا تھا۔کوثر لودھی ان کے کمرے سے نہایت خاموشی اور نامحسوس انداز میں نکل گئی تھیں اور وہ اس کے کاندھے پر سر ٹکائے بلک اٹھی تھی۔

"میں نے بہت تذلیل محسوس کی تھی حارث! بہت اذیت میں رہی۔وہ مجھ سے ایسا مطالبہ کر رہا تھا کہ میں مر تو سکتی تھی مگر اسے پورا نہیں کر سکتی تھی۔" وہ درد ایسا تھا جو آج بھی تکلیف دیتا تھا اور شاید اس لیے بھی اس کی تکلیف کی شدت زیادہ تھی کہ اس نے کبھی کسی سے کہا نہ تھا۔

"اس نے کیا سوچ کر ایسا مطالبہ کیا تھا۔۔اس نے کیا سمجھ رکھا تھا مجھے؟" وہ اذیت سی محسوس کرتی بولی تھی۔

"بھول جاؤ وہ سب ایشل!" اس کی تکلیف کو سمجھتے ہوئے نرمی سے سمجھایا تھا۔

http://paksociety.com

"ہاں! بھول جانا چاہتی تھی مگر بھول نہیں پائی۔ اسے بھلانے کو مہ رخ کو بھی بھلا دیا مگر وہ سب نہ بھلا سکی۔" وہ بے بسی سے بولی تھی۔

"تم اسے معاف کر دیتیں ناں تو وقت کے ساتھ ساتھ بھول جاتیں۔ اسے سزا دینے کی چاہ میں وہ بھی یاد رہا اور اس کی دی تذلیل بھی۔" حارث کے انداز میں نرمی تھی۔

"میں نے اسے معاف کر دیا تھا حارث! مگر اس کے سامنے اقرار نہیں کیا تھا کہ وہ بھی اذیت میں رہے۔ ورنہ تو اس کو معاف کر دیا تھا کہ اس کو معاف نہ کر کے میں اللہ کی گناہ گار نہیں بن سکتی تھی۔ میرے اللہ کی ہی تو رحمت تھی کہ اس نے میری عزت اور آبرو کی حفاظت فرمائی تھی اور میں نے اپنے اللہ کے لیے اسے معاف کر دیا تھا۔ بس اس سے یا اس سے وابستہ چیزوں سے گریزاں رہی تو صرف اپنے لیے کہ میں اس ذلت کو چاہ کر بھی نہیں بھول پا رہی تھی۔ مہ رخ کے چہرے میں مجھے اس کا چہرہ نظر آتا تھا۔ مہ رخ جب بولتی تھی تو میں ڈر جاتی تھی۔ میرے کانوں میں اُس کا مطالبہ گونج اٹھتا تھا۔ میں تو خود سے گریزاں رہی اور اسے معاف نہ کرنے کا کہا تو صرف اس لیے کہ وہ مطمئن ہو کر مہ رخ کو گھر نہ بھیجنے لگے، اس کے ساتھ خود نہ آنے لگے۔ میں تو بس اپنے وہم، اپنے خیالات سے ہی ڈرتی رہی۔ اور اب میری نئی آزمائش۔ اس سے بچنے کے لیے مہ رخ کو چھوڑ دیا۔ اب اس کے بیٹے کو اپنا داماد کیسے بنالوں؟ میں اس شخص پر اس کے بیٹے پر کیسے اعتبار کر لوں۔" وہ بہت شکستہ نظر آ رہی تھی۔

"امل کی پیدائش پر میں کتنا روئی تھی، میں اسکے نصیب سے خوفزدہ تھی، ساری زندگی دعا کرتی رہی کہ اس کا نصیب اس کی ماں کی طرح کا نہ ہو۔" حارث نے بیوی کے ہاتھ پر دباؤ ڈالا تھا۔ مقصد اسے چپ کروانا تھا مگر وہ بولتی رہی تھی۔

"میں عبید سے اپنی بیٹی کی خوشی کے لیے اس کی شادی کر بھی دوں تو ساری زندگی غیر مطمئن رہوں گی کہ میں عبید خان پر اعتبار نہیں کر سکتی۔" وہ تاسف سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اسے کبھی جان ہی نہیں پایا تھا۔ وہ کبھی کھلی کتاب سی لگتی تھی اور کبھی گہرے سربستہ رازوں سے مزین انسائیکلوپیڈیا معلوم ہوتی تھی۔

"23 سال میں نے مکمل چاہتوں اور مان سے لبریز گزارے، پھر جیسے کسی کی نظر لگ گئی۔ مجھ سے جڑنے والا ہر نیا رشتہ ادھورا تھا، میں گزرے 25 سالوں سے بہت ادھوری ہوں، میری چاہتیں ادھوری ہیں، میری آسودگی ادھوری ہے۔ لیکن ان 25 سالوں میں دو پھول ایسے کھلے جو مکمل تھے، چاہتوں سے اور خوشبوؤں سے بھرے۔ میں امل اور رامش کے رشتوں میں ادھورا پن نہیں چاہتی اور عبید سے امل کی شادی ہوئی تو ویسے ہی فاصلے آجائیں گے جیسے حارث لودھی، عائزہ، مہ رخ اور ایشل لودھی کی دوستی کے درمیان آگئے۔ میں ادھورے پن کی عادی تو ہو گئی ہوں لیکن یہ ادھورا پن قبول نہیں کر پاؤں گی، اپنے بچوں کو خود سے دور نہیں دیکھ پاؤں گی۔ عبید سے شادی ہوئی تو میں امل سے دور ہو جاؤں گی اور امل کی عبید سے شادی نہ ہوئی تو وہ مجھ سے دور ہو جائے گی، خسارہ ہر صورت میں نے ہی برداشت کرنا ہے تو یہ بات جان لو حارث کہ مجھے اس شخص پر بالکل اعتبار نہیں ہے اس لیے میں بعد کا

http://paksociety.com

خسارہ برداشت کرلوں گی جیسے تائی اماں نے کیا تھا جب عائزہ کو نہ پاکر تم ان سے گریزاں ہوتے ان سے دور ہو گئے تھے۔اب فیصلہ تمہارے اور امل کے ہاتھ میں ہے۔چاہو تو امل کو انکار کی وجہ بتادو۔اگر وہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی عبید سے شادی کرنا چاہے گی تو میں اسے مہ رخ کی طرح چھوڑ دوں گی۔" وہ اب نارمل نظر آرہی تھی جبکہ وہ حیرانگی سے اُسے تک رہا تھا۔

"دوست اور بیٹی میں کوئی فرق نہیں ہے تمہاری نگاہ میں؟" کافی دیر بعد بولا تھا۔

"فرق تو بہت بڑا ہے مگر رشتہ تو رشتہ ہوتا ہے،دوستی کا ہو یا ماں بیٹی کا۔کسی بھی سبب دوست کو چھوڑا جاسکتا ہے تو بیٹی کو بھی چھوڑا جاسکتا ہے۔میں ساری زندگی رشتوں کے لیے جیتی آئی ہوں۔رشتوں کی بقاء کے لیے خود کو جھکاتی آئی ہوں۔اپنی عزتِ نفس اور انا کو میں کئی برس پہلے اپنے ہی پیروں تلے کچل چکی ہوں۔زاہد خان اور حارث لودھی نے نہیں،اپنے ساتھ میں نے خود برا کیا۔تم دونوں نے تو میری تذلیل کم کی اپنی تذلیل زیادہ تو میں نے خود کی۔رشتوں کے لیے خود کو قربان کرتی رہی۔جتنا اور جہاں تک کمپرومائز کرسکتی تھی کیا اور آگے بھی کروں گی،لیکن جہاں نہیں کرسکتی وہاں نہیں کروں گی۔" اس کا لہجہ اٹل اور دوٹوک تھا اور وہ لفظ لفظ حقیقت پر مبنی بولی تھی۔اس لیے وہ شرمندہ سا چپ کا چپ رہ گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

"تڑاخ!" کمرے میں موجود ہر ذی نفس اس کو دیکھ کر تحیّر کی لپیٹ میں آیا تھا اور اس کا عمل سب کو ششدر کر گیا تھا۔

"میری بیٹی کہاں ہے مسٹر خان!" وہ نفرت سے پھنکاری تھی اور وہ ماں اور بیوی کے سامنے تھپڑ کھا کر اذیت اور ذلت کے احساس سے ساکت کھڑا رہ گیا تھا۔

"جواب دو مسٹر خان!میری بیٹی کہاں ہے؟اگر تمہارے بیٹے نے میری بیٹی کو ذرا سی بھی زِک پہنچائی تو میں تمھیں اور اسے جان سے مار دوں گی۔" وہ چلا رہی تھی اور وہ ساکت کھڑا تھا اور وہ دونوں جیسے ہوش میں آگئی تھیں۔

"ایشل لودھی!آپکی بیٹی کہاں ہے یہ آپ میرے شوہر سے کیوں پوچھ رہی ہیں؟اور آپ کو کس نے حق دیا ہے کہ آپ میرے شوہر کی تذلیل کریں،ہاتھ اٹھائیں اور چلائیں۔" مہ رخ اس کے سامنے رکتے ہوئے بنا کسی قسم کا لحاظ کرتے ہوئے استفسار کر گئی تھی۔

"تمھارا شوہر اور بیٹا اس سے زیادہ ذلت کے سزاوار ہیں۔" ایشل بدلحاظی اور غصہ سے چیخی تھی اور وہ غصہ کی لپیٹ میں آکر کچھ کہہ رہی تھی کہ کنول خان نے آگے بڑھ کر بہو کا بازو تھام لیا۔

"کان کھول کر سن لو مہ رخ!اگر میری بیٹی کو تمہارے بیٹے نے کسی قسم کا نقصان پہنچایا تو میں تمہارے بیٹے کو نیست و نابود کر دوں گی۔" وہ کسی کو موقع دیئے بناء بس خود ہی بولے جارہی تھی۔

"کوئی بات ہے تو آپ طریقے سے کرلیجئے۔" کنول خان نے غصے کو عقل پر حاوی نہ ہونے دیا تھا۔

http://paksociety.com

"طریقے سے بات کروں؟ آپ جیسے گھٹیا لوگوں سے اب میں طریقے سے نہیں آپ لوگوں کے مزاج اور طریقے سے ہی بات کروں گی۔" وہ ہر گز بھی دھیمی نہیں پڑی تھی۔

"ایشل! تمیز سے بات کریں۔ میں اپنی مام کی انسلٹ کرنے کی اجازت آپ کو ہر گز نہیں دوں گا۔" وہ خود کو کمپوزڈ کرتا سختی سے بولا تھا۔

"آپ دوسروں کی عزتوں پر نظر رکھتے ہیں۔۔۔ پامال کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ لوگوں کو بے عزت کرتے ہیں تو آپ کو کوئی افسوس نہیں ہوتا۔۔۔ نہ خوفِ خدا ستاتا ہے مگر آپ لوگوں کو اپنی عزتوں کا کتنا خیال ہے، ذرا سے سخت الفاظ اور درشت لہجہ برداشت نہیں کر سکتے۔" اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"ایشل! تم بتاؤ گی کہ بات کیا ہے۔۔۔؟" مہ رخ کی برداشت جواب دینے لگی تھی۔

"مہ رخ! تمھارا بیٹا میری امل کو نہ جانے کہاں لے گیا ہے؟" ان تینوں پر تو جیسے آسمان ٹوٹ پڑا تھا۔

"میری بیٹی مجھے چاہیئے، میری بیٹی پر، اس کی عزت پر آنچ بھی آئی تو میں۔۔۔" وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کر بلکنے لگی تھی۔

"ایشل! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ میرا بیٹا ایسا نہیں ہے، وہ ایسی حرکت کر ہی نہیں سکتا۔" وہ حیرانگی سے تکتی پُر یقین لہجے میں بولی تھی۔

"میں جھوٹ کیوں بولوں گی۔۔۔ جھوٹا الزام کیوں لگاؤں گی۔۔۔ میں جو کہہ رہی ہوں اس پر یقین کرو مہ رخ! تمھارا بیٹا کالج سے امل کو کہیں لے گیا ہے۔ شانزہ نے خود آکر بتایا ہے، اگر میری بات پر یقین نہیں تو ہاشم بھائی کی بیٹی سے فون کر کے پوچھ لو۔۔۔" ایشل بے بسی کی انتہا پر تھی کہ جب شانزہ کالج سے اکیلی گھر واپس آئی اور اس نے بتایا کہ امل کو عبید خان زبردستی اپنے ساتھ لے گیا ہے تو اس کے پیروں سے تو زمین ہی نکل گئی اور وہ پریشانی کے عالم میں بے قابو ہوتے غصہ کے ساتھ مراد پیلس چلی آئی تھی کہ حارث اور کوثر لودھی کل ہی اسلام آباد گئے تھے کیونکہ مشل کے بیٹے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا اور اس کی حالت نازک تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہاشم اور اس کی بیوی بھی نکل گئے تھے اس لیے جو کچھ بھی کرنا تھا اسے ہی کرنا تھا۔

"ہمیں آپ کی کہی ہر بات پر یقین ہے ایشل!" اس کے انداز اور لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ وہ تینوں ہی بُری طرح چونکی تھیں۔ وہ پریشانی بھول کر شوہر کو دیکھ رہی تھی اور وہ رونا چھوڑ کر اس چہرے کو دیکھ رہی تھی جس سے اسے شدید نفرت تھی۔ مگر آج وہ خود چل کر اس تک آئی تھی۔

"آپ آرام سے گھر جائیں۔۔۔ آپکی بیٹی کی سلامتی میری ذمہ داری ہے۔ اسے آنچ بھی نہیں آئے گی۔" وہ اس کی آنکھوں کی بے یقینی دیکھ کر نرمی اور حلاوت سے یقین دلانے والے لہجے میں بولا تھا۔

"آپ سچ کہہ رہے ہیں ناں! میری بیٹی کو کچھ ہو گا تو نہیں۔۔۔؟" وہ خدشات کا شکار تھی اس کا ذہن اور دل پتے کی طرح لرز

http://paksociety.com

رہے تھے۔

"نہیں! یقین رکھیں امل کو کچھ نہیں ہو گا۔ عبید اپنے باپ کی طرح نہیں ہے۔ وہ امل سے محبت کرتا ہے۔ اسے بے عزت کرنا تو دور سوچے گا بھی نہیں۔ مر جائے گا لیکن اپنی محبت اور اس کے مقام اور مرتبے کو مرنے نہیں دے گا کہ وہ ماضی کے زاہد خان جیسا نہیں ہے۔ حال کے زاہد خان جیسا ہے۔ زاہد خان اچھی تربیت کے ہوتے بھٹک گیا تھا لیکن عبید خان نہیں بھٹکے گا کہ وہ بھٹکنا ہی نہیں چاہتا۔" وہ شائستگی سے نم لہجے میں بول رہا تھا تب ہی قدموں کی آواز گونجی تھی۔ آنے والا عبید خان تھا جس نے امل کا بازو جکڑا ہوا تھا اور وہ بری طرح روتے ہوئے اس کے ساتھ تقریباً گھسٹتے ہوئے آ رہی تھی۔

"مما!" سب کے متوجہ ہوتے ہی اس نے امل کی کلائی آزاد کی تھی اور وہ دوڑ کر ماں کی بانہوں میں سمٹ سی گئی تھی۔

"تڑاخ! امل کو تم کہاں اور کیوں لے گئے تھے؟" مہ رخ نے بیٹے کو کھینچ کر زور دار طمانچہ مار دیا تھا اور غصے سے استفسار کیا تھا۔

"میں امل کو کورٹ لے گیا تھا۔۔۔ کورٹ میرج کے لیے۔" وہ انتہائی سنجیدگی سے بولا تھا۔

"چٹاخ! کیوں کیا تم نے ایسا۔۔۔؟" وہ بیٹے کی بات سن کر مشتعل ہو کر اسے لگاتار تین طمانچے لگا گیا تھا وہ جو عبید خان کی بات سن قدموں تلے زمین سرکتی محسوس کرتی بیٹی کو دلاسہ تک نہیں دے سکی تھی اور نہ ہی محبت اور فکر سے اس کے تڑپتے بلکتے وجود پر شفقت سے حصار باندھ سکی تھی اور وہ بے ہوش ہوتی اس کی بانہوں کے کمزور حصار سے نکلتی چلی گئی تھی۔ دھڑام کی آواز پر سب چونک اٹھے تھے اور اس کے ساکت وجود میں بھی گویا جان لوٹ آئی تھی۔ وہ پنجوں کے بل زمین پر ٹکتی بیٹی کو ہلانے لگی تھی۔

"امل! آنکھیں کھولو امل۔۔۔!" اب وہ بری طرح رو رہی تھی۔ زاہد خان نے جھک کر نبض چیک کی تھی اور ملازمہ سے پانی منگوا کر امل کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے تھے۔ کچھ دیر میں اس نے آنکھیں کھول دی تھیں اور ماں سے لپٹ کر پھر رونے لگی تھی۔

"مما! بلیومی میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں تو نکاح نامے پر سائن بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ سر عبید نے سب کچھ بائی فورس کروایا ہے۔ میری بات کا یقین کریں مما!" وہ اس کے دل کا خون کرنے لگی تھی اور اس نے نگاہ اٹھا کر زاہد خان کو دیکھا تھا اور وہ شرمندگی سے نگاہ چرا گیا تھا کہ اس کی نگاہ کی تحریر اس نے پڑھ لی تھی جو کہہ رہی تھی کہ یہی ہے عبید خان کی سچائی اس کی اچھائی، کبھی نہ بھٹکنے والی روش۔۔۔؟

"مجھے یقین ہے میری بیٹی پر کہ وہ کبھی بھی کچھ غلط نہیں کر سکتی۔" اس نے بیٹی کے آنسو پونچھے تھے۔

"مما! آپ مجھے چھوڑ تو نہیں دیں گی ناں؟" وہ ماں کا ہاتھ تھامے خوف کا شکار تھی کہ وہ ماں کے فیصلے سے واقف تھی اور اس نے ماں کے لیے عبید خان کی محبت سے دستبرداری قبول کر لی تھی۔ ایشل نے بیٹی کو کچھ نہیں بتایا تھا صرف اتنا بولی تھی کہ اس کی

http://paksociety.com

شادی عبید سے نہیں ہو سکتی اگر وہ عبید سے شادی کرنا چاہے گی تو اُسے ماں سے ہر ایک تعلق ختم کرنا ہو گا اور امل نے ماں کا انتخاب کیا تھا مگر یہ کہاں جانتی تھی کہ قسمت اسے اس نئی ڈگر پر لے کر ہی جائے گی۔

"نہیں! کہ ناخن بڑھ جائیں تو صرف ناخن ہی کاٹے جاتے ہیں انگلیاں نہیں۔" وہ ایک اذیت سے بولی تھی، کہ خود ساختہ اور خونی رشتوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔ خون کے رشتے کہاں ایسے کہہ دینے، رابطے ختم کر لینے سے ٹوٹتے ہیں۔ وہ بیٹی کے آنسو صاف کرتی جانے کے لیے بیٹی کا ہاتھ تھامے آگے بڑھی تھی کہ عبید خان راہ میں آ گیا تھا۔

"مسز ایشل لودھی آپ اکیلے ہی یہاں سے جا سکتی ہیں۔ میری مسز کو لے کر نہیں جا سکتیں۔" اس نے عبید خان کو دیکھا تھا اس میں باپ کی شباہت بہت زیادہ تھی۔

"تم نے ثابت کر دیا عبید خان کے خون اپنا اثر ضرور دکھاتا ہے۔ تم نے چلنا تو اپنے باپ کے ہی نقشِ قدم پر تھا ناں! اور تم نے آج اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ ماں کی تربیت باپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش میں ملیامیٹ ہو جاتی ہے۔ کنول خان کی اچھی اور نیک تربیت کے باوجود زاہد خان ویسا ہی بنا جیسا کہ اس کا باپ تھا اور تم، مہ رخ کی نیک پاکیزہ تربیت کے باوجود ویسے ہی بنے جیسا تمھارا باپ تھا۔ تمہارے باپ کو لگتا ہے، بلکہ یقین ہے اسے تم پر کہ تم اس کے ماضی جیسے نہیں، حال جیسے ہو۔ لیکن ماضی برا ہو تو حال پر چھینٹیں تو ضرور ہی پڑتی ہیں مگر تمہارے باپ کو لگتا ہے کہ اس نے کچرے کے ڈھیر میں پھول اگائے ہیں، دیکھیں مسٹر خان آپ کتنے غلط تھے کہ آپکا بیٹا آپ کے ماضی جیسا ہی ہے۔ آپ تو کہتے تھے کہ یہ امل سے محبت کرتا ہے، اگر محبت کرتا تو یوں کرتا۔۔۔ زبردستی نکاح پڑھواتا۔۔۔ کبھی نہیں کہ جن سے محبت کی جائے ان کی تعظیم کرنی پڑتی ہے۔ اور عورت کی تعظیم کرنا تمہارے خون میں ہی شامل نہیں۔" وہ جتنی حقارت اور نفرت کا مظاہرہ کر سکتی تھی کر گئی تھی۔

"مسز ایشل! ہم محبت کرنا بھی جانتے ہیں اور تعظیم کرنا بھی۔ نفس کے اتنے غلام تو ہم بھی نہیں کہ ماں کی تربیت کو گالی بنا دیں۔ کہ میں اگر نفس کا غلام ہوتا اور امل سے محبت نہ کرتا ہوتا، اسے صرف تسکین کا ذریعہ سمجھتا تو نہ یہ سر اٹھا کر کھڑی ہوتی، نہ ہی آپ سر اٹھا کر مجھ پر اور میرے باپ پر انگلی اٹھانے کے قابل ہوتیں۔" اس کا لہجہ سانپ کی سی پھنکار لیے ہوئے تھا۔

"عبید!" اسے بیٹے کے الفاظ اور گستاخانہ لہجہ بلکل اچھا نہیں لگا تھا اس لیے ٹوکا تھا۔

"زاہد خان کیسا تھا، کیا کچھ ماضی میں کرتا رہا یہ آپ کا مسئلہ نہیں ہے کہ آپ کے ساتھ صرف غلط کرنا چاہا تھا۔۔۔ غلط کیا نہیں تھا۔" وہ باپ کی تنبیہہ کو کسی خاطر میں لائے بنا بولا تھا اور ایشل کو زلزلوں کی زد پر لے گیا تھا۔

"اور غلط کرنے کا سوچنے، ارادہ کرنے پر اللہ سزا دینا تو دور اللہ انسان کے کھاتے میں بھی نہیں لکھتا تو آپ کیسے زاہد خان کو صرف اس کے ارادے کی بنیاد پر سزا دیتی رہیں؟" وہ ایشل سے سوال کر رہا تھا کہ زاہد خان بول پڑا۔

"عبید! اب آگے ایک لفظ مت کہنا۔ جس معاملے سے تمھارا کوئی تعلق نہیں اس میں دخل اندازی ہر گز نہ کرو۔" وہ

http://paksociety.com

اشتعال میں آچکا تھا۔

"اس معاملے سے میرا تعلق نہ تھا تو اس معاملے کا اثر میری زندگی پر کیوں پڑ رہا تھا؟" وہ باپ کا لحاظ کرتے ہوئے اب کے دھیما پڑ گیا تھا۔

"تمھاری زندگی پر اثر پڑ بھی رہا تھا تب بھی میں اس معاملے میں کسی کو بھی بولنے کی اجازت نہیں دوں گا۔" اس کا انداز بے لچک تھا۔

"ڈیڈ! آپ نے 25 سال ایک ایسی بات کے لیے سزا کاٹی ہے جس نے کسی کی بھی زندگی تباہ نہیں کی بلکہ آپ کی زندگی بنا دی، آپ کو صراطِ مستقیم پر چلنے کا موقع فراہم کر دیا۔ مسز ایشل کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا تھا تو یہ آپ کو کس چیز کی سزا دیتی رہیں؟" وہ ساکت کھڑی ایشل لودھی کو دیکھ رہا تھا۔ مہ رخ اور امل بات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں اور دونوں ہی کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہی تھیں۔

"جواب ہے آپ کے پاس مسز لودھی؟" ایشل کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے تھے لب اب بھی خاموش رہے تھے۔

"انسان برا کرنا چاہے تو اسے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ زاہد خان آپ کے ساتھ کچھ بھی غلط کرنا چاہتے تھے تو آپ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھیں کہ کچھ معاملات، کچھ وقت ایسے نازک ہوتے ہیں کہ با اختیار سے با اختیار انسان بھی بالکل بے اختیار اور بے بس ہو جاتا ہے۔ مگر اللہ نے آپ کو با اختیار ہی رکھا۔ بے بسی کے لفظ سے آشنائی تو کروائی مگر معنی اور مطلب نہیں سمجھائے۔ لیکن آپ اپنی آزمائش پر تو اس وقت پورا اُتریں مگر جیسے ہی اختیار ملا بے حس ہو گئیں۔ آپ نے زاہد خان کو معاف نہ کیا یہ تک نہ سوچا کہ اس واقعے نے ایک بھٹکے ہوئے شخص کو سیدھا راستہ دکھا دیا۔ آپ کو زاہد خان کی بدی کو نیکی میں بدلنے کا ذریعہ بنایا گیا مگر آپ نے اپنی خوش بختی کو ٹھکرا دیا۔ معاف کرنا تو خدائی صفت ہے اور آپ اس صفت کو اپنا نہ سکیں۔ خود بھی اذیت میں رہیں اور زاہد خان کو بھی رکھا۔" وہ باپ کے روکنے، ٹوکنے اور گھورنے کے باوجود بولے جا رہا تھا۔

"آپ اس اذیت کو نسل در نسل چلانا چاہتی ہیں۔ آپ نے میرے پرپوزل کو صرف اس لیے ریجیکٹ کر دیا کہ میں زاہد خان کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ بات میرے لیے قابلِ فخر ہے کہ میں زاہد خان کا بیٹا ہوں۔ میں خود کو خوش نصیب تصور کرتا ہوں کہ میں زاہد خان کا بیٹا ہوں۔ میرے باپ کا ماضی میں جانتا ہوں جس پر مجھے شرمندگی بھی ہوتی ہیمگر جب میں جب اپنے باپ کے حال پر نظر کرتا ہوں تو احساسِ تفخر سے میرا سر بلند ہو جاتا ہے کہ میں ایسے شخص کا بیٹا ہوں جو برا تھا برا ہے نہیں۔ یہ جو لفظ "تھا" ہے ناں یہ مجھے احساسِ تفخر اور احساسِ تشکر میں مبتلا کر دیتا ہے کہ میں ایسے شخص کا بیٹا ہوں جو بہت برا تھا مگر رب کی رحمت سے اچھا بن گیا۔ اور میرے لیے یہ بات اہم ہے کہ میرا باپ ابھی کون ہے یہ بات اہم نہیں کہ وہ کب کیا تھا کہ ماضی تو عبرت حاصل کرنے، مستقبل میں گرنے سے بچنے کا نام ہے اس لیے مجھے اپنے باپ کے ماضی پر کوئی شرمندگی اور ندامت نہیں ہے۔" وہ پورے دل کی سچائی سے

http://paksociety.com

بول رہا تھا اس کے باپ کے لیے جذبات اس کے لہجے کو نمی عطا کر گئے تھے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔ کنول خان نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا وہ زبردستی مسکراتا ایک بار پھر بولنے لگا تھا۔

"میں نے امل کے ساتھ جو بھی کیا جان کر کیا، میں اس سے زیادہ کر سکتا تھا مگر میری ماں کی تربیت نے ایسا کرنے نہ دیا۔ لیکن میں نے جو بھی کیا وہ صرف آپ کو یہ بتانے کے لیے کیا کہ کوئی برا کرنا چاہے تو اسے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ لیکن امل کے ساتھ میں کچھ بھی برا نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میں امل سے محبت کرتا ہوں، اس کو زبردستی لے جا کر کورٹ میرج اس لیے کی کہ میں آپ کو بتانا چاہتا تھا کہ زاہد خان کا بیٹا اتنا بھی نفس کا غلام نہیں۔ میں نے نہ آپ کی بیٹی کی عزت پر ہاتھ ڈالا۔۔۔ نہ ہی اپنے کسی حق کا استعمال کیا۔" اس نے نکاح کرنے کا جواز خود ہی بتا دیا تھا۔

"آپ اپنی بیٹی، میری مسز امل خان سے پوچھ سکتی ہیں اور اسے یہاں سے لے جا بھی سکتی ہیں۔ بہت جلد آپ کی بیٹی کو طلاق کے کاغذات مل جائیں گے۔" وہ ان سب پر دھماکوں پر دھماکے کر رہا تھا۔ امل نے بہت تڑپ کر اسے دیکھا تھا کہ دھمکیاں دے دے کر نکاح نامے پر سائن کروائے تھے اور کچھ ہی دیر میں طلاق کی بات کر رہا تھا مگر کیوں۔۔۔؟

"عبید! بکواس بند کرو اپنی۔۔۔" کنول خان نے پوتے کو بری طرح ڈانٹا تھا۔

"میں نے نکاح مسز ایشل کو صرف یہ بتانے کے لیے کیا کہ میں نفس کا غلام نہیں ہوں نہ ہی میرا باپ بدکردار ہے۔ نہ میں بدکردار ہوں۔ یہ لڑکی جب امل لودھی تھی تب بھی اس پر بری نظر نہیں رکھی، محبت کی تھی، اپنانا چاہا تھا اور جب اب نکاح میں ہے اور میرے ساتھ کئی گھنٹے رہی تب بھی اپنے کسی حق کا استعمال نہیں کیا۔" وہ بولتا جا رہا تھا اور امل کی برداشت جواب دے گئی تھی۔

"آپ کو میری انسلٹ کرنے کا، مجھے بے عزت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔" امل روتے ہوئے بولی تھی اور عبید نے اب کے اس کے ضبط سے پڑتے سرخ چہرے کو دیکھتے ہوئے لب بھینچ لیے تھے۔ اور نگاہ چرائی تھی تو وہ باپ پر جا ٹھہری تھی جو دائیں ہاتھ سے سینہ مسل رہا تھا۔

"ڈیڈ!" وہ لپک کر باپ تک پہنچا تھا۔

"اس سب کے لیے میں تمھیں کبھی بھی معاف نہیں کروں گا۔" وہ فی الحال باپ کی بات نظر انداز کرتا اسے لیے ہاسپٹل دوڑا تھا کہ اسے اپنا باپ خود سے بڑھ کر عزیز تھا۔ تب ہی تو اس نے اسٹڈی میں اُن ماں بیٹے کی گفتگو سننے کے بعد دادی سے تفصیل پوچھی تھی اور کنول خان نے اُسے تمام تر حقیقتوں سے آگاہ کر دیا تھا۔ اور اس نے باپ کے لیے اپنی محبت داؤ پر لگا دی تھی۔

☆☆☆☆☆

"تائی اماں! سب کچھ ختم ہو گیا، سب کچھ!" وہ اپنی واحد ہمدرد کے سامنے بیٹھی رو رہی تھی۔

"سب نے ہمیشہ مجھے غلط سمجھا میری ساری زندگی لوگوں کو صفائیاں دیتے گزر گئی۔ میں رشتے بناتی رہی اور لوگ اسے

http://paksociety.com

میری غرض، میری بے حسی سمجھتے رہے۔" اس کا انداز کھویا کھویا سا تھا۔

"ایشا! میری جان، بتاؤ مجھے، مراد پیلس میں کیا ہوا تھا۔ عبید خان نے کیا کہا تھا تم سے؟ امل کیوں اتنی ڈسٹرب ہے اس نے کیوں حارث کو فوراً کال کر کے واپس بلایا؟" کتنے ہی سوال ان کے ذہن میں گردش کر رہے تھے اس لیے انہوں نے کتنے ہی سوال ایک ساتھ کر ڈالے تھے۔ اور اس نے اپنی ہمراز اور ہمدرد کو ایک ایک بات بتا ڈالی تھی وہ متحیّر سی اسے سن رہی تھیں اور اس کی گریہ زاری بڑھنے لگی تھی۔

"تائی اماں! مجھے ہر ایک انسان نے ہمیشہ غلط سمجھا۔ سب سے پہلے حارث نے، کہ اس کو لگتا تھا کہ میں نے اسے عائزہ سے دور کیا۔ اپنی غلط فہمی اور شک کی بنیاد پر اس نے میری زندگی جہنم بنا دی اور میں ایک حرفِ شکایت کا اپنے لبوں سے ادا تک نہیں کر سکی۔ عائزہ نے مجھے غلط سمجھا، میں نے تو عائزہ سے کبھی بھی نفرت نہیں کی، کبھی بھی اس سے یہ نہیں کہا میرا شوہر اسے کیوں چاہتا ہے؟ وہ میرے شوہر کو اپنی محبت سے آزاد کر دے۔ میرا شوہر خلوت اور جلوت میں عائزہ، عائزہ پکارتا رہا۔ مجھ سے برملا اپنے عشق کی داستانیں کہتا رہا میں نے تب بھی عائزہ سے نفرت نہیں کی اس کے خلاف دل میں عناد نہیں رکھا تو عائزہ نے کیوں مجھ سے نفرت کی؟ کیوں وہ میری طرف سے غلط فہمی اور شک کا شکار ہو گئی جبکہ اس کے شوہر نے تو کبھی بھی اپنے لب سے میری محبت کا دم نہیں بھرا، اسے کم مائیگی اور سبکی کا احساسِ ذلت کبھی بخشا ہی نہیں اور وہ پھر بھی مجھ سے دور ہو گئی اس کے الفاظ مجھے کبھی نہیں بھولتے تائی اماں!" وہ لحظہ بھر کو رکی تھی اور ماضی کی آواز کانوں میں گونجنے لگی تھی۔

"ایشل لودھی! مجھے تم سے اور تمہارے وجود سے نفرت سی محسوس ہوتی ہے۔ تم غاصب ہو۔ پہلے تم نے مجھ سے حارث چھین لیا۔ اب خزائن بھی چھین لینا چاہتی ہو؟ لیکن میں تمہیں تمہاری چالاکیوں اور مکاریوں میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔ تم خزائن کو مجھ سے کبھی بھی دور نہیں کر پاؤ گی۔ جب میرا شوہر تمہارے خیالوں میں ڈوبا مجھ سے بے اعتنائی برتتا ہے تو مجھے تم سے نفرت ہوتی ہے۔ خزائن اپنے منہ سے کبھی تمہارا نام نہیں لیتے مگر ان کی تم پر اٹھ کر ٹھہرنے والی نگاہ جب مجھے محسوس ہوتی ہے تو مجھے احساس دلاتی ہے کہ تم ہی وہ عورت ہو جو میرے شوہر کے دل پہ قابض ہے اور تب میرا دل کہتا ہے کاش! میرے پاس کوئی ایسا طلسم ہوتا کہ میں تمہیں غائب کر دیتی۔ اپنے شوہر کے ذہن اور دل سے تمہارا خیال مٹا دیتی۔ مگر میں بہت مجبور ہوں۔ تم دوست کے روپ میں آستین کا سانپ ہو۔ نفرت ہے مجھے تم سے نفرت۔۔۔!" اس نے آنکھوں کو میچ کر آنسوؤں کو بہہ جانے دیا تھا اور وہ ساکت بیٹھیں اس کے لرزتے لبوں اور کانپتے وجود کو دیکھ رہی تھیں۔ عائزہ نے جتنی حقارت کو ثر لودھی اور اکرام لودھی سے پائی تھی وہ ساری اس نے ایشل لودھی کی ذات میں منتقل کر دی تھی۔

"ایشا!" انہوں نے اس کو پکارا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر انھیں دیکھا تھا۔

"تائی اماں! عائزہ مجھ سے نفرت کرنے لگی تھی صرف اس لیے کہ اس کا شوہر مجھ سے محبت کر بیٹھا تھا اس کے شوہر نے اس

http://paksociety.com

کے مان میں، اسکی عزت میں کبھی کمی نہ کی، کبھی میرا نام لے کر اسے ٹارچر نہ کیا، اسے دھتکارا نہیں پھر بھی اسے مجھ سے نفرت ہو گئی اور میرا شوہر اس کی محبت کا دم بھرتا رہا اور میں پھر بھی اس سے نفرت نہ کر سکی۔ جبکہ میرے شوہر نے میرا مان، میرا وقار سب کچھ اپنے قدموں تلے روند ڈالا۔ اور مجھے اپنے "محبت کدہ" میں لے گیا جہاں میں خود کو بکھرتے دیکھتی کھلی قفس میں مقید ہو کر رہ گئی تھی، جہاں حارث اور عائزہ کی محبت بستی تھی وہاں میرا دم گھٹتا تھا مگر میں زندہ رہی اور نفرت میں نے حارث اور عائزہ دونوں سے ہی نہیں کی۔ مجھے عائزہ اپنے رویے میں حق بجانب لگتی تھی کہ جو تذلیل وہ محسوس کر رہی تھی اس اذیت سے تو میں بھی حارث کی پناہوں میں رہ کر گزری تھی۔ اس لیے میں نے عائزہ سے کبھی کچھ نہ کہا۔ اس نے مجھ سے فاصلے قائم کر لیے میں نے اُف نہ کیا اس نے رامش کے لیے اپنی بیٹی کا رشتہ دینے سے صاف انکار کر دیا جب کہ وہ جانتی تھی کہ رامش اور علیزہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اس نے مجھ سے نفرت نباہنے کو اپنی بیٹی کی خوشی کا خیال بھی نہ کیا۔" وہ کہہ رہی تھی کہ کوثر لودھی بول پڑیں۔

"کیا تو تم نے بھی ایسا ہی ہے کہ زاہد خان سے نفرت نباہنے کو تم نے اپنی بیٹی امل کی خوشیوں کی پرواہ بھی نہ کی۔" وہ کوثر لودھی کی بات پر بے بسی سے مسکرا کر رہ گئی تھی۔

"نہیں تائی اماں! میں نے امل کی عبید سے شادی کی مخالفت اس سوچ سے نہیں کی تھی جس سوچ سے بیان کی۔ میں جو بات کر رہی تھی اسے مکمل کر کے اس بات کی بھی وضاحت کر دوں گی کہ میں تو رہ ہی وضاحتوں اور صفائیاں دینے کے لیے ہوں۔" وہ خود ترسی کا شکار نظر آنے لگی تھی۔

"عائزہ نے علیزہ کی رامش سے شادی کی مخالفت صرف اس لیے کی کیونکہ خزائن نے اس رشتے کی حمایت کی تھی۔" وہ واپس اس موضوع پر چلی گئی تھی۔

"یہ تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو؟" وہ سوال کر رہی تھیں۔

"علیزہ نے رامش سے کہا تھا کہ پاپا رشتے کے لیے راضی ہیں لیکن مما نہیں مان رہیں۔ یہ بات رامش نے مجھے بتائی تھی تو میں عائزہ سے ملی تھی اور تب اس نے یہ سب خود مجھ سے کہا تھا۔ اس نے صاف کہا تھا کہ اسے مجھ سے نفرت ہے۔ صرف میری وجہ سے اس نے اپنے شوہر کی بٹی ہوئی توجہ حاصل کی اب وہ میرے بیٹے کو اپنا داماد بنا کر مزید اپنے لیے خسارے کا سودا نہیں کر سکتی۔ میں نے اس سے کہا تھا تائی اماں! کہ رامش میرا ہی نہیں حارث کا بھی بیٹا ہے اور سب سے بڑھ کر اس کو اپنی بیٹی کی خوشیوں کا سوچنا چاہیے۔ لیکن عائزہ اپنے فیصلے سے نہ ہٹی کہ اسے مجھ سے وابستگی کی راہیں ہموار نہیں کرنی تھیں کہ اسے لگتا تھا کہ نیا رشتہ بنا تو ملنا ملانا ہو گا تو وہ محبت جو اب ہچکیاں لینے لگی ہے پھر سے زندہ ہو جائے گی جو اسے کسی صورت گوارا نہیں ہے۔ اسے اتنا وقت گزر جانے کے بعد بھی ایسے طلسم کی تلاش ہے جو مجھے میرے وجود کے ساتھ ایسی جگہ غائب کر دے کہ اس کا شوہر مجھے سوچ بھی نہ سکے۔" وہ کرب سے بول رہی تھی۔

http://paksociety.com

"میں نے تو کبھی چاہا ہی نہ تھا کہ خزائن مجھے سوچیں کہ اس میں بھی ذلت تو میری ہی ہے مگر عائزہ یہ کبھی نہ سمجھ سکی اور نفرت کرتی رہی اور میں نہیں چاہتی کہ عائزہ کی طرح، مہ رخ بھی مجھ سے نفرت کرے اور ایسا طلسم ڈھونڈنے کی آرزو دل میں بسائے جو مجھے غائب کر دے۔" آج وہ ان سے ایک نیا راز کہنے لگی تھی ان کی سماعتیں پہلے سے زیادہ چوکنی ہو گئی تھیں۔

"زاہد مراد خان دنیا میں وہ واحد شخص ہے جس نے مجھے خود سے نفرت کرنا سکھا دیا اور میں اپنے ساتھ ساتھ اس سے بھی نفرت کرنے لگی۔ وہ دنیا میں واحد شخص ہے جس سے میں نے بے انتہا نفرت کی ہے اور اس کے مرنے کی دعا تک مانگی ہے کہ اس شخص نے مجھے میرے پورے قد کے ساتھ زمین پر گرا دیا تھا اور میں اٹھ تو گئی مگر میری ذات کا مان اور میری نسوانیت کا تقدس وہیں کہیں زمین کے کسی ذرے کے ساتھ مل کر رہ گیا۔ میں اپنی ہی نگاہ میں گر گئی، میں جینے کی تمنا کے بغیر جیتی رہی کہ میں ایشل ابراہیم لودھی تو اسی وقت مر گئی تھی جب زاہد مراد خان کی نگاہِ انتخاب نفس اور ہوس پرستی کے لیے مجھ پر ٹھہرا تھا۔ اس کے مطالبے نے میری ذات کو تنکے سے بھی ہلکا کر دیا تھا۔ بہت اذیت میں تھی میں ان دنوں، حارث کو کھونے کا غم بھی بھلا بیٹھی تھی اور میں یہ جانتے ہوئے کے حارث عائزہ کے عشق میں گرفتار ہے میں اس سے کبھی شادی نہ کرتی مگر میری ذات کا تو مان ہی بکھر گیا تھا مجھے ایک ایسی امان چاہئے تھی جو میرے بکھرے وجود کو تحفظ میں لے لے اور حارث میرے لیے وہ امان ثابت ہو سکتا تھا اس لیے میں نے اس سے شادی کر لی۔ اس نے جو تذلیل کی وہ اس تذلیل کے آگے تو قطرے کے برابر بھی نہ تھی جو زاہد مراد خان نے کی تھی۔ جب حارث نے میری زندگی کو قفس بنایا تب میں پلٹ سکتی تھی مگر میں نے ایسا نہ کیا کہ مجھے ڈر لگا کہ میں نے ایسا کیا تو رشتے بکھر جائیں گے اور مجھے خوف تھا کہ زاہد مراد خان میری راہ میں پھر سے نہ آ جائے۔ کچھ ڈر، کچھ خوف میری زندگی میں ایسے شامل ہوئے کہ میں کٹھ پتلی بن گئی۔ میں حارث کی ہزار ہا نفرت کے باوجود اس کی پناہ میں تحفظ محسوس کرتی تھی۔ حارث مجھے زاہد مراد خان کی غلاظت بھری نگاہ اس کی غلیظ سوچ اور ہوس بھرے پیام سے بچاؤ کا ذریعہ لگتا تھا اور میں نے عزت اور اس کی بقا کے لیے ہر ایک جذبے کو سرد کر لیا۔ مجھے زاہد مراد خان نے نفرت کرنا سکھایا، بد دعائیں دینا سکھایا۔ پل پل مرنا سکھایا۔ عزتِ نفس کو روند کر جینے کا گُر سکھایا۔ اس شخص کے مطالبے نے مجھے پتھر بنا دیا۔ میں نے ہر ایک لطیف جذبے سے عاری ہو کر زندگی صرف اس شخص کی وجہ سے اذیت میں گزاری اور جب وہ مجھ سے اپنے کئے مطالبے اور غلاظت بھری سوچ و مطالبہ کی معافی طلب کرنے آیا میرا رہا سہا سکون بھی لوٹ لے گیا۔ اس کی آنکھوں میں غلاظت دیکھ اور محسوس کر کے میں جیتے جی ہی مر گئی تھی اور اسی شخص کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت دیکھ اور محسوس کر کے میں کھڑے کھڑے ہی فنا ہو گئی تھی۔" وہ اس کے نئے انکشاف پر انگشت بدنداں رہ گئیں۔

"اس کی محبت بھی تو میرے لیے ذلت کی طرح ہی تھی۔ وہ بدل گیا اور میں نے اللہ کے لیے اسے معاف تو تب ہی کر دیا تھا جب مجھے پتہ لگا کہ وہ مہ رخ کا شوہر ہے۔ وہ مہ رخ جس سے میں نے شدید محبت کی تھی، وہ مہ رخ جو زاہد خان سے محبت کرتی

http://paksociety.com

تھی، وہ اذیت میں تھی اور میں نے صرف اس لیے زاہد خان کو اپنی نفرت کے حصار سے آزاد کر دیا تھا۔ اپنی بد دعا کے حصار سے باہر کر دیا تھا۔ میں نے اس شخص کے صراطِ مستقیم پر لوٹ آنے کے لیے کتنی دعائیں کی تھیں۔ میں نے مہ رخ کی خوشیوں اس کے سکون اور قرار کے لیے بہت دعائیں کی تھیں۔ مہ رخ اور زاہد مراد خان الگ نہ تھے تو میں کیسے اس شخص کو نفرت کے باوجود بد دعا دے سکتی تھی؟ جس سے میری مہ رخ کی خوشیاں جڑی تھیں۔ جس کے لیے مہ رخ دعا مانگتی تھی اس کے لیے بد دعا میں چاہ کر بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے میں نے اس شخص کو مہ رخ کے لیے، اس کی خوشیوں کے لیے معاف کر کے اپنی دعا کے حصار میں لے کر بد دعا کے حصار سے آزاد کر دیا تھا۔ اپنی رخصتی والے دن مہ رخ کو مطمئن دیکھ کر میں اپنی ہر ایک اذیت پر بھی صرف مہ رخ کی خوشیوں کے لیے مسکرا دی تھی۔ میں زاہد مراد خان کو معافی کا اِذن دے دیتی اگر اس کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت نہ دیکھ لیتی۔ میں نے اس شخص کو معاف کر دینے کے باوجود معافی کا اِذن صرف اس لیے نہ دیا کہ اس شخص کے مطالبہ نے مجھے مجھ سے چھین لیا تھا، مجھے ڈر تھا کہ کہیں اس کی محبت مہ رخ کی محبت مجھ سے نہ چھین لے۔ بس اسی لیے میں نے مہ رخ کی نفرت سے بچنے کے لیے مہ رخ سے فاصلے بڑھا دئے۔ میں عائزہ کی دعا کے حصار سے نکل گئی تھی اس کی دوستی کے حلقے سے باہر ہو گئی تھی، میں مہ رخ کی دعا اور اس کی دوستی کو نہیں کھونا چاہتی تھی اس کی نفرت میں نہیں بندھنا چاہتی تھی اس لیے اس سے دور ہو گئی۔ آج وہ مجھ سے بد گمان ہے ناراض ہے غصہ ہے مگر مجھ سے نفرت نہیں کرتی اور مجھے یقین ہے کہ وہ آج بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتی ہو گی تو پہلے کی طرح پہلے میرے لیے دعا کرتی ہو گی۔ اور مہ رخ کی دعا، اس کی دوستی کے لیے میں نے زاہد مراد خان کو معاف نہ کیا کہ اسے معافی کا اِذن دے دیتی تو وہ شرمندگی اور ندامت کے احساس سے نکل جاتا وہ ہمیشہ اس بات سے خائف رہا کہ کہیں مہ رخ کو میری اس کے بارے میں گھٹیا سوچ کا پتہ نہ لگ جائے، میں اسے اس کے سامنے معاف کر کے ندامت کے احساس سے نکال لیتی تو شاید اس کے جذبے مہ رخ پر عیاں ہو جاتے اور وہ بھی عائزہ کی طرح مجھ سے نفرت کرنے لگتی جو مجھے گوارا نہ تھا بس اسی لیے میں نے زاہد خان کو اذیت میں رکھا تو صرف مزید اذیت سے بچنے کی خاطر!" وہ اسے تاسف سے دیکھ رہی تھیں کہ وہ بہت گہری تھی جو ان سے کہتی تھی بس وہی کہتی تھی اس سے آگے کچھ بھی محسوس تک نہیں ہونے دیتی تھی۔

"عبید کے پرپوزل سے منع کیا تو صرف اس لیے کہ نہیں چاہتی تھی جس بات کا ڈر عائزہ کو اب تک ہے جس ڈر سے مہ رخ اب تک نا آشنا ہے عمر کے اس دور میں آشنا ہو۔ اس کی گرہستی میں کسی بھی قسم کی دراڑ آئے۔ میرے کسی زمانے میں تین دوست تھے جو اب میرے دوست نہیں ہیں مگر وہ آج بھی مجھے عزیز ہیں۔ حارث اور عائزہ کی نفرت سہہ گئی تھی لیکن مہ رخ کی نفرت نہیں سہہ سکوں گی۔ اس کا بیٹا مجھے عزیز ہے، اس کے بیٹے پر میں آنکھیں بند کر کے اعتبار کر سکتی ہوں، لیکن میں مجبور تھی مگر عبید نے بھی باقی سب کی طرح مجھے ہی غلط سمجھا اور اپنے باپ کے دفاع کے لیے مجھے اپنی ماں اور میری بیٹی کی نگاہ سے گرا دیا، اس بات پر جس بات پر میں نے اپنے بھرم سے زیادہ رشتوں، دوستی کے لیے پردہ رکھا اس نے ایک لمحے میں بے نقاب کر دیا۔ مجھ سے اپنے باپ کو

http://paksociety.com

معافی دلوانے اور مجھے یہ بتانے کے لیے کہ میں معاف کرنے کا اختیار نہ رکھتی تھی امل سے زبردستی نکاح پڑھوایا اور اس نے مجھے سبق سکھانے کو آزاد کر دینے کی بات بھی کر ڈالی۔ بتایئے تائی اماں! میں کہاں غلط تھی؟ کیا غلطی ہوئی کہ ہر ایک کی نظر میں، میں ہی ہر دفعہ معتوب ٹھہری۔ نفرت، بے اعتباری بد گمانی کا مرکز ہمیشہ میری ذات ہی کیوں بنی؟ میں نے تو کبھی بھی کسی کا برا نہیں چاہا تھا۔ میں نے تو خزائن اور زاہد مراد خان کو نہ چاہا، نہ سوچا کہ میری سوچ کا مرکز تو صرف حارث کی ذات رہی۔ پہلے تو وہ محبت بن کر دل میں دھڑکتا تھا اور اب تو رشتوں کا احساس ہی زندگی ہے۔ جب میں غلط نہ تھی، میری سوچ میں گندگی نہ تھی تو میں کیوں معتوب ٹھہرائی گئی؟ مگر اب میں تھک گئی ہوں، خود سے نفرت کرتے، خود کو اذیت دیتے، نام نہاد محبت اور رشتے نباہتے۔ مجھے سکون چاہیئے، وہ سکون جو زاہد مراد خان کے میری زندگی میں آنے سے پہلے مجھے حاصل تھا۔ وہ سکون جو مجھے ایشل حارث بننے سے پہلے حاصل تھا۔ وہ سکون جو میری دوستی کو اس وقت حاصل تھا جب خزائن کا وجود میرے آس پاس نہ تھا اس کی بیوی کی نفرت کا احساس میرے قریب نہ تھا۔ میں تھک گئی ہوں تائی اماں! اب بس میں ہر نفرت اور محبت کے احساس سے بالاتر ہو کر پُر سکون میٹھی نیند سو جانا چاہتی ہوں تائی اماں کہ کبھی کسی کی نفرت مجھے سونے نہیں دیتی اور کبھی کسی کی محبت مجھے جگائے رکھتی ہے۔ میں بہت اذیت میں ہوں تائی اماں کوئی ایسا طلسم ڈھونڈ لایئے جو مجھے محبت اور نفرت کی نگاہوں سے پوشیدہ کر دے۔" وہ بری طرح بلک رہی تھی اس کی حالت کافی قابلِ رحم ہو رہی تھی۔ کوثر لودھی کو اس کو سنبھالنا بہت ہی مشکل ثابت ہو رہا تھا وہ تڑپتی، روتی، بلکتی ان کو بھی تڑپاتی ان کے ہاتھوں سے پھسلتی چلی گئی تھی کوثر لودھی یکدم اس کے ساکت ہو جانے والے وجود کو دیکھے جا رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆

سب ہاسپٹل میں جمع تھے۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو تا عمر ایشل لودھی کے وجود سے خائف رہے تھے۔ ڈاکٹرز اپنی سی کوشش کر رہے تھے اور ان سب کے درمیان کھڑے حارث لودھی اور مہ رخ کی سوچ کی پرواز ایک ساتھ محوِ سفر تھی۔ وہ دونوں ہی ماضی کو سوچ رہے تھے۔ آئی سی یو کا دروازہ کھلا تھا۔ حارث سب سے پہلے لپکا تھا۔ ڈاکٹر کے جواب کو سن کر ان سب کی سانس بحال ہو گئی تھی۔

"یا اللہ تیرا شکر۔۔۔" حارث لودھی نے زیرِ لب کہا تھا اور پرائیویٹ روم میں چلا آیا تھا۔

ایشل لودھی بستر پر نیم جاں سی پڑی تھی۔ حارث نے اُسے نرمی سے پکارا تھا ان دونوں کی نگاہ ٹکرائی تھی وہ آگے سے کچھ نہیں بولی تھی اُسی پل کمرے میں مہ رخ داخل ہوئی تھی وہ تینوں چپ تھے بالکل چُپ اور ماضی کے اوراق کھلتے چلے گئے تھے۔

☆☆☆☆☆

"اوہو! میرے خدا ایشل لودھی اور میرے غریب خانے پر تشریف لائی ہیں؟" مہ رخ جو گہری نیند سے بیدار ہو کر دروازہ کھولنے آئی تھی حیرانگی سے بولی تھی۔

http://paksociety.com

"تم سو رہی تھیں کیا؟ کب سے بیل بجا رہی ہوں، گرمی کے مارے بُرا حشر ہو گیا، دھوپ اتنی تیز ہے کہ پوچھو مت۔" وہ مہ رخ کی حیرت نظر انداز کرتی بہتے پسینے کو ٹشو میں جذب کرتی اسے دیکھ رہی تھی۔ اور مہ رخ اس کے خوبصورت چہرے کو تکنے لگی تھی اسکی گلابی رنگت سرخ ہو رہی تھی۔

"اب دیوارِ چین کی طرح رُکاوٹ ہی بنی رہو گی یا کمرے میں لے جاؤ گی؟" مہ رخ شرمندہ ہو کر اسے اندر جانے کا اِشارہ کرتی گیٹ بند کرنے لگی تھی کہ ایشل بول پڑی تھی۔

"دروازہ میں بند کر دیتی ہوں تم فریش ہو کر آ جاؤ کہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔" وہ چونک کر ایشل کو دیکھنے لگی تھی۔

"ہم شاپنگ پر جا رہے ہیں۔" اس نے مزے سے کہا تھا اور دروازہ بند کر کے مہ رخ کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"اس وقت تمہارے ساتھ کیسے جا سکتی ہوں؟ بابا گھر پر نہیں ہیں۔ میں ان کی بنا اجازت نہیں جا سکتی۔" وہ ایشل کی ناراضگی کے خیال سے قدرے جھجک کر بولی تھی۔

" تم انکل سے اجازت فون پر لے لو اور ذرا جلدی کرو ممانے کہا تھا میں نے آٹھ بجے سے پہلے گھر لوٹنا ہے۔" وہ صحن میں رکھی کرسیوں میں سے ایک گھسیٹ کر اُس پر بیٹھ گئی تھی۔

"تم آنے سے پہلے مجھے فون کر کے ہی بتا دیتیں میں نے تو ابھی رات کا کھانا بھی بنانا ہے میرے بابا کی عادت تو جانتی ہو ناوہ عشاء کی نماز سے فراغت کے فوراً بعد کھانا کھاتے ہیں۔" وہ خفگی سے ایشل کو دیکھ رہی تھی۔ "فون کرنے کا خیال آیا تھا پھر سوچا بغیر بتائے جا کر سرپرائز دوں گی اسلیے بناِء بتائے آ گئی اور تم شاپنگ پر جانے سے انکار تو کرنا ہی مت ورنہ تمھارا قتل کرنا مجھے کڑاہی گوشت بنانے کے مقابلے میں آسان ہی لگے گا۔" ایشل پاؤں جھلاتے ہوئے شانِ بے نیازی سے بولی اور مہ رخ کی سوالیہ نظروں کے جواب میں مزید کہتی چلی گئی۔

"یار میں نے آج شاپنگ کا ارادہ کیا تھا مما سے کہا تو ممانے صاف جواب دے دیا منّت کی تو اس شرط پر اجازت ملی کہ میں کڑاہی گوشت بناؤں گی، تائی اماں بھی گھر نہیں تھیں اس لیے میں مما کے چنگل میں پھنس گئی، دو گھنٹے لگا کے کڑاہی گوشت بنایا تب شاپنگ کی اجازت ملی ویسے میں تمہارے لیے بھی لائی ہوں مگر گاڑی میں ہی چھوڑ دیا اس خیال سے کہ پہلی دفعہ بنایا ہے جانے کیسا بنا ہو؟" اس نے پوری تفصیل سے آگاہ کیا تھا۔

" اچھا ہی بنا ہو گا تم ڈرائیور سے کہہ کر سالن منگواؤ جب تک میں شاور لے لوں پھر چلیں گے کافی دن سے شاپنگ پر جانے کا تو میں بھی سوچ رہی تھی اور تم میرے کمرے میں آ کر بیٹھ جاؤ یہاں بہت گرمی ہے۔" وہ ایشل کو دوپٹہ سے چہرہ اور گردن پونچھتے دیکھ کر بولی تھی۔ اس نے باہر نکل کر ڈرائیور کو شاپر لانے کا کہہ دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ڈور بیل کی آواز پر وہ مہ رخ کے کمرے سے

http://paksociety.com

نکلی تھی جبکہ مہ رخ نہانے چلی گئی تھی۔

"ناصر! ڈونگے میں سے سالن گرا تو نہیں؟" وہ دروازہ کھولتے ہی ہاتھ بڑھا کر بولی۔

دروازہ کھلنے کے منتظر خزائن رانا کی نگاہ گورے خوبصورت ہاتھوں اور کلائی میں بہار دکھاتیں سیاہ چوڑیوں پر ٹھہر سی گئی تھی۔ جبکہ وہ ایک اجنبی کو دیکھ کر کنفیوژ ہوتی ہاتھ نیچے کر گئی تھی اور مقابل کی پر شوق نگاہیں اب اس کے گلابی چہرے پر جمی تھیں جنہیں محسوس کرتی وہ قدرے غصہ سے پوچھنے لگی تھی۔

"اے مسٹر! کون ہو تم ایسے دیدے پھاڑ پھاڑ کر کیا دیکھ رہے ہو؟" اس کا انداز خود اعتماد اور مرنے مارنے والا تھا۔

"محترمہ! سائیڈ میں ہوں تو میں اندر چلا آؤں کہ دھوپ بہت تیز ہے۔" وہ اپنی حرکت پر لمحے بھر کو شرمندہ ہوا تھا مگر پھر سنبھل کر بولا تھا۔

"ارے ایسے کیسے اندر چلا آؤں؟ آپ ہیں کون؟ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔" وہ قدرے لڑاکا انداز میں بولی تھی اور ماتھے پر آجانے والے بالوں کو اس نے داہنے ہاتھ کی پشت سے ماتھے سے ہٹایا تھا اور خزائن رانا کی نگاہیں ایک بار پھر شوق کا ایک جہان آباد کر بیٹھی تھیں اور ابھی وہ اس سے کچھ کہتی کہ اس شخص کے پیچھے سے نکل کر ناصر اس شخص کے سامنے آگیا تھا اور وہ اس انجان شخص کو جانے کی ہدایت کرتی شاپر میں رکھے ائیر ٹائیٹ باؤل کو لیے کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اور جب واپس آئی تھی تو وہ شخص بڑے مزے سے صحن میں رکھی چارپائی پر بیٹھا جوتے اتار رہا تھا۔ قریب ہی سفری بیگ پڑا تھا۔

"ارے، آپکی ہمت بھی کیسے ہوئی اندر آنے کی فوراً یہاں سے نکلیں۔" وہ لمحے میں اس تک پہنچی تھی۔

"اور اگر نہ نکلوں تو؟" وہ اپنے کام میں مصروف رہتے ہوئے مزے سے پوچھ رہا تھا۔

"تو میں شور مچاؤں گی، یقیناً آپ ڈاکو ہیں اور چوری کے ارادے سے آئے ہیں۔" ایشل کی بات پر اس نے بے ساختہ قہقہہ لگایا تھا اور اس کے مقابل کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے سامنے موجود شخص کو دیکھ کر چند قدم پیچھے کی طرف لیے تھے اور چیخنے کے لیے بڑا سا منہ کھولا ہی تھا کہ وہ اس کے لبوں پر سختی سے ہاتھ جما گیا تھا۔ اس کی سبز آنکھیں حیرت اور بے یقینی سے پھٹ سی گئی تھیں۔

"شور مچانے کی ضرورت نہیں ہے میں ڈاکو نہیں، مہ رخ کا بھائی خزائن رانا ہوں۔" وہ اس کی سبز آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا اور اس کے منہ پر سے ہاتھ ہٹا لیا تھا اس کے آنسو بڑی روانی سے گرنے لگے تھے اور اسے اپنی بے اختیار سی غلطی کا شدت سے احساس ہوا تھا۔

"آئی ایم ایکسٹریملی سوری! مجھے لگا تھا کہ آپ چیخیں گی تو صرف اسلیے۔" وہ وضاحت نہیں کر پا رہا تھا۔ "بھائی جان! آپ کب آئے؟" وہ مہ رخ کی آواز پر پلٹا تھا اور اس نے بڑی سرعت سے اپنے آنسو پونچھے تھے۔ "کچھ دیر پہلے، میں فریش ہو کر آتا ہوں تم کھانا گرم کر لو بڑی سخت بھوک لگی ہے۔" وہ کن اکھیوں سے ضبط سے سرخ پڑتی ایشل کو دیکھتا کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

http://paksociety.com

"رخ! میں چلتی ہوں۔" وہ اپنے آپ کو کمپوز کر کے بولی تھی۔

"ہیں، تم کہاں چلیں بھئی؟ شاپنگ پر نہیں جانا؟" وہ اچھنبے سے ایشل کو دیکھنے لگی۔

"ہاں، نہیں، میرا موڈ نہیں رہا۔ میں گھر جا رہی ہوں۔"

"شاپنگ پر جانے کا موڈ نہیں تو کچھ دیر رکو تو سہی کافی عرصہ بعد میرے گھر آئی ہو تمہاری جلدی میں تو میں تمہیں چائے پانی تک کا نہیں پوچھ سکی۔" اس کا موڈ آف ہو چکا تھا اور وہ فوری طور پر وہاں سے نکل جانا چاہتی تھی لیکن مہ رخ کے انسسٹ کرنے پر رُک گئی تھی۔

"واؤ، ایشل! خوشبو تو بہت اچھی آ رہی ہے۔" وہ ڈھکن ہٹاتے ہی بولی تھی۔

"مما کی ہیلپ سے بنایا ہے لیکن میں ذائقے کو لے کر کانشئس ہوں نہ جانے کیسا بنا ہے؟" وہ ایشل کے ڈرے جھجکے انداز پر ہنسی تھی۔

"یہ تو اب بھائی جان ہی بتائیں گے کہ کیسا بنایا ہے۔" وہ دوست کو چھیڑ رہی تھی۔

"نہیں تم! اپنے بھائی کو میرے ہاتھ کا بنا سالن مت دو، نہ جانے کیسا بنا ہو گا؟ وہ کیا سوچیں گے کہ مجھے کھانا بنانا بھی نہیں آتا؟" وہ جھجک کر منع کر رہی تھی، ذہن کی اسکرین پر کچھ دیر پہلے کا منظر چلنے لگا تھا۔

"میرے بھائی کچھ غلط نہیں سوچیں گے کہ ایشل لودھی کو کھانا بنانا تو دور چائے بھی بنانا نہیں آتی۔" وہ روٹی بیلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"اوہوں، مجھے شوق نہیں ہے اور کبھی ضرورت بھی نہیں پڑی کہ گھر میں ملازم موجود ہیں اور مما اور تائی اماں بھی ہیں۔ دونوں نے کبھی مجھے کچھ کرنے ہی نہیں دیا اور کبھی مما نے احساس دلانا بھی چاہا تو تائی اماں میری ڈھال بن گئیں مگر آجکل تائی اماں بھی ان کی حمایتی بنی ہوئی ہیں کیونکہ دونوں خواتین کو لگتا ہے کہ میری شادی کی عمر ہو گئی ہے۔" وہ آخری بات رازدارانہ انداز میں بولی تھی۔

"اس لیے دونوں ہر وقت میرے پیچھے پڑی رہتی ہیں یہ کر لو، وہ کر لو، یہ سیکھ لو، وہ سیکھ لو، مگر نوکروں کے ہوتے کچھ بھی سیکھنے یا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟" لاپرواہی سے کاندھے اچکائے تھے۔ وہ کچن کی دہلیز پر دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ اس کے یہ نادر خیالات خزائن رانا نے بھی سنے تھے۔

"یہ سوچ غلط ہے ایشل کہ کام کرنے اور سیکھنے کی ضرورت نوکروں کی موجودگی میں بیکار ہوتی ہے، کیونکہ لڑکیوں کو تو گھر داری کے سارے کام اور طور طریقے آنا چاہئیں۔ اب مجھے ہی لے لو سلائی مجھے آتی ہے مگر میں درزن سے کپڑے سلواتی ہوں لیکن کبھی ارجنٹ سینے ہوں تو کسی کی محتاجی نہیں ہوتی۔" وہ ٹرے میں سالن اور روٹیاں رکھتے ہوئے بول رہی تھی۔

http://paksociety.com

"تمھاری بات اپنی جگہ درست ہے۔ مگر یار میرا نظریہ بالکل جدا ہے۔ میں صرف چولہا چکی کی ہو کر رہ جانے والی خواتین کو نہ ہی پسند کرتی ہوں نہ ہی ان جیسا بننا چاہتی ہوں۔ اسلیے میرا تو ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے کہ کچھ سیکھوں گی کیونکہ آتا ہو تو کرنا بھی پڑتا ہے۔" اس نے بلا توقف اپنا ارادہ اور عزائم بتائے تھے۔

"میکے تک تو یہ سب ٹھیک ہے ایشل، لیکن سسرال میں اتنی آزادی اور من مانی کی اجازت نہیں ملتی۔" وہ اسکے لیے جوس بنانے لگی تھی۔

"اوہوں، مجھے کون سا بیاہ کر کسی غریب گھر میں جانا ہے۔ پاپا، اپنے سے کم حیثیت لوگوں میں میری شادی کبھی نہیں کریں گے اسلیے ابھی بھی عیش بعد میں بھی عیش ہی عیش۔" وہ لاپرواہی سے بول رہی تھی۔ اسے ایشل کی بات سے اختلاف تھا مگر وہ کچھ نہ بولی تھی کہ اسے بچپن کی اپنی یہ سہیلی بہت زیادہ عزیز تھی اس کی تو خود خواہش تھی کہ وہ اس کی بھابھی بن جائے مگر اس کی نازک مزاجی سے بھی واقف تھی اور حیثیت کا فرق بھی نہیں مٹا سکتی تھی۔ اس لیے خواہش کو دل میں دبا کر بیٹھی تھی لب پر کبھی نہیں لائی تھی۔

"میرا تو کچھ دیر کھڑے رہنے سے حشر ہو گیا تم رات دن اس چھوٹے سے کچن میں کیسے کام کر لیتی ہو؟" وہ اسکے ہاتھ سے جوس لیتے ہوئے بول رہی تھی اور وہ اس کے دہکتے چہرے کو دیکھ کر شرمندگی کے احساس میں بندھ سی گئی تھی کہ کام تو اس نے کیا تھا اور پسینے میں شرابور وہ ہو گئی تھی، لان کی سیاہ پرنٹڈ قمیض پشت سے گیلی ہو گئی تھی اسی لیئے اب اس سے کھڑا ہونا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ وہ ٹرے اٹھائے کچن سے نکلی تھی اور وہ گلاس کچن میں رکھ کر صحن میں آ گئی تھی اور خزائن رانا کو دیکھ کر ناگوار تاثر ذہن پر دستک دینے لگا تھا۔ اس نے ڈوپٹہ کے کونے سے پسینہ پونچھتی ایشل پر اچٹتی ہوئی ایک نگاہ ڈالی تھی جو اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکی تھی۔

"آرمی آفیسرز تو ڈیسنٹ اور سوبر ہوتے ہیں۔ مہ رخ کے بھائی تو بڑے نظر باز قسم کے ہیں۔" اس نے ناگواری سے سوچا تھا اور اسے کل شاپنگ پر جانے کا بتا کر اجازت لیتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ گاڑی میں بیٹھ کر اس نے اے سی کی کولنگ بڑھائی تھی اور سکون کا سانس لیا تھا۔

"مہ رخ اتنے سے گھر میں سہولیات سے محروم زندگی نہ جانے کیسے گزار رہی ہے؟" ہزار دفعہ کی سوچی بات اس نے پھر بے چینی سے سوچی تھی۔

☆☆☆☆☆

ایشل لودھی کا تعلق اپر ہائی کلاس سے تھا۔ اس کے والد ابراہیم لودھی اور تایا اکرام لودھی کا اپنا کنسٹرکشن کا بزنس

http://paksociety.com

کی شادی اکلوتی پھپھو عائشہ کی چھوٹی بیٹی فائزہ سے ہو گئی تھی ان کا تین سال کا بیٹا تھا۔ مشل کا دوسرا نمبر تھا کچھ سال قبل اس کی بھی شادی ہو گئی تھی۔ ایشل سب سے چھوٹی اور سب کی لاڈلی تھی خاص اپنی تائی کوثر لودھی کی، کوثر لودھی اسے اکلوتے بیٹے پر بھی فوقیت دینے میں کبھی عار نہیں سمجھتی تھیں۔ گھر کے ہر فرد کا یہ کہنا تھا کہ ایشل کو بگاڑنے میں کوثر لودھی کا ہاتھ ہے اور وہ ہنس کر ٹال جاتی تھیں کہ انھیں وہ بہت زیادہ عزیز تھی۔ اس نے گریجویشن کے پیپرز دیئے تھے رزلٹ آنے کے جامعہ کراچی میں داخلہ لینے کا ارادہ تھا۔ جبکہ گھر والے اب اس کی شادی کرنے کے خواہشمند ہیں مگر وہ فی الحال اس کے لیے راضی نہیں تھی مگر جس طرح آجکل کوثر لودھی دیورانی کی حمایتی بنی ہوئی تھیں اسے اپنے نزدیک خطرے کے الارم بجتے سنائی دینے لگے تھے جبکہ وہ اس خطرے میں چاہ کر بھی کودنا نہیں چاہتی تھی۔

" ایشل۔۔۔" وہ نک سک سے تیار شولڈر بیگ کاندھے پر لٹکائے لاؤنج میں داخل ہوئی تھی کہ شہلا لودھی نے اسے پکارا تھا۔

"جی مما۔۔۔" وہ چلتے ہوئے ماں کے پاس آرکی تھی۔

" کہاں جارہی ہو؟" انہوں نے بیٹی کا جائزہ لیا تھا۔ سی گرین پرنٹڈ لان کے سوٹ میں اس کی گوری رنگت دمک رہی تھی اور فلیٹ جوتی میں بھی اس کا لانبا قد نمایاں تھا۔ سبز آنکھوں میں براؤن آئی پینسل، آئی لائنر اور شنگرفی لبوں پر براؤن لپ گلوز، داہنے ہاتھ میں نازک سی سلور رسٹ واچ اور بائیں کلائی میں سجیں سادی مینے کی چوڑیاں، سلیقے سے دوپٹہ شانوں پر پھیلائے، گلے میں پینڈنٹ اور کانوں میں ایک نگ کی بالیاں پہنے وہ سادگی میں بھی کمال لگ رہی تھی انھوں نے دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری تھی۔

" پھپھو کی طرف جارہی ہوں، آپ سو رہی تھیں جب میں نے جانے کا پروگرام بنایا اسلیے تائی اماں سے ہی اجازت لے لی تھی۔" وہ قدرے مسکرا کر بولی تھی۔

" بھابھی نے تمھیں عائشہ کی طرف جانے کی اجازت دے دی؟" وہ قدرے حیرانگی سے بولی تھیں اور وہ ہنس دی تھی۔

" تائی اماں سے کوئی بات منوانا میرے لیئے مشکل نہیں ہوتا۔" وہ فخر سے بولی تھی۔

" جتنا مان تمھیں اپنی تائی اماں پر ہے اتنا ہی مان اور بھروسہ وہ بھی تم پر کرتی ہیں۔ جیسے تمھیں پکا یقین ہوتا ہے کہ وہ تمہاری کوئی بات نہیں ٹالیں گی وہ بھی یہی چاہتی ہیں کہ تم بھی ان کا مان رکھو، ان کی خوشی اور خواہشات کا احترام کرو جیسے وہ تمھارا رکھتی ہیں۔" شہلا لودھی کچھ سوچ کر بولی تھیں۔

" مما! تائی اماں میرا خیال کسی غرض کی سبب نہیں رکھتیں وہ مجھ سے اتنی محبت کرتی ہیں جتنی وہ حارث سے بھی نہیں کرتیں، اتنی محبت جتنی آپ مجھ سے کرتی ہیں اور میں تائی اماں کو شروع سے ہی اتنی عزت دیتی ہوں جتنی کہ آپ کو اور سچائی سے کہوں تو شاید میں آپ سے زیادہ تائی اماں سے محبت کرتی ہوں اور انہیں مجھ پر مان اور بھروسہ ہے تو میں بھی اسے ٹوٹنے نہیں دوں

http://paksociety.com

گی کہ میں آپ کو اور تائی اماں کو کبھی دکھی نہیں کر سکتی۔" وہ بیٹی کے خوبصورت چہرے پر سچائی دیکھ کر مسکرادی تھیں اور اصل بات کہی تھی جس کے کرنے کے لیے اسے روکا تھا۔

"مما میں نے کبھی حارث کے بارے میں اس طرح نہیں سوچا، میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی اور میں ہی نہیں آپ لوگ حارث سے بھی پوچھیں گے تو وہ بھی منع کر دے گا ہم صرف اچھے کزن اور بہترین دوست ہیں۔" وہ اپنی بات اور صاف انکار ان تک پہنچاتی "خدا حافظ" کہتی نکلتی چلی گئی تھی اور وہ سر تھام گئی تھیں کہ اس نے صاف انکار کر دیا تھا اور کوثر لودھی کا اصرار بڑھتا جارہا تھا اسلیے ان کی پریشانی فطری تھی۔

" اکیلے بیٹھے بیٹھے کیا سوچا جارہا ہے؟" وہ جیٹھانی کی آواز پر چونکی تھیں۔

"ابھی ابھی ایشل گئی ہے نا تو اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ آپ نے اسے بہت بگاڑ دیا ہے بھابھی جان۔" انہوں نے نرمی سے شکوہ کیا تھا۔

"میرے بابا کی سوچ تھی کہ بیٹیوں کو بہت نازو نعم سے پالنا چاہیئے کہ وہ پرائی ہوتی ہیں۔ اور بابا نے صفدر بھائی سے زیادہ ہمیشہ میرا خیال رکھا۔ وہ کہتے تھے کہ بیٹیوں کو اتنے سکھ دینے چاہئیں کہ خدانخواستہ سسرال میں بہو بن کے دکھ اٹھانے پڑیں تو والدین کو یہ دکھ نہ ہو کہ ان کی بیٹی کی ساری عمر کھٹنائیوں میں گزری۔ انھیں یہ خوشی اور سکون تو کم از کم لاحق رہے گا کہ جب تک ان کے اختیار اور ہاتھ میں تھا انھوں نے اپنی پھول سی بیٹی کی جی جان سے حفاظت کی، بس یہی سوچ بابا سے مجھ میں منتقل ہو گئی۔ ایشل کو میں نے جنم نہیں دیا مگر وہ مجھے اپنے وجود کا ہی ایک حصہ لگتی ہے۔ میں نے اس سے اتنی ہی محبت کی ہے جتنی اپنی سگی بیٹی سے کرتی، اسلیے اسکی پرورش اور اس کی پرواہ بھی اسی انداز میں کی۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بول رہی تھیں۔

" آپکی ہر بات میں سچائی ہے۔ آپ کے بابا کی فلاسفی نے ہمیشہ مجھے بھی اپیل کیا ہے۔ لیکن بے جالاڈ پیار اور فرمائشیں پوری کر کے ہم نے ایشل کو ضدی اور موڈی بنادیا ہے۔ کل کو شادی ہو گی تو سسرال میں کیسے ایڈجسٹ کرے گی؟" انہوں نے ہمیشہ کی فکر کہی تھی۔

"اماں کو بھی یہی ڈر لاحق رہتے تھے۔ تم سمجھ لو میں بالکل ایشل جیسی تھی، ایشل میرا ہی پرتو ہے۔ اماں مجھے دیکھ کر ایسے ہی ہولتی تھیں جیسے تم ایشل کو دیکھ کر ہولتی رہتی ہو۔" وہ اپنی جیٹھانی کو دیکھنے لگی تھیں۔ کوثر لودھی ایک کم گو خاتون تھیں اصولوں اور ہٹ کی پکی، وہ یوں بے تکلفی سے بہت کم گفتگو کرتی تھیں۔

"مگر بابا کہتے تھے کہ لڑکیاں قدرتی طور پر ہر طرح کے ماحول میں ڈھل جانے کی صلاحیت سے مالا مال ہوتی ہیں، میں بہت نازک مزاج تھی کام کاج کبھی نہیں کئے تھے، مگر جب اکرام سے شادی طے ہوئی تھی تو اماں نے تین ماہ میں ہر وہ کام سکھایا تھا جو لڑکیوں کو آنے چاہئیں اور ان دنوں تو مجھے شادی کے خیال سے بھی خوف آنے لگا تھا۔ اماں کے تو ہتھے میں چڑھتی نہ تھی اور بابا کی

http://paksociety.com

کوئی بات ٹالتی نہ تھی اور جب تیسرے دن سالن بناتے ہوئے میرا ہاتھ جلا تھا تو میں نے رو رو کر پورا گھر سر پر اٹھا لیا تھا اس دن امریکن ڈیلر سے بابا کی امپورٹنٹ میٹنگ تھی۔ بابا وہ میٹنگ کینسل کر کے آ گئے تھے۔ میں بابا سے سخت خفا تھی اور تب بابا نے مجھ سے کہا تھا۔۔" وہ دھیمے دھیمے بولتیں ماضی میں چلی گئی تھیں۔

"کوثر جب تک میری بیٹی تھی میں نے اسے وہ سب دیا جو میرے اختیار میں تھا اب میری بیٹی بہو بننے جا رہی ہے اور اب میں اسے وہ سب کچھ دینا چاہتا ہوں جو ایک بیٹی کو بہو بناتا ہے، سسرال میں عزت اور مقام دلاتا ہے، بیٹیاں اچھی ہوں یا بری اچھی ہی لگتی ہیں مگر بہوئیں اچھی بھی ہوں تو کم اچھی لگتی ہیں، مگر میں چاہتا ہوں کہ میری بیٹی جب بہو بنے تو اچھی مثالی بہو بنے، جیسے میں فخر سے کہتا ہوں کہ میری کوثر دنیا کی سب سے اچھی بیٹی ہے، ایسے ہی تمہارے سسرالی رشتے دار زبان سے اقرار نہ بھی کریں مگر تمھاری اچھائی سے متاثر ہو کر دل میں اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں کہ ان کی بہو کوثر دنیا کی سب سے اچھی بہو ہے، اکرام کو تمھارے ساتھ پر فخر ہو اور یہ تب ہی ممکن ہو گا جب تم کچھ قربانیاں دو گی، اور مجھے اپنی بیٹی پر بھروسہ ہے کہ وہ ہر طرح کے ماحول میں ایڈجسٹ کر لے گی۔" سعید محسن نہایت نرمی سے بولے تھے اور وہ ان کی باتیں دوہراتیں ماضی سے نکل آئی تھیں۔

"اور بابا نے ٹھیک کہا تھا کہ لڑکیاں ہر طرح کے ماحول میں خود کو ڈھال لیتی ہیں۔ مجھے شروع شروع میں پرابلمز ہوئیں۔ اکرام کی والدہ کافی سخت مزاج خاتون تھیں نوکروں کی موجودگی میں بھی انھیں چائے فجر کی نماز کے بعد ان کی بیٹی عائشہ دیتی تھی اور یہ ذمہ داری انکے بغیر کہے میں نے اٹھالی تھی اور امی کے مزاج اور عادات کی تو تم بھی گواہ ہو مگر اللہ کا شکر ہے امی کو مجھ سے اور تم سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔" وہ اب مسکرا کر دیورانی کو دیکھ رہی تھیں۔

"آپ سے نہیں ہوتی تھی مگر مجھ سے اکثر ہو جاتی تھی۔" وہ مسکرا کر بولی تھیں۔

"ہاں یار، اتنا مسئلہ تو ماں بیٹی میں ہونا ہی چاہیئے اور تم ایشل کی طرف سے پریشان نہ ہوا کرو کہ میں جانتی ہوں اس میں ہر طرح کے ماحول میں ایڈجسٹ ہونے کی صلاحیت ہے۔ مگر ہماری ایشل کے لیے تو مسائل ان شاءاللہ تعالیٰ ہیں ہی نہیں، تم لوگوں نے بہت ٹائم لے لیا اب جواب دو ورنہ میں خود ہی ایشل کے ہاتھ میں حارث کے نام کی انگوٹھی ڈال دوں گی اور تم تو کیا ابراہیم بھی مجھے روک نہیں سکے گا۔" وہ یقین، حق اور مان سے بولی تھیں اور انھوں نے ایشل کا فیصلہ ڈرتے ڈرتے انھیں بتا دیا تھا کہ وہ ایشل کو چاہتیں بھی تو بہت تھیں اور ان کی خواہش بھی تو برسوں پرانی تھی۔ ایشل کا نام انہوں نے ہی رکھا تھا اور پیدائش کے دن ہی اعلان کر دیا تھا کہ وہ ان کے حارث کی دلھن بنے گی۔ ننھا حارث اس وقت چار سال کا تھا۔

" ایشل سے میں خود بات کر لوں گی اور تم فکر نہ کرو حارث سے میں آج ہی بات کروں گی اور مجھے یقین ہے اسے اعتراض نہ ہو گا۔" ان دونوں میں جو مثالی دوستی تھی اس کا سوچ کر وہ مطمئن تھیں اور یہ بات بھی ان کے اطمینان کے لیے کافی تھی کہ ایشل ہر لحاظ سے مکمل تھی حارث انکار کرے گا بھی تو کیوں؟ مگر وہ یہ نہیں سوچ سکتی تھیں (فی الحال) انکار کی وجہ دوسرے کی کمی نہیں

http://paksociety.com

کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے؟۔

☆☆☆☆☆

"ایشل لودھی سے بات کروایئے۔" اس نے فون اٹھایا ہی تھا کہ گھمبیر مردانہ لہجہ اس کے کان میں گونجا تھا۔

"میں ایشل لودھی ہی بات کر رہی ہوں۔ آپ کون بات کر رہے ہیں؟" وہ قدرے الجھ کر بول رہی تھی۔

"مجھے، زاہد خان! کہتے ہیں یقیناً آپ کو دو دن پہلے کی شام یاد ہو گی جب ہم ملے تھے۔" بے تکلفی سے کہا گیا تھا۔

"مسٹر آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے، میں آپ سے کیوں ملنے لگی۔۔۔ میں تو آپکو جانتی تک نہیں ہوں۔" وہ اس کی بات سن کر غصہ میں آگئی تھی اور وہ ہنستے ہوئے اچانک ٹاکرے کا احوال کہنے لگا تھا اور جسے یاد کر کے اس کا غصہ کئی گنا بڑھ گیا تھا۔ وہ پرسوں شام فائزہ اور ہاشم کے ساتھ واک پر گئی تھی۔ واپسی پر ہاشم لودھی کو دوست مل گیا تھا تو وہ دونوں اکیلے ہی گھر کی طرف بڑھ رہی تھیں کہ گاڑی کے ٹائر ان کے قدرے قریب چرچرائے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگی تھیں اور زاہد خان اسے دیکھ رہا تھا۔ پنک لان کے ایمبرائڈڈ سوٹ میں وہ پنک روز لگ رہی تھی اور اس نے خود پر جمی نگاہیں محسوس کر کے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا زاہد خان کے اسمائیل پاس کرنے پر وہ گڑبڑا گئی تھی اور اس نے گردن موڑ کر فائزہ کو دیکھا تھا جو بیٹے کو پکڑنے کو لپکی تھی کہ ان کے رکتے ہی تین سالہ ہشام ماں کی انگلی چھڑا کر بھاگا تھا۔

"مابدولت کو زاہد خان کہتے ہیں۔" وہ ایک بار پھر اس شخص کو دیکھنے پر مجبور ہو گئی تھی جو مردانہ وجاہت کا شاہکار تھا اور انتہائی بے باکی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ لب پر لب جماتی غصہ کنٹرول کرتی بامشکل خود کو کچھ کہنے سے روکتی پلٹی تھی۔

"بہت جلد آپ کو شرفِ ملاقات بخشیں گے۔ یاد رکھئے گا اور مجھے یقین ہے آپ کا نام بھی آپ کی طرح ہی خوبصورت ہو گا۔" اس کے گہرے لہجے پر اس کے اٹھتے قدم تھمے تھے۔

"مائی فٹ۔۔۔ تم جیسوں کو ایشل لودھی یاد رکھنا تو دور کلام کرنا بھی اپنی توہین سمجھتی ہے۔" اس کا لہجہ درشت اور بلند تھا۔

"یہ تو وقت بتائے گا ایشل لودھی!" وہ مسکرا کر کہتا گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"تمھیں اسے کچھ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔" فائزہ بیٹے کو گود میں اٹھائے اس کے ساتھ چلنے لگی تھی۔

"کیسے ضرورت نہیں تھی بھابھی! مجھے شرفِ ملاقات بخشنے کو ایسے کہہ رہا تھا جیسے برسوں کی شناسائی ہو۔ گھٹیا، کمینہ، لوفر۔۔۔" وہ غصہ سے بھڑک اٹھی تھی۔

"ایشل! بس کرو، کیوں اپنی زبان گندی کرتی ہو۔" وہ اس کے ڈپٹنے پر لب کچلنے لگی تھی۔

"ویسے ایشل! وہ شخص تھا بڑا ہینڈسم۔" اس نے ایشل کو چھیڑا تھا اور وہ بدک کر بھڑک اٹھی تھی۔

"بھابھی! میں ایسے لڑکوں پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی جو لڑکیوں کو دیکھتے ہی گھٹیا حرکتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔" اس کا

خوبصورت چہرہ دہک رہا تھا۔

"تم اتنا سیریس کیوں ہو رہی ہو۔ میں تو مذاق کر رہی تھی۔" وہ خجل ہو گئی تھی۔

"سوری، بٹ! یہ سب مجھے بہت ڈس ہارٹ کرتا ہے مغرب کی تقلید میں ہم اپنی روایات، بہن بیٹی اور عورت کا احترام یکسر بھلا چکے ہیں۔ نوجوان نسل جو ملک و قوم کا سرمایہ ہیں اپنی قوم کی ماں بیٹیوں کو بری نگاہ سے دیکھتے ہیں، چند لفظی خیانت اور وقت گزاری سے آخر انہیں کیا ملتا ہے۔۔۔ جو یہ سب کرتے ہیں؟" وہ بہت حساس ہو رہی تھی کہ کل ہی تو اس نے ٹی وی پر ایک تین سال کی بچی کے ساتھ زیادتی کے بعد موت کی خبر سنی تھی اور کل سے ہی وہ ڈپریشن کا شکار تھی اسی لیے اس نے آج کے اس واقعہ کو بہت زیادہ محسوس کیا تھا کہ جو ہوا اسے وہ محسوس تو پہلے بھی کرتی مگر حساسیت کا عالم اتنا شدید نہ ہوتا کہ راہ میں اس طرح کے فضول چیپ لوگ تو ٹکرا ہی جاتے ہیں۔

"تو کہیئے جناب کب شرفِ ملاقات بخشنے کا ارادہ ہے۔" وہ یکدم چونکی تھی۔

"شٹ اپ! آپکو میرا فون نمبر کہاں سے ملا؟" وہ غصہ سے بری طرح کھول رہی تھی۔

"اکیسویں صدی میں اتنا فرسودہ سوال؟ آجکل کسی کا بھی بائیوڈیٹا معلوم کرنا مشکل نہیں رہا آپ فون نمبر کی بات کر رہی ہیں؟" وہ ہنستے ہوئے گویا اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔ اور اس نے لائن ڈسکنیکٹ کر دی تھی مگر فون شدومد سے پھر بجنے لگا تھا۔

"آخر آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ کیوں مجھے پریشان کر رہے ہیں؟" وہ نہایت طیش سے پوچھ رہی تھی۔

"میں کہاں تمہیں پریشان کر رہا ہوں ایشل! پریشان اور راتوں کی نیندیں تو میری تم نے اڑا دی ہیں۔" بے تکلف لہجہ اس کے چودہ طبق روشن کر گیا تھا۔

"بکواس بند کیجیئے اور آئندہ کال کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" اس طرح سے کسی مرد سے وہ پہلی دفعہ ہی بات کر رہی تھی اور غصہ میں کم اور حیران زیادہ تھی مگر اس کی اگلی بات پر وہ لرز اٹھی تھی ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا تھا۔

"وہی تو! میں تمہیں خود سے بہت قریب دیکھنا چاہتا ہوں اور یار جب قریب آؤ گی تو اچھے سے بتاؤں گا کہ تم کتنی بری ہو۔" وہ لفظ "بری" پر زور دے کر بولا تھا۔

اور وہ غم اور غصہ سے باقاعدہ کانپنے لگی تھی، اس نے لائن کاٹ دی تھی۔ فون پھر بجنے لگا تھا مگر اس نے کال رسیو کرنے کی اب حماقت نہیں کی تھی۔ اس نے اس وقت تو رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ رات میں وہ سب کھانا کھا رہے تھے جب ملازمہ نے آکر کہا تھا کہ اس کے لیے کسی کی کال ہے۔ دل زور سے دھڑکا تھا اور وہ ناچار کھانا چھوڑ کر اٹھ گئی تھی۔

"ہیلو" وہ قدرے ڈرتے ڈرتے بولی تھی۔

"ہیلو ایشل! ہاؤ آر یو، بیوٹی فل گرل؟" وہ اس کے برعکس سنجیدگی سے بولا تھا۔

http://paksociety.com

"آپ آخر چاہتے کیا ہیں؟" وہ روہانسی ہو گئی تھی، وہ لاؤنج میں تھی اور لاؤنج سے ڈائننگ ہال زیادہ دور نہ تھا اسی لیے وہ دبے دبے انداز میں بول رہی تھی، وہ کھانا چھوڑ کے آئی تھی اس لیے بھی خوفزدہ تھی کیونکہ اس وقت گھر میں سب ہی موجود تھے۔

"میں صرف تمھیں چاہتا ہوں ایشل! اور میرے دل میں تمھیں خود سے بہت قریب دیکھنے کی خواہش مچل رہی ہے اور اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے تمھیں زحمت دینا چاہتا ہوں۔ تو کہو، کب؟ کہاں؟ مل سکو گی؟" اس کا دماغ زاہد خان کی گھٹیا باتوں پر بھک سے اڑا تھا۔

"شٹ اپ" وہ دھاڑی۔

"آپکی ہمت بھی کیسے ہوئی مجھ سے ایسی بات کرنے کی؟" وہ غصہ سے باقاعدہ کانپ رہی تھی۔

" ایشل لودھی میں بڑا فیئر بندہ ہوں۔ لگی لپٹی رکھنا میرا شیوہ نہیں۔ میں چاہتا تو پہلے دوستی کی آفر کرتا، پھر محبت کی پینگیں بڑھاتا اور اس کی بعد کہیں جا کر اپنا مقصد تم پر آشکار کرتا۔ مگر میں نے کہا نہ میں بڑا ہی فیئر بندہ ہوں۔ برائی اور بے ایمانی بھی بڑے ایمان سے کرنا پسند کرتا ہوں۔" وہ خوشدلی سے بول رہا تھا۔

" میری طرف سے آپ جہنم میں جائیں۔ آئندہ مجھے فون کرنے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" وہ ماؤف ہوتے ذہن کے ساتھ بمشکل بولی تھی۔

" تمھیں میری آفر یقیناً بری لگی ہو گی لیکن تم مجھے پہلی نگاہ میں ہی بھا گئی ہو ایشل لودھی اور جب تک میں تم تک رسائی حاصل نہیں کر لیتا یونہی فون کرتا رہوں گا۔ فی الحال فون رکھتا ہوں تم سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لو۔" اس نے رابطہ اب کے خود ہی منقطع کر دیا تھا اور وہ ساکت سی ریسیور ہاتھ میں لیے کھڑی تھی۔

" ایشل! تمھیں مما بلا رہی ہیں۔ بات کر کے جا کر کھانا کھا لینا۔" وہ حارث کی آواز پر چونکی تھی اور ریسیور رکھ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگی تھی۔

"ایشل۔۔۔!" وہ حارث کے آواز دینے پر بھی نہیں رکی تھی۔ اس نے بچپن سے کوایجوکیشن میں پڑھا تھا مگر وہ لڑکوں سے رسمی علیک سلیک رکھنا بھی گوارہ نہ کرتی تھی۔ مہ رخ اور عائزہ اس کی بیسٹ فرینڈز تھیں۔ فائزہ سے بھی اس کی دوستی تھی مگر اس کا کوئی بوائے فرینڈ نہیں تھا اور جو ہائے ہیلو کرنا بھی مُناسب نہیں سمجھتی تھی، زاہد خان کی آفر، اس کی عامیانہ گفتگو نے اسے ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں اتار دیا تھا۔ وہ سوچ سوچ کر روتی اور پریشان ہو رہی تھی اس کا ذہن اور دل تو کر رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اُس میں سما جائے۔ رونے اور جاگنے سے صبح تک وہ بخار میں تپ رہی تھی۔ "لودھی ہاؤس" میں اس کی بیماری نے سوگوار سی ہلچل مچا دی تھی۔ کوثر لودھی اس کے لیے سب سے زیادہ متفکر اور آزردہ تھیں۔

☆☆☆☆☆

http://paksociety.com

"مما آپ کو کوئی کام تھا تو مجھے بلا لیا ہوتا۔" وہ فائلز سائیڈ میں کر کے ان کے لیے جگہ بناتے ہوئے بولا تھا۔

" حارث! ماشا اللہ! تم نے اپنے بابا اور چاچو کے ساتھ مل کر بزنس سنبھال لیا ہے۔ ہم تم پر مزید ذمہ داریاں ڈالنا چاہتے ہیں۔" وہ ایشل کی اچانک خراب ہو جانے والی طبیعت کے باعث چار دن بعد اس سے بات کر رہی تھیں جبکہ ارادہ تو کب سے کیا ہوا تھا۔

" مما، میں آپ کی بات نہیں سمجھا۔" وہ ماں کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"میری شادی۔۔۔" اس نے ماں کی بات زیرِ لب دہرائی تھی۔

" ہاں، تمھاری شادی! ہم سب چاہتے ہیں کہ تمہاری شادی ایشل سے ہو جائے۔" وہ مسکرا کر بولی تھیں۔

" ایشل سے؟ نو مما میں ایشل سے شادی نہیں کر سکتا۔ میں نے ایشل کو اس نگاہ سے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ صرف میری اچھی دوست ہے۔" وہ حیرانگی سے نکلتا صفاچٹ جواب دے گیا تھا۔

"سوچا نہیں تو، سوچ تو سکتے ہو۔ تمھاری اور ایشل کی بات بچپن سے طے ہے۔" وہ سنجیدگی سے ہی بولی تھیں۔

" اتنی بڑی بات آپ لوگوں نے ہمیں بتائی تک نہیں؟"

"تمہارے چاچو کو اعتراض تھا اسلیے نہیں بتائی۔ بڑوں میں تو تقریباً بات طے ہی ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی تھیں۔

" مما! میری مرضی کے بغیر آپ لوگ اتنا بڑا فیصلہ کیسے لے سکتے ہیں؟" وہ خفگی سے پوچھ رہا تھا۔

"ایشل میں کونسی برائی ہے جو سوچا، سمجھا جائے۔ گھر کی بچی ہے۔"

" مما! میں نے کب کہا ایشل میں کوئی برائی ہے؟ مگر میں ایشل سے اس کی تمام اچھائیوں کے باوجود شادی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں عائزہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے لگی لپٹی رکھے بغیر صاف دل کی بات کہہ دی تھی۔

" عائزہ کا تو کبھی نام بھی مت لینا۔ تمہارے لیے ایک وہی لاوارث رہ گئی ہے جس کے حسب نسب کا بھی کسی کو نہیں پتا۔" وہ اپنے جلال میں آچکی تھیں۔

" مما! عائزہ، عائشہ پھپھو کی بیٹی ہے اسے آپ لاوارث کیسے کہہ سکتی ہیں؟" وہ دکھ و حیرانگی سے بولا تھا۔

" حقیقت سے نگاہ چرانے سے حقیقت کبھی نہیں بدلتی حارث! اور آج تو تم نے اس عائزہ کا نام لیا آئندہ بھولے سے بھی ذکر نہ کرنا وہ میری بہو کبھی نہیں بنے گی۔ میں نے تمہاری بیوی کی حیثیت اور روپ میں صرف ایشل کو دیکھا ہے اور تمہاری شادی صرف ایشل سے ہو گی۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔" وہ بیٹے کو گھورتیں کمرے سے نکل گئی تھیں اور وہ غصہ سے پیچ و تاب کھانے لگا تھا۔

☆☆☆☆☆

http://paksociety.com

"ایشل! تم 15,20 منٹ میں آنے کا کہہ کر دو گھنٹے بعد آرہی ہو؟ کبھی تو وقت کی پابندی کر لیا کرو۔" عائزہ نے اسے دیکھتے ہی خفگی سے لتاڑا تھا۔

" عائزہ! میرا موڈ پہلے ہی ٹھیک نہیں ہے۔" اس نے خراب موڈ کے ساتھ اطلاع دی تھی اور اس کے بیڈ پر نیم دراز ہو گئی تھی۔

"کیوں خیریت؟ آجکل کیا ہوتا جارہا ہے تمھیں لمحے میں تمھارا مزاج برہم ہو جاتا ہے۔" وہ ایشل کو بغور دیکھ رہی تھی۔ وہ ایک ہفتے سے بیمار تھی، چہرے کی شادابی بھی ماند پڑ گئی تھی۔

" اوہوں، تھی ایک بات جس نے مجھے بہت ڈسٹرب کر دیا تھا اور فی الحال میں ایسی کوئی بات نہیں کرنا چاہتی کہ میں نے خود کو بڑی مشکل سے اس فیز سے نکالا ہے۔" وہ تکیہ میں منہ دیئے بول رہی تھی آواز بھی دھیمی تھی عائزہ کے کچھ پلّے نہیں پڑا تھا۔

" کیا بول رہی ہو مجھے کچھ سنائی نہیں دے رہا۔" اس نے کہتے ہوئے تکیہ ایشل کے سر پر مارا تھا اور وہ سیدھی ہو گئی تھی۔

" مجھے بات بتانی ہے تو بتاؤ، ڈرامہ کوئین بننے کی ضرورت نہیں ہے۔" اسے خاموش دیکھ کر عائزہ چڑ گئی تھی۔

" مما اور تائی اماں کی وجہ سے پریشان ہوں، یہ پکالو، وہ سیکھ لو کی رٹ لگا کر دونوں نے میرا جینا محال کیا ہوا ہے اور مجھے مما سے زیادہ تائی اماں کی بے وفائی رُلا رہی ہے، پہلے جب بھی مما مجھے کچن کے آس پاس بھی بھیجتی تھیں تو تائی اماں مدد کو پہنچ کر وہ کام خود کر دیتی تھیں مگر اب تائی اماں بھی مما کی ہمنوا بن گئی ہیں، چاہتی ہیں کہ میں گھر داری سیکھ لوں کیونکہ وہ سب میری شادی حارث سے کر دینا چاہتے ہیں۔" وہ ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئی تھی اور عائزہ جو اس کی بات بڑے غور سے سن رہی تھی آخری بات پہ ساکت رہ گئی تھی اور اس کے چہرے پر لہراتے سائے ایشل نے صاف دیکھے تھے اور وجہ سمجھے بناء بات آگے بڑھائی تھی۔

"تائی اماں نے سڑے بینگن کے لیے میرا رشتہ دے دیا ہے۔ اور سمجھو بات تو بڑوں میں میری پیدائش کے وقت ہی طے ہو گئی تھی۔ لیکن میں نے مما کو صاف انکار کر دیا۔" وہ عائزہ کی آنکھوں کی دہلیز گیلی ہوتے دیکھ کر اسے اچھنبے سے دیکھ رہی تھی۔

" لل۔۔ لیکن کیوں ایشل! حارث اتنے اچھے تو ہیں۔" اسکی آواز کانپ رہی تھی جس کا اندازہ اسے خود بھی نہ تھا۔

"ہاں! حارث بہت اچھا ہے۔" وہ ایک جذب سے بولی تھی۔

"مگر ہم صرف اچھے دوست ہیں۔ میں اس سڑے بینگن سے کبھی شادی نہ کروں۔ مگر تم اتنی اداس کیوں ہو گئی ہو؟ تمھیں تائی اماں کے رشتہ ڈالنے کا دکھ ہے یا میرے انکار کر دینے پر دکھی ہو؟" ایشل حیرت سے پوچھ رہی تھی اور وہ بڑے ضبط کا مظاہرہ کر رہی تھی صرف ایشل کے لیے۔

" مجھے بڑی مامی کے پرپوزل دینے پر کیوں دکھ ہو گا؟ بڑی مامی تمھیں چاہتیں بھی تو بہت ہیں۔ ان کا نظرِ انتخاب ٹھہرنا ہی صرف تم پر تھا۔ میں ان کی نگاہ میں ہی کبھی نہیں سمائی تو انتخاب کیسے بنتی۔" اس کی آواز آخر تک بہت دھیمی ہو چکی تھی۔

http://paksociety.com

"ہاں اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ تائی اماں مجھے بہت چاہتی ہیں اور میں نے سوچا ہے کہ تائی اماں کی خوشی کے لیے حارث سے شادی کرلوں گی۔" وہ یکدم تڑپ کر ایشل کو دیکھنے لگی تھی اور اس کی نگاہیں بے اختیار چھلک اٹھی تھیں۔

"عائزہ۔۔۔" وہ پریشان ہوگئی تھی۔

"پلیز ایشل! حارث سے شادی سے انکار کر دو میں حارث سے بہت محبّت کرتی ہوں۔ اس کے بناء تو شاید میں مر ہی جاؤں گی۔" وہ بے تحاشا رو رہی تھی۔

"اللہ نہ کرے، مریں تمہارے دشمن۔" وہ دہل کر بولی تھی۔

"اور تم حارث سے محبت کرتی ہو یہ کبھی بتایا کیوں نہیں۔" اسے پانی پلانے کے بعد وہ خفگی سے پوچھ رہی تھی۔

"میری ناک کے نیچے میرے خوبرو کزن پلس دوست سے محبت کی پینگیں بڑھالیں اور مجھے کانوں کان خبر تک نہیں ہونے دی؟" ایشل لڑاکا طیارے کی طرح اس پر چڑھ دوڑی تھی۔

"ہم تو اپنی زندگی میں مگن تھے، تمہارے خوبرو کزن نے لائن ماری تو ہم نے سوچا منڈا برا نہیں ہے۔" وہ خود کو کمپوزڈ کرتی شاہانہ انداز میں بولی تھی۔

"اوہو۔" ایشل نے معنی خیزی سے اسے دیکھتے ہوئے اس کے رخسار پر چٹکی کاٹی تھی اور وہ ہنس دی تھی۔

"ویسے تجھے محبت کرنے کو وہی سڑا بینگن ملا تھا؟" اب وہ دوست کو چھیڑ رہی تھی۔

"محبت دیکھ اور سوچ کر ہوتی تو میں کبھی حارث سے نہ کرتی، گو کہ میں جانتی ہوں کہ محبت کے سفر میں اکیلی نہیں ہوں لیکن مجھے وصل و ملن کی آہٹ سنائی نہیں دیتی، بڑی مامی مجھ سے نفرت کرتی ہیں یہ جانتے ہوئے بھی میں خود کو حارث سے محبت کرنے سے روک نہیں پاتی۔" وہ آزردگی سے کہہ رہی تھی۔

"نہیں عائزہ! تائی اماں تم سے نفرت نہیں کرتیں۔" اس نے جان سے زیادہ پیاری تائی کی سائیڈ لینا چاہی تھی مگر وہ طنز سے ہنسی تو لب دانتوں تلے دبا گئی تھی۔

"مجھے بچپن سے آج تک کوئی ایسا لمحہ یاد نہیں ہے ایشل جب بڑی مامی نے مجھے پیار سے دیکھا ہو، وہ مجھے بچپن سے آج تک ایسے جرم کی سزا دیتی آئی ہیں جو مجھ سے سرزد تک نہیں ہوا۔ میں مما، پاپا کی بیٹی نہیں ہوں۔ مما، پاپا مجھے یتیم خانے سے لائے تھے۔ میں اپنے پیرنٹس کو نہیں جانتی تو اس میں میری کیا غلطی ہے؟" وہ کم مائیگی کے احساس سے رو پڑی تھی۔

"میں جانتی ہوں کہ بڑی مامی مجھے اپنی بہو کبھی نہیں بنائیں گی اور یہ حقیقت جانتے ہوئے بھی میں صرف حارث سے محبت کرتی ہوں اور اس سے ہٹ کر کچھ سوچ ہی نہیں پاتی۔ اُسے کسی اور کا نصیب بنتے دیکھ پانا میرے لیے بہت مشکل ہوگا ایشل! جسے میں اپنے لیے ہر اک دعا میں مانگتی ہوں۔" وہ عائزہ کے ہاتھ تھام گئی تھی۔ "عائزہ! بلیو می! حارث صرف تمھارا ہے۔ میں تائی اماں سے

http://paksociety.com

بات کروں گی۔ انھیں راضی کرنے، منانے کی پوری ذمہ داری میری ہے۔" وہ نرمی سے اسے یقین دلا رہی تھی۔

" لیکن بڑی مامی کبھی اس رشتے کے لیے راضی نہیں ہوں گی۔" اس کے خدشے اور ڈر بچپن سے برداشت کئے رویے اور نفرت کا شاخسانہ تھے اس لیے اتنی آسانی سے تو زائل ہو نہیں سکتے تھے۔

" تائی اماں میری کوئی بات نہیں ٹالتیں اور دیکھنا وہ اس بار بھی ٹال نہیں پائیں گی۔ میں انھیں پیار اور حق سے منالوں گی۔" اسے کوثر لودھی کی ممتا اور محبت پر کامل یقین تھا اور کیوں نہ ہوتا اس نے کوثر لودھی کی چاہت حارث لودھی سے بھی زیادہ سمیٹی تھی۔

" تم بڑی مامی سے کیسے بات کرو گی؟ وہ تو تمھیں اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں۔" اسے نئی فکر لاحق ہوئی تھی۔

" وہ تم مجھ پر چھوڑ دو اور فون کر کے ابھی حارث کو بلاؤ۔ تم دونوں نے ہی مجھے کچھ نہیں بتایا۔ ناراض ہونا بنتا ہے میرا مگر میں ناراضگی دکھانے کی بجائے تم لوگوں کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔ مگر تم دونوں کی ہیلپ میں بعد میں کروں گی پہلے تم دونوں آج مجھے خوب شاپنگ کرواؤ گے، ڈنر کرواؤ گے۔ ٹینشن نہ لینا صرف 20,25 ہزار کا خرچہ کرواؤں گی۔" وہ شانِ بے نیازی سے کہہ رہی تھی اور اس نے ایشل کو گھورتے ہوئے حارث کو کال کی تھی۔ وہ آفس سے گھر جانے کے لیے نکل رہا تھا، کال سُنتے ہی زم زمہ پہنچ گیا تھا، حارث کی اس نے خوب کلاس لی تھی، وہ مسکراتا رہا تھا کہ وہ رات سے بہت پریشان تھا مگر اب سکون محسوس کر رہا تھا کہ اسے یقین تھا کہ ایشل، کوثر لودھی کو منالے گی۔ اس نے ایشل کو پورے 25 ہزار کی شاپنگ کروائی تھی اور اب وہ ڈنر کر رہے تھے جو وہ کہہ رہی تھی بلا چوں چراں منگوائے جا رہا تھا۔

" تم نے آج میرا ضرورت سے زیادہ خرچہ کروادیا ہے۔ شرافت سے اب آج ہی مما سے بات کر لینا کہ میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔" وہ چکن رائس کھاتے ہوئے بول رہا تھا۔

" مجھ پر زیادہ دھونس جمانے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کے بازو پر مکّا جڑتے ہوئے بولی تھی۔

" تمھیں اب اہمیت دے رہے ہیں تو زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج ہی شرافت سے مما سے میری اور عائزہ کی شادی کی بات کر لینا۔" وہ اسے گھورتے ہوئے کولڈ ڈرنک کے سپ لینے لگا تھا۔

" بھئی نہ میں عائزہ کی ماں ہوں نہ تمہاری تو میں کیوں رشتہ کی بات کروں؟" وہ نیپکن سے ہاتھ پونچھتے ہوئے طنز سے پوچھ رہی تھی۔

" بات مما سے میں نے کی تھی مگر زور نہیں ڈالا تھا کہ میرے زیادہ زور ڈالنے کے سبب مجھے لگتا ہے کہ مما ضد میں نہ آجائیں اور میں مما کے خلاف نہیں جا سکتا۔ میں نے بات پاپا کے ذریعے کرنے کا سوچا تھا اور تم نے مما سے بات کرنے کو کہا تو میں مطمئن ہو گیا۔ مگر محترمہ تم اگر مما کی لاڈلی ہو، مما سے ہر بات منوا سکتی ہو تو میں بھی مما کو منا سکتا ہوں۔ تمھیں تو اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مما

http://paksociety.com

نے میرے لیے تمھیں پسند کیا ہے تم خود انکار کرو گی تو مما سوچنے پر مجبور ہو جائیں گی۔" وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا اور وہ ہنس دی تھی۔

" تم پورے سڑے بینگن ہو بچپن سے مجھ سے جلتے ہو کیونکہ یہ بہت بڑی حقیقت ہے کہ تائی اماں مجھے تم سے زیادہ چاہتی ہیں۔" وہ فخر سے بولی تھی اور وہ دونوں اپنا ضبط آزما گئے تھے۔

" اور تم دونوں ہی پریشان نہ ہو میں تائی اماں کو منالوں گی اور یار برے برے منہ نہ بناؤ۔ تائی اماں میری بات مانیں گی ضرور مگر صرف تمہاری خوشی کے لیے کہ وہ تم سے بہت محبت کرتی ہیں، ان سے میں بھی صرف اسی خیال سے بات کرنا چاہتی ہوں کہ انھیں دکھی نہیں دیکھ سکتی اور نہیں چاہتی کہ تم تائی اماں سے بحث کرو، وہ تم سے کچھ کہیں، مجھ سے بات نہیں ہو سکی تو تم کوشش کرنا مجھے یقین ہے وہ تمہاری خوشی کے لیے ہر پرانی کلفت کو بھلا دیں گی۔" وہ سنجیدہ ہو گئی تھی۔

" بڑی مامی کو ہرٹ تو میں بھی نہیں کرنا چاہتی۔ وہ مجھے ناپسند کرتی ہیں۔ تم بڑی مامی سے میری بات نہ کرو حارث اور جہاں وہ کہتی ہیں شادی کر لو۔ بڑی مامی کی نفرت اب تک تو میں نے سہہ لی، بہو بن کر نفرت و طعنے میں سہہ نہیں پاؤں گی کہ عزت کی زندگی تو میں بھی جینا چاہتی ہوں۔" شیشے کی میز کی شفاف سطح پر اس کے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے تھے۔

" مما تم سے نفرت نہیں کرتیں عائزہ! بس وہ تمھیں کبھی پھپھو کی بیٹی تسلیم نہیں کر سکیں، کبھی تمھیں فائزہ کی طرح نہیں سمجھ سکیں، میری مما کسی سے نفرت کر ہی نہیں سکتیں عائزہ!" وہ ماں سے بہت محبت کرتا تھا اور ماں کی حمایت میں بولا تھا۔ وہ آزردگی سے مسکرا دی تھی۔ اس کا درد ان میں سے کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یتیمی اور اجنبیت کے طعنے اور محسوسات تو اس نے تنہا محسوس کئے تھے۔ جنہیں وہ اپنا سمجھتی تھی ان سے اس کا کوئی رشتہ نہ تھا۔ وہ کچھ اپنے، کچھ بیگانے سے رشتوں کے درمیان سینڈوچ بن کر رہ گئی تھی۔ عائشہ اور منصور کی محبت اسے جینے کا احساس دلاتی تھی۔ اکرام لودھی کی بیگانگی، کوثر لودھی کی کاٹ دار نظریں اس احساس میں دراڑیں ڈالنے لگتی تھیں۔ اس نے اچھے اور بُرے رویوں کے امتزاج کے باعث خوشی کے لمحات بھی روتے ہوئے گزارے تھے کہ خوشیاں اس پر خوشی کی طرح مہربان ہوئی ہی نہیں تھیں۔ ہمیشہ ایک کسک سی رہ جاتی تھی اور نہ جانے اسے زندگی کی اولین چاہت ملنے والی تھی یا۔۔۔!

☆☆☆☆☆

"عائشہ! میں زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتی۔ بس تم اپنی لے پالک بیٹی کو سمجھا دو کہ وہ میرے حارث کے خواب دیکھنا چھوڑ دے۔ عائزہ تمہاری بیٹی ہوتی تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوتا مگر میں ایک ایسی لڑکی جس کے حسب نسب کو نہیں جانتی، اپنی بہو نہیں بنا سکتی میں ایک لاوارث لڑکی کو۔" کوثر لودھی کچھ دیر بیٹھنے کے بعد نہایت تلخی سے کہہ رہی تھیں۔

" بھابھی عائزہ لاوارث نہیں ہے اس کے ماں باپ زندہ ہیں۔" وہ دکھ سے کوثر لودھی کی بات کاٹ گئی تھیں۔

http://paksociety.com

" زندہ ہیں تو لاؤ میرے سامنے! اس حقیقت کو فراموش نہ کیا کرو کہ عائزہ تمہاری بیٹی نہیں ہے اور باخدا وہ تمہاری بیٹی ہوتی تو اسے بہو بنانے میں مجھے اعتراض کبھی نہیں ہوتا کہ یاد ہو گا تمھیں کہ ہاشم اور فائزہ کی شادی میں، میں پیش پیش تھی، تمہارے لیے بہتر ہو گا کہ تم اس لے پالک کو یہ باور کرادو کہ وہ میری بہو بننے کے لائق نہیں ہے۔" وہ عائشہ کے ٹوکنے پر خائف ہوئے بغیر تلخی سے کہہ رہی تھیں۔

" بھابھی آپ نے ہمیشہ عائزہ کی انسلٹ کی، میں نے آپ کے احترام میں برداشت کر لیا سب کچھ، مگر میں اپنی بیٹی کی مزید توہین ہرگز برداشت نہیں کروں گی۔" وہ قدرے غصہ سے بولی تھیں۔

" اب تم اس لے پالک کے لیے اپنی بھابھی سے بدتمیزی کرو گی؟" کوثر لودھی کو ان کا کہنا برا لگا تھا۔ "بھابھی میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں مگر یہ یاد رکھئے گا کہ میں آپکی عزت آپکے اعلی خاندان کی وجہ سے نہیں، آپ سے جڑے رشتے کی وجہ سے کرتی ہوں اور عائزہ میری بیٹی ہے اسے آپ سب کو عزت دینا ہو گی۔" وہ دوٹوک انداز میں بولی تھیں کہ کوثر لودھی نے واضح الفاظ میں ناگواری پہلی دفعہ ظاہر کی تھی تو عائشہ نے پہلی ہی دفعہ میں ٹوک دیا تھا، ہاں ان کے انداز پر وہ کوئی قدغن نہیں لگا سکتی تھیں اسلیے ہمیشہ چپ ہی رہی تھیں۔

" میری بیٹی کے لیے رشتوں کی کمی نہیں ہے۔ آپ کیا عائزہ کی شادی حارث سے نہیں کریں گی ہم خود ایسا نہیں چاہیں گے۔ آپ عائزہ کو بہو نہیں بنانا چاہتیں تو ہم بھی حارث کو داماد نہیں بنانا چاہتے۔" منصور کمرے میں داخل ہوتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں بولے تھے۔ دہلیز کے اس پار کھڑی عائزہ سن ہو گئی تھی۔ حارث سے دست برداری کا تو تصور ہی اس سے نہ ہوتا تھا اور وہ لوگ اس سے پوچھے بغیر اس کی زندگی کا فیصلہ کر رہے تھے۔

"ہم بہت جلد آپ کو عائزہ کی شادی کی خبر دیں گے۔" کوثر لودھی کھڑی ہو گئی تھیں اور غصہ سے باہر نکلتی چلی گئی تھیں۔ عائشہ کے بہت روکنے پر بھی نہیں رکی تھیں اور وہ روتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔ "آپکو بھابھی سے ایسے بات نہیں کرنی چاہئے تھی، وہ زبان اور دل کی بری نہیں ہیں، بس عائزہ کے لیے کبھی اپنا ذہن اور دل کشادہ نہیں کر سکیں۔" منصور صوفہ پر ٹک گئے تھے اور شوہر کو دیکھتے ہوئے وہ تاسف سے بول رہی تھیں کہ کوثر لودھی کبھی روایتی بھابھی ثابت نہیں ہوئی تھیں۔ لیکن جب وہ لوگ شادی کے 8 سال بعد تک بے اولاد رہے تھے تو انھوں نے یتیم خانے سے گیارہ دن کی بچی کو ایڈاپٹ کیا تھا اور کوثر لودھی ہی نہیں اکرام لودھی، ابراہیم لودھی نے بھی مخالفت کی تھی مگر وہ لوگ اپنے فیصلے پر قائم رہے تھے اور انھوں نے گیارہ دن کی بچی کو عائزہ نام دے کر اپنی بیٹی بنالیا تھا اور اسے اتنی ہی محبت اور توجہ دی تھی جتنی سگی اولاد کو دی جاتی ہے اور ان کی اس نیکی کو اللہ نے قبول کر لیا تھا اور ان کی سونی گود بھر دی تھی۔ شادی کے نویں سال انھوں نے فائزہ کو جنم دیا تھا، فائزہ کی پیدائش کے بعد وہ لوگ چاہتے تھے کہ عائزہ کو یتیم خانے چھوڑ آیا جائے مگر وہ دونوں راضی نہ ہوئے، وقت کے ساتھ ساتھ ابراہیم اور شہلا نے تو عائزہ

http://paksociety.com

کو قبول کر لیا تھا مگر وہ دونوں میاں بیوی کو ثر لودھی اور اکرام لودھی نہ کر سکے تھے اور اسی ایک اختلاف کی علاوہ ان نند بھاوج میں کوئی اختلاف اور عداوت نہ تھی۔

" عائزہ مجھے فائزہ سے بڑھ کر عزیز ہے کہ وہ میری پہلی اولاد ہے اور بڑے بھائی اور بھابھی کا رویہ اور انداز ہمیشہ میری اور میری بیٹی کی دل آزاری کا سبب بنا ہے مگر میں خاموش رہا مگر اب نہیں کہ بھابھی حد سے بڑھ گئی ہیں۔ عائزہ میں جب کوئی برائی نہیں ہے تو وہ اتنی سختی سے کیسے انکار کر سکتی ہیں؟ خیر ان باتوں کو جانے دو۔ رانا، کئی دفعہ عائزہ کے لیے پسندیدگی ظاہر کر چکا ہے، میں اسے کہوں گا کہ وہ ارادہ رکھتا ہے تو پرپوزل لے کر آجائے۔" وہ گہری سنجیدگی سے بول رہے تھے اور وہ آگے سے کچھ نہیں بولی تھیں کہ شوہر کا فیصلہ درست لگ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆

"شہلا سے کوئی بات منوانی ہے؟" وہ کچھ دیر قبل دبے قدموں ان کے کمرے میں داخل ہوئی تھی اور ان کے ہاتھ سے کتاب آہستگی سے لے لی تھی۔ انھوں نے چشمہ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر اسے مصنوعی خفگی سے دیکھا تھا اور وہ مسکراتی ہوئی اُن کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی تھی۔ انھوں نے اس کے خوبصورت بالوں میں نرمی سے انگلیاں چلاتے ہوئے استفسار کیا تھا کہ وہ ان کے کمرے میں اکثر کوئی بڑی ضد یا فرمائش پوری کروانے کو ہی آتی تھی۔ "مجھے مما سے نہیں آپ سے بات منوانی ہے۔" وہ ان کو دیکھنے لگی تھی۔

" اوہو! میری ایشا کو مجھ سے ایسی کون سی بات منوانی ہے؟" وہ اس کی سبز آنکھوں میں دیکھ کر مسکرائی تھیں۔

" تائی اماں! انکار تو نہیں کریں گی؟" اس نے وعدہ لینا چاہا تھا۔

" اونہہ! پہلے کبھی ایسا ہوا ہے کہ میری ایشا نے مجھ سے کچھ مانگا ہو اور میں نے انکار کر دیا ہو؟" وہ اس کے لیے مخصوص شفقت سے بولی تھیں۔

"تائی اماں! عائزہ کو اپنی بہو بنالیں۔" وہ اٹھ کر ان کے عین سامنے بیٹھتے ہوئے ہاتھ تھامے، بغیر جھجکے بولی تھی اور وہ ساکت رہ گئی تھیں کہ ان کہ وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ بات ہو گی۔

" میری ناپسندیدگی اور میری خواہش جانتے ہوئے بھی تم نے یہ بات کی کیسے؟" وہ اس پر خفا ہو رہی تھیں۔

" تائی اماں جانتی ہوں۔ آپ مجھے اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں لیکن حارث، وہ تو ایسا نہیں چاہتا۔ وہ عائزہ سے محبت کرتا ہے۔ پلیز حارث کی خوشی، اس کی پسند کے لیے آپ اپنی ناپسندیدگی بھول جائیں۔" وہ اندرونی توڑ پھوڑ یکسر نظر انداز کئے لجاجت سے بول رہی تھی۔

" تمھیں اس معاملے میں بولنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، اٹھو اور اپنے کمرے میں جاؤ۔" وہ غصّہ بمشکل کنٹرول کئے

http://paksociety.com

ہوئے تھیں۔

" تائی اماں! حارث کی خوشی مجھ سے نہیں، عائزہ سے جڑی ہے۔ آپ کے مجبور کرنے پر حارث مجھ سے شادی کر بھی لے تو آپ خود بتائیں کیا ہم خوش رہ پائیں گے۔" وہ اس کی باتوں پر گہری سوچ میں ڈوب گئی تھیں۔ "تمھیں سفارشی بنا کر حارث نے بھیجا ہے؟" انھوں نے بیٹے کی اُداسی کا سوچا تھا اور کسی فیصلے پر پہنچ گئی تھیں کہ انھوں نے جب اکرام کو حارث کی پسند کے بارے میں بتایا تھا تو وہ بھی یہی بولے تھے۔

" تائی اماں! وہ آپ سے بات کرتا لیکن وہ آپ کو دکھی نہیں کرنا چاہتا تھا اسلیے میں نے اس سے کہا کہ میں تائی اماں کو منالوں گی کہ میں جانتی ہوں کہ آپ میری کوئی بات ٹال ہی نہیں سکتیں۔" اس نے محبت سے بازو ان کی گردن میں حمائل کئے تھے۔

" آج زندگی میں پہلی دفعہ میرا دل کہہ رہا ہے کہ تجھے انکار کر دوں ایشل! کہ اپنے حارث کی دلھن کے روپ میں، ہمیشہ میں نے صرف تجھے دیکھا ہے۔ لیکن میں تجھے اور حارث کو دکھی نہیں دیکھ سکتی۔ حارث نے میرے زبردستی کرنے پر اگر تم سے شادی کر بھی لی لیکن تمھیں خوش نہیں رکھا اور خود بھی خوش نہیں رہا تو میں خود کو معاف نہیں کر سکوں گی۔ اسلیے میں تم دونوں کی خوشی کے لیے اپنی برسوں پرانی خواہش سے دستبردار ہو جاتی ہوں۔" وہ بہت دکھی نظر آرہی تھیں۔ دکھ تو اس کے اندر بھی جاگزیں ہونے لگے تھے مگر وہ مسکرائی تھی اور شرارت سے بولی تھی۔

"تائی اماں! اس میں صرف آپ کا قصور ہے۔ آپ کے دو چار بیٹے ہوتے تو میں کسی نہ کسی کے ساتھ کھپ ہی جاتی۔" ان کے اداس چہرے پر مسکراہٹ سج گئی تھی۔

" بدتمیز لڑکی" انھوں نے اس کے سر پر چپت لگائی تھی اور وہ ہنس دی تھی اسے اپنی کھوکھلی ہنسی کا اچھے سے ادراک تھا۔

" تھینک یو تائی اماں! میں ابھی جا کر حارث کو آپ کے مان جانے کی خوشخبری سناتی ہوں۔" وہ ان کے گال پر پیار کرتی روم سے نکل گئی تھی۔ اور وہ اپنے اندر آزردگی سی اترتی محسوس کرنے لگی تھیں۔

☆☆☆☆☆

"ایشل! پھر آپ نے میری آفر کے بارے میں کیا سوچا ہے؟" وہ سو رہی تھی تب ملازمہ نے کارڈلیس فون لا کر اُسے دیا تھا۔ اس نے ناچار کارڈلیس لے کر "ہیلو" کہا تھا اور نیند میں ڈوبی آواز سن کر زاہد خان نے مسکرا کر ڈائریکٹ مطلب کی بات کی تھی، اس کی نیند بھک سے اڑ گئی تھی۔

" آپ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہیں؟ میں اس ٹائپ کی لڑکی نہیں ہوں۔" وہ ہفتہ دو ہفتہ میں خود کو کمپوزڈ کرتی تھی کہ وہ اس کی زندگی میں ہلچل مچا دیتا تھا۔

http://paksociety.com

"تم نے مجھے خود اپنے پیچھے پڑنے پر مجبور کر دیا ہے، تم سے ہٹ کر آج کل کچھ سوچ ہی نہیں پا رہا، تمہارے قیامت خیز سراپے نے میری راتوں کی نیندیں اڑا دی ہیں۔" وہ بے باکی سے کہہ رہا تھا اور اس کے ماتھے پر شبنمی قطرے چمکنے لگے تھے۔

"شٹ اپ! میں آپ سے تمیز اور عزت سے بات کرتی ہوں تو آپ سر پر ہی چڑھتے جا رہے ہیں، اپنے وقت کو رنگین بنانے کے لیے اپنے جیسی ہی لڑکی ڈھونڈیں۔" اس نے ذِلّت سی محسوس کرتے ہوئے طیش سے کہا اور کارڈلیس دیوار پر دے مارا۔ اس شخص نے اس کی اچھی بھلی پر سکون زندگی سے اطمینان غارت کر دیا تھا۔ بات ایسی تھی کہ وہ کسی سے کہہ بھی نہیں سکتی تھی، سوچ سوچ کر اس کا سر درد کرنے لگا تھا مگر سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس مُشکل سے کیسے نکلے؟ سب گھر والے بھی آجکل اس کی غائب دماغی اور ٹینشن محسوس کر رہے تھے مگر وہ سب کو محض ٹال رہی تھی جبکہ وہ حقیقی معنوں میں مُضطرب اور پریشان تھی، مگر وہ اپنی پریشانی چاہ کر بھی، کسی سے بھی، کہہ تک نہیں پا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

"عائزہ! تم انکار کیوں نہیں کر دیتیں؟ ایسے شخص کے ساتھ زندگی کیسے گزارو گی جس سے تم محبت نہیں کرتیں۔ تم تو حارث سے محبت کرتی ہو اس کے باوجود کیسے تم کسی اور سے شادی کر سکتی ہو؟" ایشل اپنی ہی ٹینشن میں تھی۔ حارث اور عائزہ کو تائی اماں کے مان جانے کا بتا بھی نہیں سکی تھی کہ اسے پتہ چلا تھا کہ عائزہ کی شادی ہو رہی ہے، عائزہ کی شادی کا سن کر سب کو ہی حیرانگی ہوئی تھی (کوثر لودھی کو بھی) کہ اُنہوں نے شوہر سے بات کر لی تھی اور وہ عائزہ کا رشتہ لے کے جانے والے تھے کہ عائشہ اور منصور، عائزہ کا رشتہ پکا ہونے کی خبر کے ساتھ چلے آئے تھے اور ایشل اپنی فکر بھُلائے اِس تک آگئی تھی۔

"حارث سے میں نے محبت کی، اس کا انتظار بھی کیا کہ وہ میرا رشتہ لے کر اپنے پیرنٹس کو بھیجے مگر وہ ایسا نہیں کر سکا۔" اس کے آنسو گر رہے تھے۔

"نہیں ایسا نہیں ہے عائزہ! تائی اماں مان گئی ہیں۔" اس نے اسے ساری تفصیل بتائی تھی۔

"وہ دل سے مانی ہوتیں تو مما، پاپا کے سامنے پرپوزل تو رکھتیں، مما تو جانتی تھیں کہ تائی اماں کی خواہش کیا ہے اس کے باوجود وہ میرے انتظار میں خاموشی سے شامل ہو گئی تھیں کہ میری طرح ان کو بھی بھروسہ تھا کہ حارث اپنی محبت کے لیے اپنی ماں کو منا لے گا مگر حارث نے میرے لیے بڑی مامی سے بات تک نہیں کی۔" اسے حارث پر شدید غصہ تھا۔

"عائزہ تم نے کتنے ہی برس تائی اماں کے مان جانے کا انتظار کیا اور جب منزل تمہارے قریب آگئی ہے تو تم نے راستہ ہی بدل لیا ہے۔" وہ اس سے شاکی ہو رہی تھی۔

"راستہ میں نے نہیں قسمت نے بدل لیا ہے۔"

"تمہارے ایک انکار سے قسمت بدل بھی سکتی ہے۔"

http://paksociety.com

" میں انکار نہیں کر سکتی ایشل! میں اپنے پیرنٹس کو دکھی نہیں کر سکتی، پاپا نے بہت حق سے میرا رشتہ اپنے دوست کے بیٹے سے طے کیا ہے، میں ان کا مان نہیں توڑ سکتی اور جوڑے تو آسمانوں پر بنتے ہیں تو اللہ نے میرے نصیب میں حارث کا ساتھ نہیں لکھا۔ جس کے ساتھ میرا جوڑ بنایا ہے میری اس سے شادی ہونے والی ہے، میں پرانی باتیں، یادیں اور محبتیں بھول جانا چاہتی ہوں"۔ وہ آنسو پونچھتی ایشل کے سامنے سے اٹھ گئی تھی اور وہ وہیں ساکت سی بیٹھی رہ گئی تھی۔

☆☆☆☆☆

" پلیز عائزہ فون بند مت کرنا۔ مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" وہ جو کچن میں مصروف تھی فون کی گھنٹی سن کر کچن سے لائونج تک آئی تھی۔ کال رسیو کرنے پہ حارث کی آواز سنائی دی تھی۔ اسے کہاں اندازہ تھا کال حارث کی ہو گی۔ وہ چپ کی چپ رہ گئی تھی اور اس نے عائزہ کی خاموشی محسوس کر کے منت کی تھی کہ وہ کال ڈراپ نہ کرے۔ لاؤنج میں سب بیٹھے ہوئے تھے (اس کے پیرنٹس، چھوٹے بڑے ماموں اور ممانیاں) اس لیے عائزہ سب کا خیال کرتے ہوئے بہت دھیمی آواز میں بولی تھی۔

" بات کرنے کو اب کچھ نہیں بچا۔ بہتر ہو گا کہ تم مجھے اب ڈسٹرب نہ کرو۔" وہ دھیمی آواز میں بولی کہ مبادا کوئی سن ہی نہ لے مگر کوئی اس کی جانب متوجہ نہ تھا۔

" عائزہ! ڈسٹرب تو تم نے مجھے کر دیا ہے اور کچھ بچا کیوں نہیں، ابھی وقت ہمارے ہاتھ میں ہے، وقت کی رفتار مانا ہمارے خلاف جا رہی ہے لیکن ہم اس برے وقت کو اچھے وقت میں بدل سکتے ہیں، دیر ہوئی ہے پر اتنی نہیں کہ ہم مایوس ہو جائیں۔ "

"خدا کی رحمت سے میں کبھی مایوس نہیں ہوئی، میں ایک نئی زندگی شروع کرنے جا رہی ہوں حارث! مجھے بھول جاؤ۔" آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے۔

" میں تمھیں نہیں بھول سکتا عائزہ! محبت کرتا ہوں تم سے، کیا تم مجھے بھول سکتی ہو؟ میرے بغیر خوش رہ سکتی ہو؟" وہ بے انتہا جذباتی ہو رہا تھا۔

" میں نے تمہارے ساتھ کے جو سپنے دیکھے تھے ان کی کوئی تعبیر نہیں ہے حارث! اور جو شخص میرا جیون ساتھی بننے جا رہا ہے وہ بناء خواب کے ہی تعبیر ہے، ہماری راہیں جدا ہو گئی ہیں، بہتر ہو گا کہ اب تم میری راہ میں آنے کی کوشش نہ کرو۔" اس نے دھیرے سے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا تھا، اُس کا بھیگا دکھی لہجہ حارث کے دل میں ترازو ہو گیا تھا، آنسو عائزہ کی آنکھوں سے گرنے لگے تھے۔

☆☆☆☆☆

" یس کم ان" وہ مصروف سے انداز میں بولا تھا۔

" حارث!" آواز پر اس نے سر اٹھایا تھا اور اسے دیکھ کر نہ جانے کیوں غصہ نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

http://paksociety.com

"اس وقت میرے کمرے سے چلی جاؤ ایشل! میں کچھ بزی ہوں۔" وہ اپنے لہجے کی سختی سے ناواقف تھا اور وہ حیران رہ گئی تھی اس کے لہجے اور اس کے کمرے سے جانے کا کہنے پر۔

"حارث میں تو صرف تمہیں اِتنا بتانے آئی تھی کہ۔"

"کیا بتانے آئی تھیں۔۔۔یہی ناں کہ عائزہ کی شادی ہو رہی ہے لیکن بہت مہربانی تمہاری میں یہ تلخ حقیقت پہلے سے جانتا ہوں۔" وہ فائل پٹخ کر نہایت درشتی سے کہتا اسے گھورنے لگا تھا۔

"حارث تم مجھ سے ایسے کیوں بات کر رہے ہو؟" وہ اس کے تیوروں سے خائف ہوتی حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

"کیونکہ مس ایشل ابراہیم لودھی! اصل فساد کی جڑ تم ہی ہو۔" وہ بیڈ سے اُتر کر اس کے مقابل آن کھڑا ہوا تھا اور اس کی حیرت اور بڑھ گئی تھی۔

"صرف تمہاری وجہ سے عائزہ میری نہیں ہو سکے گی۔" اس کے بازو کو دبوچ کر وہ پھنکارا تھا۔

"میری وجہ سے۔۔" وہ بے یقینی سے اس کے اشتعال اور اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں! صرف تمہاری وجہ سے، تم نے مجھ سے، عائزہ سے، وعدہ کیا تھا کہ تم مما سے بات کرو گی لیکن تم نے ہمیں دھوکہ دیا۔" اس نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو آزاد کیا تھا اور وہ لڑکھڑا کر رہ گئی تھی۔

"حارث! تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو میں نے تائی اماں سے بات کی تھی اور وہ راضی ہو گئی تھیں۔" اس نے بہت چونک کر ایشل کو دیکھا تھا۔

"میں تمہیں اسی وقت بتانے آ رہی تھی مگر تم اس وقت گھر پر نہ تھے بعد میں تائی اماں نے کہا کہ میں تم دونوں کو فی الحال نہ بتاؤں۔ ہمارا ارادہ تم دونوں کو سرپرائز دینے کا تھا۔"

"جھوٹ، بکواس۔ مجھے تمہاری کسی بات پر بھروسہ نہیں ہے۔ میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا، صرف تمہیں بہو بنانے کی خاطر مما نے عائزہ کو بہو بنانے سے انکار کیا۔" وہ اس پر بھروسہ کرنے کو تیار نہ تھا اور سخت اشتعال میں کہہ رہا تھا۔

"تائی اماں کو میری وجہ سے نہیں خود عائزہ کی وجہ سے انکار تھا۔" اسے بھی غصّہ آ گیا تھا۔ "میں کچھ سننا نہیں چاہتا۔ تم جاؤ یہاں سے۔" وہ دھاڑا تھا اور اس نے کچھ کہنے کو منہ کھولنا چاہا تھا کہ اس نے ایشل کو بازو سے پکڑ کر کمرے سے باہر دھکیل دیا تھا۔ وہ بری طرح زمین پر گری تھی اور اس کا سر ریلنگ سے ٹکرا گیا تھا، کوثر لودھی جو سیڑھیاں چڑھتیں بیٹے کے کمرے تک آ رہی تھیں لپک کر اس تک پہنچی تھیں۔

"ایشل!" انہوں نے اسے کاندھے سے تھام کر سیدھا کیا تھا اور اس کے ماتھے سے بھل بھل بہتے خون کو دیکھ کر وہ حقیقتاً پریشان ہو گئی تھیں اور وہ ان کے سینے میں سماتی ہچکیوں سے رونے لگی تھی، کوثر لودھی کی پریشانی میں اضافہ ہو گیا تھا اور وہ حارث

http://paksociety.com

کے کمرے کا بند دروازہ دیکھ کر اسے پکارنے لگی تھیں اور وہ کم از کم اس وقت حارث کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی اسی لیے جانے کے لیے اٹھی تھی اور اسی وقت حارث دروازہ کھول کر باہر آیا تھا اور اسے روتا دیکھ کر اور اس کے ماتھے سے بہتے خون کو دیکھ کر پریشانی اور ندامت کے زیرِ اثر چلا گیا تھا۔

"حارث! جلدی سے فرسٹ ایڈ بکس لے آؤ۔" وہ اٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام گئی تھیں۔ بیٹے کو ہدایت دے کر اسے لیے حارث کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

"تائی اماں! میں اپنے روم میں جا کر خود بینڈیج کر لوں گی۔" وہ تکلیف سے بولی تھی مگر انھوں نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی تھی اور وہ ناچار اس کے روم میں داخل ہو گئی تھی کیونکہ کوثر لودھی نے اس کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔

"حارث! لے بھی آؤ۔ ایشل کا کتنا خون بہہ رہا ہے۔" وہ ماتھے سے بہتے رخسار تک جاتے خون کو اپنے دوپٹے میں جذب کر رہی تھیں۔ وہ جو شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔ ماں کو اس کے لیے متفکّر دیکھ کر اسے غصّہ آنے لگا تھا اور وہ اشتعال کو اندر ہی اندر دباتا ماں کو بڑی احتیاط سے بینڈیج کرتے دیکھ رہا تھا جو نرمی سے اسے ڈپٹتی بھی جا رہی تھیں۔

"کتنی دفعہ کہا ہے۔ دیکھ کر چلا کرو مگر تمہیں تو نہ جانے کس بات کی جلدی رہتی ہے؟ اتنی سی دیر میں کتنا خون بہہ گیا ہے۔" انھوں نے اس کے آنسو پونچھے تھے۔

"روؤ نہیں ایشل! اور اپنے کمرے میں چلو میں دودھ میں ہلدی ڈال کر لاتی ہوں، دودھ پی کر تم آرام کرنا۔" وہ نرمی اور حلاوت سے کہہ رہی تھیں۔

"مما! احمد کو بھیج کر بیڈ شیٹ تبدیل کروا دیں، یو نو گندگی مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔" سفید چادر پر خون کا لال دھبہ واضح نظر آتا کافی بدنما لگ رہا تھا اس نے ایک ناراض نظر حارث پر ڈالی تھی اور اس کے کمرے سے نکل گئی تھی، پوری رات اس کی آنکھوں میں کٹی تھی، دل تو کر رہا تھا کہ اس کی حرکت کا تائی اماں کو بتا کر اس کا دماغ ٹھکانے لگوا دے مگر وہ دِل مسوس کر رہ گئی تھی، حارث کا لہجہ اور اس کا انسلٹ کرنا وہ برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔

"حارث میرے خلوص پر کیسے شک کر سکتا ہے؟ میں نے ان دونوں کے لیے نیک نیتی سے کیا کچھ کیا اور حارث مجھے ہی قصور وار سمجھتا ہے، آئی ہیٹ یو حارث۔" سونے سے قبل آخری سوچ یہی تھی اور پھر وہ نیند کی وادی میں اتر گئی تھی۔

☆☆☆☆☆

"بابا! اتنا بڑا فیصلہ کرتے ہوئے ایک بار تو مجھ سے میری مرضی پوچھ لیتے۔" خزائن رانا اپنی شادی کا سن کر بے یقین رہ گیا تھا۔

"تم سے جب بھی شادی کی بات کی تو تم ٹال گئے اور یہ رشتہ کرتے وقت تم سے اس لیے نہیں پوچھا کہ مجھے یقین تھا کہ تم

http://paksociety.com

میرے فیصلے سے انحراف نہیں کرو گے ویسے بھی تمھیں کوئی لڑکی پسند ہوتی تو مجھے ابھی تک بتا چکے ہوتے۔" وہ باپ کے یقین اور مان کو دیکھ کر کچھ کہنے کا ارادہ ہی موقوف کر گیا تھا کہ وہ اپنے بابا کا مان نہیں توڑنا چاہتا تھا۔

" باباجب بھی آپ نے میری شادی کی بات کی میں نے خوبصورتی سے ٹال دی تھی مگر اس خوبصورت مورت کو دیکھ کر تو میں شادی کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے لگا تھا کہ آپ نے آناً فاناً میری شادی ہی طے کر دی۔" وہ کھڑکی میں کھڑا دکھ سے سوچ رہا تھا۔

"ہزاروں چہروں کو دیکھنے کے بعد جس چہرے پر نظر ٹھہری، جو دل میں اتر گیا، جسے پہروں سوچا، جسے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ دل نے کیا وہ سب، آپ کے ایک فیصلے کی نظر ہو گیا بابا! میرے دل کی پہلی خواہش میرے دل کو کبھی معطّر نہیں کر پائے گی، میرے دل کا ایک کونا ہمیشہ کے لیے ویران ہو گیا ہے۔" وہ اپنے اندر بے چینی محسوس کر رہا تھا، شادی کے لیے ذہن اور دل راضی نہیں ہو پا رہے تھے مگر وہ باپ کے مان کو توڑ نہیں سکتا تھا، ان کو دکھی نہیں کر سکتا تھا۔ اسی لیے خوابوں اور دل پر پتھر رکھ لیا تھا اور کرتا بھی تو کیا۔۔۔

☆☆☆☆☆

"حارث! میرے یار، سب خیریت تو ہے؟ شکل پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟" زید نے بے دلی سے ٹی۔وی کے چینل بدلتے حارث کے سامنے گرما گرم کافی کا مگ رکھتے ہوئے کہا تھا مگر وہ متوجہ نہیں ہوا تھا اور ہنوز چینل سرچنگ میں مصروف رہا تھا۔ اس نے ریموٹ حارث کے ہاتھ سے چھین لیا تھا۔

"بائی داوے یہ مجنوں کا ماموں بننے کی کوشش کِس کے غم میں کی جا رہی ہے؟ کہیں تیری اکلوتی محبوبہ کی شادی تو نہیں ہو رہی؟" وہ حارث کا تنقیدی نگاہوں سے جائزہ لے رہا تھا، بڑھی ہوئی شیو، ملگجے ہوئی کپڑے اسے انہونی کا شاخسانہ لگ رہے تھے۔

" بکواس کی تو میں اٹھ کر چلا جاؤں گا۔" اس کا لہجہ آنچ دے رہا تھا اور وہ اس کے غصّہ سے خائف ہوئے بناء ہنسنے لگا تھا۔

" یعنی کہ میرا اندازہ بالکل ٹھیک ہے۔" وہ اپنی بات پر زور دے کر بولا تھا۔ مخاطب اس سے تھا اور نگاہ اسکرین پر نظر آتی عریاں ہیروئن پر جمی تھی اور ساتھ کافی کے گھونٹ بھی بھر رہا تھا۔

" عائزہ کی آج مہندی ہے۔" وہ اذیت میں ڈوبا بولا تھا اور وہ ٹی وی اسکرین سے نظر ہٹا کر حارث کو اور اس کے ہارے ہوئے انداز کو دیکھ رہا تھا۔

" میں جانتا تھا، ایسا ہی ہو گا۔" حارث نے اس پر گھوری ڈالی تھی مگر اس نے توجہ کب دی۔

"تو نے اتنی بڑی زندگی میں ایک ہی لڑکی پر گزارہ کیا ہے مگر میں کتنی ہی لڑکیوں سے وابستہ رہ چکا ہوں، ان کی ہر جائی فطرت سے اسی لیے بخوبی واقف ہوں، پیار خالہ، ماموں کے بیٹوں یا کسی امیر زادے سے کرتی ہیں مگر شادی صرف اس سے کرتی ہیں

http://paksociety.com

جس سے اماں ابا کر دیتے ہیں، یہ عورتیں اعتبار اور خلوص کے قابل ہوتی ہی نہیں ہیں۔" زید کے لہجے میں حقارت اور نفرت پنہاں تھی۔

"تُو اپنی بے ہودہ وابستگیوں کی داستان مجھے مت سنا، تو نے آج تک لڑکیوں کو صرف استعمال کی شے سمجھ کر ان کے ساتھ محض وقت کو رنگین بنایا ہے، جبکہ عائزہ، میری محبت میری کل کائنات ہے۔" وہ دوست کو غصّہ سے دیکھتا باور کراتے لہجے میں کہتا بات کے اختتام تک دھیما پڑ گیا تھا۔

"ہاہاہا۔ محبت؟ یہ کس چڑیا کا نام ہے؟ اس لفظ کا تو میرے آس پاس گزر بھی نہیں۔" وہ دوست کا مذاق اڑا رہا تھا۔

"میں تیری نہیں اپنی بات کر رہا ہوں۔ میں نے عائزہ سے محبت کی ہے۔۔۔" اسے گھور کر بولا تھا۔

"اچھا محبت! ہے تو کہاں ہے؟ تو اتنے سکون سے یہاں بیٹھا ہے۔ اسے کسی اور کا ہونے دے رہا ہے۔ وہ سکون سے کسی اور کی ہونے جا رہی ہے تو محبت کہاں ہے؟ وہ اگر تیری نہیں ہو سکتی تو کسی کی بھی نہیں ہو سکتی۔ یہ تیری کیسی محبت ہے کہ جسے تو نے پہروں سوچا وہ کسی اور کی بن جائے؟" زاہد خان نہایت تلخ ہو رہا تھا۔

"میرے یار یہ محبت وحبّت کچھ نہیں ہوتی، یہ تو لڑکی کو جال میں پھانسنے کا آزمودہ ذریعہ ہے کہ جو نہ مانے اسے محبت کی وادی میں لے جا کر حسین خواب دکھاؤ، جب وہ محبت کے نام پر اپنا سب کچھ تم پر نچھاور کر دے تو اسے گڈ بائے کہہ کر دوسری کو وہی خواب دکھانے چل پڑو۔" وہ اپنی مینٹیلیٹی بیان کر گیا تھا۔

"تجھ میں، مجھ میں اور ہماری سوچ میں بہت فرق ہے زید! تو محبت کو بھی ہوس سمجھتا ہے اور میں محبّت کو احترام کا دوسرا روپ سمجھتا ہوں۔ میں عائزہ سے محبّت کرتا ہوں، اس کی عزت کرتا ہوں، میں نے اس کے بارے میں جب بھی سوچا عزت اور احترام سے سوچا اور خاموش ہوں تو وہ بھی اس کی عزت اور ناموس کے لیے وگرنہ جتنا پر سکون میں دنیا کو لگ رہا ہوں اتنا ہوں نہیں۔ وہ لڑکی جو سینے میں دل بن کر دھڑکتی ہے کسی اور کی ہونے جا رہی ہے۔ قیامت سی قیامت ہے میرے اندر، مات اور حشر بپا ہے، پر میں کچھ نہیں کر سکتا۔" وہ گہری سنجیدگی سے ٹوٹے بکھرے لہجے میں بول رہا تھا۔ اس کی گہری سیاہ آنکھوں میں حزن اور ملال کروٹیں بدل رہا تھا۔

"تم کچھ بھی کہو میں اگر تمہاری جگہ ہوتا تو وہ اتنی آسانی سے کسی اور کی نہیں ہو سکتی تھی۔" زاہد خان بھی اپنی بات پر قائم تھا۔

وہ دونوں یونیورسٹی کے زمانے سے اب تک دوست تھے۔ زاہد خان، مشہور بیوروکریٹ مراد خان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ والدہ مکمل گھریلو خاتون تھیں مگر ان کی توجہ اور پیار اسے غلط راہ پر چلنے سے روک نہیں سکے تھے۔ وہ باپ کا پرتُو تھا۔ اسے باپ کی بچپن سے ہی شہہ حاصل تھی اور وہ اب کافی بگڑ چکا تھا۔ ڈرنک تک کرنے لگا تھا۔ کنول خان بیٹے کی حرکات وسکنات پر آزردہ رہتی تھیں مگر وہ ماں

http://paksociety.com

کو اہمیت ہی کب دیتا تھا۔ حارث اور وہ مشرق و مغرب تھے مگر ان کی دوستی برقرار تھی کہ ان دونوں نے سیکنڈ ایئر میں ہی طے کر لیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کی ذاتیات میں مخل نہیں ہوں گے اور اسی لیے ان کی دوستی قائم تھی البتہ ان کا ملنا ملانا ہی مہینوں میں ہوتا تھا کہ حارث آفس میں اور وہ اپنی اخلاقی اور غیر اخلاقی سرگرمیوں میں مصروف رہتا تھا۔ لندن یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران ان دونوں کا کافی ملنا ملانا رہتا تھا یونیورسٹی کے علاوہ بھی گیدرنگز میں وہ ملتے تھے مگر پاکستان آنے کے بعد ان کا ملنا کم ہو گیا تھا۔ حارث ہی اکثر زاہد مراد خان کے اپارٹمنٹ آجاتا تھا جو اس نے غیر اخلاقی سرگرمیوں کے لیے مختص کیا ہوا تھا۔ حارث دوست کی فطرت، اس کی حرکات و سکنات سے واقف تھا اس لیے وہ اُسے اپنے گھر سے دور ہی رکھتا تھا۔ زاہد خان کو اس نے کبھی اپنے گھر کا ایڈریس یا فون نمبر نہیں بتایا تھا اور اس کی ضرورت بھی کبھی نہیں پڑی تھی۔

☆☆☆☆☆

"پلیز بابا! آپ تو جانتے ہیں میں دودھ نہیں پیتا۔" وہ آف وائٹ شیروانی میں سر پر کلاہ سجائے عائزہ کے برابر سنجیدگی سے بیٹھا تھا جب وہ مسکراتی ہوئی اس کے سامنے آئی تھی۔ آج بھی وہ اس کی جانب متوجہ کھنکتی چوڑیوں کی آواز اور گورے گداز ہاتھوں کے سبب ہوا تھا۔ وہ دودھ پلائی کی رسم کے لیے ڈبل صوفے کے ساتھ رکھے سنگل صوفے پر اورنج شفون جارجٹ کے اسٹائلش سوٹ میں نِک سِک سی تیار بیٹھی تھی۔ اس نے دودھ کا گلاس اس کی طرف بڑھایا تھا۔ چونکہ مہندی لگائی کی رسم فائزہ نے اور جوتا چھپائی کی رسم مشل نے کی تھی تو دودھ پلائی کی رسم وہ ادا کر رہی تھی۔ اسے دیکھ کر خزائن رانا کے دل کی ویرانیاں بڑھ گئی تھیں اور اندر گونجتے سناٹوں کے برعکس وہ خود کو نارمل ظاہر کرتا اپنے بابا کو دیکھنے لگا تھا۔

" جانتا ہوں یار، میرا بیٹا دودھ نہیں پیتا، مگر یہ رسم ہے اس لیے رسم کی ادائیگی کے لیے ایک گھونٹ ہی پی لو اور اپنی سالی کو نیگ دو، سالی ناراض ہو گئی تو مشکل ہو جائے گی۔" احسان رانا خوش دلی سے بولے تھے اور سب ہی ان کی شرارت کو انجوائے کرتے مسکرا دیئے تھے۔

" نیگ دینے سے مجھے انکار نہیں ہے۔" اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا تھا اور دس نیلے نوٹ ایشل کی جانب بڑھائے تھے اور وہ تو مارے توہین کے چیخ کر رہ گئی تھی۔

" یہ خیرات آپ کسی ضرورت مند کو دے دیجئے گا۔" دونوں کی نگاہیں ٹکرائی تھیں ایک کی نگاہ میں بے اختیاری سی اتری تھی اور دوسری میں اشتعال کی سرخی، اور وہ تن فن کرتی گلاس مشل کو پکڑاتی وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔ فضا یک دم ہی مکدّر ہو گئی تھی۔ اور وہ لوگ رخصتی کے بعد جس وقت گھر پہنچے وہ کچن سے چائے بنا کر نکل رہی تھی۔

" ایشل تمہاری ہمت کیسے ہوئی، وہاں سے اس طرح آنے کی؟" شہلا لودھی کو اس پر بُری طرح غصّہ تھا۔

"لیکر فضول میں تماشا بنا دیا۔" وہ بیٹی پر بگڑ رہی تھیں۔

http://paksociety.com

" مما، عائزہ کے ہسبینڈ نے میری جو اِنسلٹ کی اُس کا کیا؟ میں تو پھپھو کے کہنے پر رسم کرنے گئی تھی کوئی بھکارن تو نہیں تھی جو وہ مجھے خیرات دے رہے تھے۔" اس کے آنسو روانی سے گرنے لگے تھے، اس کا موڈ تو زاہد مراد خان کی کال نے آف کر دیا تھا۔ وہ رسم کے لیے ہی بے دلی سے گئی تھی اور ٹینشن میں اتنا بُراری ایکٹ کر گئی تھی، وگرنہ تو وہ کافی کول مائنڈڈ لڑکی تھی۔

"میں نے جو کیا وہ آپ کی نظروں میں فوراً آ گیا مگر ان کی غلطی نظر نہیں آئی کہ آپ کو میرے سوا پوری کائنات ہی اچھی لگتی ہے۔ ایک میں ہی بری ہوں۔ ایک میرے ہی تمام فیصلے غلط ہوتے ہیں۔" وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ اس نے ہاتھ میں موجود مگ دیوار پر دے مارا تھا اور ان سب کو ہکا بکا چھوڑ کر وہاں سے تقریباً دوڑتے ہوئے نکلتی چلی گئی تھی۔

" اسی لیے تم سے کہتی ہوں کہ وقت بے وقت اس کے پیچھے نہ پڑ جایا کرو۔" کوثر لودھی ساکت سی کھڑی شہلا سے بولی تھیں۔

" ماں ہوں اس کی بھابھی، اس کی بدتمیزی پر بھی روک ٹوک نہ کروں؟" وہ حیرانگی سے نکلتیں تلخ ہوئی تھیں۔

" آج ایشل کی حرکت مجھے بھی بری لگی مگر اس نے جو کیا ردِّ عمل کے طور پر کیا۔ مگر اسے کرنا نہیں چاہئے تھا اور یہ بات اسے صبح بھی سمجھائی جا سکتی تھی۔ آج کل وہ کچھ ڈسٹرب ہے کرتی پہلے، سوچتی بعد میں ہے، تمہیں چاہئے کہ اس کی پریشانی کا سِرا ڈھونڈو، اُلٹا اس کے پیچھے پڑ جاتی ہو۔" کوثر لودھی ناگواری سے کہتیں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔ اس کی ٹینشن سب ہی محسوس کر رہے تھے مگر وہ کسی کو بھی کچھ بھی بتا نہیں رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

"بھابھی! صحیح کہہ رہی تھیں۔ تم ایشل کے پیچھے مت پڑا کرو۔ جب سے اس نے حارث سے شادی سے انکار کیا ہے جانتا ہوں تم اس سے کچھ خفا ہو۔ اگر تمہیں حارث اس کے لیے مناسب لگتا ہے تو اسے پیار سے قائل کر لو ورنہ اس کی خوشی کی خاطر چپ کر جاؤ۔ جیسے بھابھی ہو گئی ہیں۔ ناراض انہیں ہونا چاہئے مگر ناراضگی اور خفگی تم دکھا رہی ہو۔" ابراہیم لودھی کافی نرمی سے بول رہے تھے۔

" ہاں! حارث مجھے ایشل کے لیے پرفیکٹ لگتا ہے مگر میں اسے فورس نہیں کر رہی ابراہیم! اور آج جو اس نے کیا، سب کیا سوچ رہے ہوں گے ہماری ایشل کے بارے میں؟ مسز ندیم اور مسز اسفر بھی وہیں تھیں ان پر کتنا بُرا امپریشن پڑا ہو گا؟" انہوں نے اصل پریشانی اب کہی تھی۔ مسز ندیم نے اپنے بیٹے اور مسز اسفر نے اپنے دیور کے لیے ایشل کی بات کی تھی۔ انھوں نے دونوں کو ہی سوچ کر جواب دینے کا کہا تھا۔

" انداز اس کا غلط تھا، تم اسے سمجھاؤ گی تو وہ آئندہ اس طرح ری ایکٹ نہیں کرے گی، ہر وقت پیچھے پڑو گی تو وہ تم سے بد گمان ہو جائے گی۔ سنی تھی نہ تم نے اس کی بات؟ وہ تمہارے مقابلے میں بھابھی سے اسی لیے زیادہ اٹیچ ہے کہ بھابھی اس سے اس

http://paksociety.com

کے مزاج کے مطابق بات کرتی ہیں۔" وہ کوٹ اتار کر نیم دراز ہو گئے تھے۔

" بھابھی نے ہی اسے موڈی بنایا ہے، پل میں تولہ پل میں ماشہ۔" وہ خفگی سے بولی تھیں اور وہ ہنس دیئے تھے۔

" سچ کہوں تو ایک تمہارے علاوہ ایشل سے کسی کو بھی شکایت نہیں ہے۔" انہوں نے بیوی کو چھیڑا تھا۔

"ہاں نہ وہ دشمن ہے میری تو اس سے مجھے کیوں اختلافات نہیں ہوں گے؟" وہ تپ کر بولی تھیں اور وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تھے۔

"میں اس کے لیے ہلکان ہوتی رہتی ہوں اور آپ کو کوئی فکر ہی نہیں ہے۔ لڑکیوں کا مزاج دھوپ چھاؤں سا ہو تو سسرال میں ایڈجسٹ نہیں کر پاتیں۔" وہ ماں تھیں ان کی اپنی ہی فکریں تھیں۔

" اوہو پلیز شی جی! میں اپنی بیٹی کے مزاج کے مطابق لوگ ڈھونڈ لوں گا، تم سو جاؤ اور مجھے بھی سونے دو۔" وہ شوہر کو گھورتیں چینج کرنے چلی گئی تھیں۔

☆☆☆☆☆

"کیسی ہو جانِ حارث؟" وہ اس وقت تو کسی قیمت پر کال ریسیو نہ کرتی اگر اسے اندازہ ہوتا کہ کال حارث کی ہو گی۔ اوپر سے حارث نے عائزہ کے ہیلو کے جواب میں جس طرح مخاطب کیا تھا اس کی جان ہی نکل کر رہ گئی تھی۔ "تم نے کال کیوں کی ہے؟" اس کی نگاہ دروازے پر جمی تھی۔

" کیوں تم نے کیا سوچا تھا کہ تم کسی اور کی سیج سجاؤ گی اور میں خاموشی سے تمہیں کسی کا بھی ہو جانے دوں گا۔" اس کا سرد لہجہ اس کے وجود میں سنسنی سی دوڑا گیا تھا۔

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو، حارث۔۔۔!" اس کا لہجہ لڑکھڑا رہا تھا۔

" تم نے اب تک صرف میری چاہت دیکھی ہے۔ اب تم میری نفرت کے لیے بھی تیار ہو جاؤ کہ تم جو میری محبت دل سے نکال کر مشرقی بیوی کا رول پلے کرنے کو رخصت ہو رہی ہو میں اس میں تمہیں کامیاب نہیں ہونے دوں گا، تمہارے سارے خط اور کارڈز میں تمہارے شوہر کو دوں گا۔"

"تم ایسا نہیں کرو گے حارث" وہ تڑپ کر بولی تھی۔

" میں ایسا ہی کروں گا، میں تو تمہارے لیے تڑپوں اور تم ایک پر سکون زندگی گزارو، ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔"

"محبت کو رسوا نہ کرو حارث، محبت کی تھی تم سے گناہ نہیں جس کی تم سزا دینا چاہتے ہو، میرے ماضی کو ماضی میں دفن رہنے دو حارث ورنہ میرا حال تباہ ہو جائے گا، خود سے محبت کرنے کی اتنی بڑی سزا نہ دو۔" وہ سسک رہی تھی اور اُس سے کہاں اُس کا رونا برداشت ہو سکتا تھا اس نے لائن کاٹ دی تھی۔ زاہد خان کی برین واشنگ کا اثر تھا جو وہ اُس کو فون کر گیا تھا۔

http://paksociety.com

"اب آئے گا نہ مزہ کہ جب تم خوش نہیں ہو تو وہ کیوں خوش رہے۔" وہ سرخ آنکھوں سے دوست کو دیکھنے لگا تھا۔

"میرا کرب کئی گنا بڑھ گیا ہے زید، میں نے عائزہ سے سچی محبت کی ہے، اسے دُکھ دے کر اُسے پریشان کر کے تو میرے اندر کے سناٹے بہت بڑھ گئے ہیں۔" اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"تو بھی نہ چل جانے دے، اٹھ آبا ہر چلتے ہیں۔" وہ کچھ کہنے لگا تھا کہ رُک کر کچھ سوچا اور اُسے لیے ایک خاص جگہ پہنچ گیا تھا۔

"زید یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو؟" جگہ انجان تھی مگر وہ نادان نہ تھا جو طبلے کی تھاپ پر آتی گھنگھروؤں کی چھنکار اسے بتانے میں ناکام رہتی کہ وہ کہاں آگیا ہے؟

"گھبرا نہیں جانِ زید؟ تجھے زندگی کے ایک خوبصورت موڑ سے متعارف کروانے لے آیا ہوں، تو ایک عائزہ تو کیا ہزار عائزاؤں کو ان کی محبت سمیت بھول جائے گا۔" زید نے آنکھ دبا کر کمینگی سے کہا تھا۔ اور وہ بے دردی سے اپنے کاندھے پر رکھے اس کے ہاتھ کو جھٹکتا کچھ کہے بنا وہاں سے پلٹ گیا اور وہ پھر کبھی آنے کا سوچتا اسکے پیچھے ہی چلا آیا تھا۔ حارث نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی اور اس کے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہی گاڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی تھی۔

"تو نے آج کفران نعمت کیا ہے۔" اس کا غصہ محسوس کر کے بھی بولے بنا رہ نہیں سکا۔

"شٹ اپ" وہ دھاڑا تھا اور وہ ہنس دیا تھا۔

"غصہ کیوں کرتے ہو، میں نے تو سوچا اپنی عائزہ کے لیے تم نے جو جوگ لیا ہے اُس کیفیت سے باہر آجاؤ گے۔"

"میں نے کوئی جوگ نہیں لیا ہے۔ میں عائزہ کو بھلانا نہیں چاہتا اور ایسے تو کبھی بھی نہیں! سمجھے تم۔" موڑ کاٹتے ہوئے خونخوار لہجے میں بولا تھا۔

"تیرا اخلیہ تو جوگیوں والا ہی ہے، چند دنوں میں ہی ڈریسنگ سنیں بھول گئے ہو، شیو دیکھی ہے اپنی؟ بڈھے بابا لگ رہے ہو، اور آنکھیں رت جگے کی غماز، ایک لڑکی پر زندگی ختم نہیں ہو جاتی۔ اسے بھلا کر نئی زندگی شروع کرو میری مانو تو اب شادی کر لو"۔ وہ کچھ سوچ کر بولا تھا اور وہ حیرانگی سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

"تیری فطرت دیکھتے ہوئے تجھے مشورہ دیا ہے۔ یہاں وہاں منہ مارنے کی تیری عادت نہیں ہے۔ اس لیئے شادی ہی تیرے مسئلے کا حل ہے۔ اچھی اور خوبصورت بیوی ہی تجھے پہلی محبت بھلانے میں معاون و مددگار ثابت ہو سکتی ہے، اس طرح اگر تُو پھر تارہا تو یا تو پاگل ہو جائے گا یا پھر تیری اچھائی پر برائی غالب آجائے گی اور ایسا ہوا تو دنیا ایک اچھے انسان سے محروم ہو جائے گی، اور میرے جیسے انسان کا اضافہ ہو جائے گا اور یہ خود مجھے بھی گوارہ نہیں ہے، اس لیئے میرے مشورے پر غور کر کے اس پر عمل کر لو۔" اتنے دنوں میں آج اس نے اچھے دوستوں والا مشورہ دیا تھا۔

http://paksociety.com

☆☆☆☆☆

"زاہد! اتنی رات گئے کہاں سے آرہے ہو؟" وہ گنگناتا ہوا گھر میں داخل ہوا تھا اسے امید نہ تھی کہ کنول خان نہ صرف جاگ رہی ہوں گی بلکہ اُس سے سوال جواب کرنے لگیں گی۔

"ایک ہی بات آپکو پوچھ پوچھ کر اکتاہٹ نہیں ہوتی مگر مجھے ایک ہی جواب دیتے ضرور اکتاہٹ ہوتی ہے۔" وہ بیٹے کو دیکھنے لگی تھیں بلیک جینز کی پینٹ پر لائٹ بلو کلر کی شرٹ کی آستین فولڈ کئے، سرخ آنکھوں میں بے زاری سجائے وہ اپنی تمام تر وجاہتوں کے ساتھ ان کے سامنے موجود تھا۔

" تم نے ڈرنک کی ہے۔ تمہاری آنکھیں لہو رنگ ہو رہی ہیں۔" وہ بے بسی سے کہہ رہی تھیں کہ جانتی تھیں کہ اس سوال کا جواب بھی نہیں ملے گا اور ملے گا تو وہ ان کو سوائے دُکھ دینے کے کچھ نہیں کرے گا۔

" آپکی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ فی الحال میں نے ڈرنک نہیں کی ہے، کرنے کا ارادہ ضرور ہے"۔ اُس کا انداز لاابالی سا تھا۔

" ڈرنک کی ہوتی تو کونسی نئی بات ہوتی، ویسے بھی 3 پیک تو روز ہی پی لیتا ہوں، اور یہ بات آپ اچھے سے جانتی ہیں مگر پوچھتیں اتنی حیرت سے ہیں کہ آپکے لیے کوئی نئی بات ہو"۔ وہ تلخی سے کہتا آگے بڑھا تھا کہ وہ اس کا بازو دبوچ گئی تھیں۔

"تم دن بدن حد سے بڑھتے جارہے ہو، ماں سے بات تک کرنے کی تمیز نہیں ہے، تمہیں، تم کسی کا جو شرم و لحاظ کرتے ہو، تمہاری بے باکیوں کا گراف بلند سے بلند تر ہوتا جارہا ہے۔" وہ شدید اشتعال کی لپیٹ میں تھیں اور وہ ہنس دیا تھا۔

" او پلیز مام! شرم و حیا جیسے لفظوں سے میرا پالا کبھی نہیں پڑا، اور بہتر ہو گا کہ آپ مجھ سے یہ سوال جواب کا ڈرامہ نہ کیا کریں۔" وہ انتہائی بد تمیزی سے کہتا ہوا لمبے لمبے ڈگ بھرتا نکلتا چلا گیا تھا اور وہ ساکت سی کھڑی رہ گئی تھیں۔

" زید! صرف آپکی لاپروائی وڈھیل کی وجہ سے اتنا بگڑ گیا ہے۔" انہوں نے بیٹے کی بات بھی سنی تھی تیور بھی دیکھے تھے، بیوی کو پکارا تھا اور کوئی جواب نہ پا کر کاندھے پر ہاتھ رکھا تھا اور وہ مراد خان کو دیکھتے ہوئے بے بسی سے بولی تھیں۔

"میں اسکی ماں ہوں مگر وہ مجھے کچھ نہیں سمجھتا اِس لیے کہ جب بھی میں نے اسے غلط بات پر ٹوکا، غلط کام سے روکا آپ نے ہمیشہ اُس کی سائیڈ لی، اب اس کی نگاہ میں ماں کی اتنی بھی اہمیت وُقعت نہیں رہ گئی کہ ماں سے سیدھے منہ تمیز سے بات کرلے۔" وہ نہایت آزردگی سے کہتیں شوہر کو مضطرب چھوڑ کر کمرے میں جاچکی تھیں۔

☆☆☆☆☆

"زید تم نے کب تک یونہی آوارہ گردی کرتے رہنا ہے؟" دوپہر کے دو بجے بیٹے کی صبح ہوئی تھی آج وہ کچھ اچھا محسوس نہیں کر رہے تھے اس لیے آفس نہیں گئے تھے۔ وہ لنچ کر رہے تھے اور وہ ناشتہ کے لیے آیا تھا۔ اور اس کی موجودگی کو غنیمت جان

http://paksociety.com

کر استفسار کیا تھا کہ اس کے آنے جانے کا وقت مقرر نہ تھا اس لیے اُن کی اس سے ملاقات شاذونادر ہی ہوا کرتی تھی۔

"تمہید باندھنے کے بجائے صاف صاف بات کریں گے تو بہتر ہو گا۔" گلاس میں ایپل جوس نکالتے ہوئے اپنے تیکھے لہجے میں بولا تھا۔

"آفس جوائن کرلو تم، کہ میں آخر کب تک سب کچھ اکیلے سنبھالوں؟" اس کا انداز برا لگا تھا مگر ظاہر کیے بناء صاف بات کہی تھی۔

"ٹھیک ہے کچھ دنوں میں آفس جوائن کرلوں گا۔" وہ سعادتمندی سے بولا تھا۔

"شادی کے بارے میں تمہارا کیا ارادہ ہے؟" وہ مسکرا کر باپ کو دیکھنے لگا تھا۔ جس پر انہوں نے نیا سوال داغا تھا۔

"میرا تو فی الحال ارادہ نہیں ہے، ہاں آپ لوگ یہ ارادہ کر رہے ہیں تو میں انکار نہیں کروں گا۔" وہ مزے سے کہتا ان دونوں کو ہی حیران کر گیا تھا۔

"آر یو سیریس؟"

"ہنڈرڈ پرسنٹ ڈیڈ۔" وہ ان دونوں کی حیرت کو انجوائے کرتا ہوا بولا تھا۔

"تمہارے سرکل کی تمہارے ہی جیسی کسی لڑکی کو میں ہرگز اپنی بہو نہیں بناؤں گی۔ یہ یاد رکھنا۔ اور نہ ہی کسی لڑکی کا پرپوزل تب تک لے کر جاؤں گی، جب تک تم اپنی بُری روِش کو چھوڑ نہیں دو گے۔" خاموشی سے اس کی سعادت مندی کے مظاہرے دیکھتیں کنول خان تلخی سے بولی تھیں۔

"میں اپنے سرکل میں شادی کرنا بھی نہیں چاہتا مام! وہ سب جسٹ ٹائم پاس ہیں۔ میرے لیے لڑکیاں آپ دیکھیں گی اور چوز بھی آپ ہی کریں گی، اور رہ گئی بات میری روِش کی تو میں جیسا ہوں ویسا ہی رہوں گا۔" وہ تلخی سے بولا تھا۔

"تم بھی ناں کنول! خوش ہونے والی بات پر بھی خوش ہونے کے بجائے واویلے کرنے لگتی ہو۔" انہوں نے بیوی کو منہ کھولتے دیکھ کر تلخی سے کہا تھا۔

"میں کچھ بھی کیوں نہ کروں۔ مگر یہ میرا آخری فیصلہ ہے کہ زاہد بری روش نہیں چھوڑے گا تو میں کسی بھی لڑکی کی زندگی برباد نہیں ہونے دوں گی۔" وہ ماں کو حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ اس نے ماں کو غصہ میں کبھی دیکھا ہی نہ تھا اور باپ کے سامنے اتنے تیز لہجے میں تو پہلی ہی دفعہ انہیں بولتے سنا تھا اِس لیے اُس کی حیرت بے جا نہ تھی۔

"اپنے فیصلے اپنے ہی پاس رکھو، کیا سمجھتی ہو کہ تم زید کا رشتہ لیکر نہیں جاؤ گی تو کہیں اس کی شادی ہی نہیں ہو گی؟" وہ بیوی کو غصے سے گھور رہے تھے۔

"مجھے ایسی کوئی غلط فہمی لاحق نہیں ہے، اور تم تو عادات سے لیکر فطرت تک میں باپ پر گئے ہو تو یہاں کیسے چوُکتے۔

http://paksociety.com

میرے سر کل میں شادی اپنی سیفٹی کے لیے کرنا چاہتے ہو نا کیونکہ جانتے ہو، امیر کبیر باپ کی الٹرا ماڈرن بیٹی کو بیاہ کر لاؤ گے تو پرانی روش چھوڑنی پڑے گی، جبکہ غریب دبو سی لڑکی کو بیوی بنا کر لاؤ گے تو وہ خاموش مجسمہ تم سے کبھی باز پرس ہی نہیں کر سکے گا، لیکن میں ایک اور لڑکی کو کنول خان نہیں بننے دوں گی۔" وہ آج سخت اشتعال میں تھیں۔ وہ ایک غریب مزدور کی بیٹی تھیں۔ ایک گھر میں بچوں کو ٹیوشن پڑھانے جایا کرتی تھیں وہیں مراد خان نے انہیں دیکھا تھا۔ خوبصورت کنول خان انہیں پہلی ہی نگاہ میں اچھی لگی تھیں، ان کا پرپوزل وہ قبول نہیں کرنا چاہتی تھیں کہ انہوں نے اس شخص کو اس گھر میں آتے جاتے دیکھا تھا اور وہ انہیں اچھے نہیں لگے تھے، مگر وہ دو بہنیں تھیں، ماں دمے کی مریضہ تھی اور باپ بھی بوڑھا ہو گیا تھا اسی رشتے کو غنیمت سمجھا اور ان کی شادی ہو گئی، مگر انہوں نے پوری زندگی جبر مُسلسل کی طرح گزاری تھی، مراد خان کو کبھی ان کی بری روش سے ہٹا نہیں سکی تھیں اور نہ ہی بیٹے پر ان کا بس چلا تھا۔

"تڑاخ! بکواس بند کرو، کس چیز کی کمی ہے تمہیں ناشکری عورت۔" وہ بھڑک کر بولے تھے۔

" عزت اور احترام کی کمی سہی ہے میں نے، نام کے مسلمان کے ساتھ رہتے ہوئے، عمل کے مسلمان، ایک مومن کی کمی سہی ہے میں نے مراد خان۔" وہ سلگتے لہجے میں بولی تھیں اور وہ ماں کو عجیب نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

" ایک لفظ مت بولنا اور میرے سامنے سے دفع ہو جاؤ ورنہ جان سے مار دوں گا۔" ان کا دوبدو بولنا ان کے اشتعال کو بڑھاوا دے رہا تھا کہ طویل سالوں میں کبھی اس طرح انہوں نے بات نہیں کی تھی اور انہیں پہلی دفعہ کی بدتمیزی بھی پسند نہیں آ رہی تھی۔

" ڈیڈ پلیز اجڈ لوگوں کی طرح بی ہیو نہ کریں۔" وہ چیخا تھا۔

"اور مام شادی تو میں کرنا ہی نہیں چاہتا۔ اسلیے بہتر ہو گا کہ آپ لوگ آپس میں جنگ نہ کریں۔" وہ اٹھا اور نکلتا چلا گیا۔ اور وہ بھی ایک حقارت بھری نگاہ بیوی پر ڈالتے وہاں ٹھہرے نہ تھے۔

☆☆☆☆☆

"مجھے تو اب تک یقین نہیں آ رہا کہ میری زید سے شادی ہو رہی ہے۔" مہ رخ نے اسے عجلت میں گھر بلایا تھا اور اپنی شادی کی خبر دی تھی اس کے ہر انداز سے مسرت جھلک رہی تھی۔

"ایشل میری کچی عمر کی خواہش پوری ہونے والی ہے۔ میں لفظوں میں اپنی بے کراں خوشی کو بیان نہیں کر سکتی۔" وہ خوبصورت تو پہلے ہی تھی مگر اس وقت اس کا چہرہ و آنکھیں ایک الگ ہی دلکشی سی بکھیرتے اُسے حسین تر بنا گئے تھے۔

"اللہ تمہاری خوشیوں کو سلامت رکھے۔ تم بہت خوش نصیب ہو رخ کہ اپنی محبت کو پانے جا رہی ہو کہ محبت تو قسمت والوں کو ہی ملتی ہے۔" وہ دوست کی خوشی میں خوش تھی یہ شکوہ تک نہ کیا تھا کہ اس نے اپنی زندگی کا اتنا بڑا راز اس سے پوشیدہ کیوں

http://paksociety.com

رکھا۔

" میں ہمیشہ تم سے شئیر کرنا چاہتی تھی لیکن ڈرتی تھی کیونکہ زید مجھے چاند لگتے تھے اور خود زمین مگر جب آنی میرا پرپوزل لیکر آئیں تو مجھے احساس ہوا کہ اللہ کتنا مہربان ہے اس نے میری دعاؤں کو شرف قبولیت بخش دیا۔" اُس کے احساس تشکر سے آنسو گرنے لگے تھے۔

" محترمہ اب ان موصوف کے بارے میں کچھ بتاؤ گی یا تمہاری شادی پر ہی ان خوش نصیب کو دیکھنا پڑیگا۔" ایشل اس کی سچی خوشیوں کے لیے دعا گو تھی۔

" دیکھنا تو تب ہی پڑیگا کہ زید کی کوئی تصویر نہیں ہے، مزے کی بات بتاؤں دیکھا تو میں نے بھی نہیں ہے۔"

" مطلب بناء دیکھے محبت۔۔۔" وہ اسے حیرانگی سے دیکھ رہی تھی۔

"نہیں دیکھا تھا بہت برسوں پہلے جب میں میٹرک میں تھی، زید اس وقت ایم بی اے کے فرسٹ ائیر میں تھے، آنی کو ہمارے گھر سے پک کرنے آئے تھے، بعد میں ایک دفعہ جب میں فرسٹ ائیر میں تھی آنی سے ملنے زید ہاؤس گئی تھی تب دیکھا تھا۔ بہت اچھے ہیں وہ آنی سے تو تم بھیّا کی شادی میں ملی تھی نا، زید شادی پر نہیں آئے تھے، ورنہ میں تمہیں ملواتی۔" وہ خوش تھی بے انتہا خوش۔

" اوہوں!۔ اب تو موصوف سے ملنا ہی پڑیگا۔ دیکھوں تو سہی کہ کہاں کے شہزادہ عالم ہیں وہ جناب کہ میری شہزادیوں سی آن بان رکھنے والی دوست ایک نظر میں ہی دل ہار گئی تھی۔ اور اتنے سال بعد بھی محبت اپنی آب و تاب سے ذہن و دل پر براجمان ہے۔" اُس نے ہنستے ہوئے چھیڑا تھا۔

" زید ویسے تو بہت اچھے، خوبصورت ہیں۔ مردانہ خوبصورتی کا جیتا جاگتا شاہکار ہیں اور موصوف کو اپنی خوبصورتی کا نہ صرف احساس ہے بلکہ کافی خود پسند بھی واقع ہوئے ہیں۔" اس نے وہ منظر یاد کیا تھا جب وہ کنول خان کو لینے آیا تھا اور کھڑے کھڑے ہی لوٹ گیا تھا، اس کا اکھڑ مغرور انداز بھی اسے بہت بھایا تھا کہ جو دِل کو اچھا لگتا ہو، اُس کی برائیاں بھی اچھائیاں ہی لگنے لگتی ہیں۔

"خود پسندی اچھی بات تو نہیں ہے۔ اور مرد خود پسند ہو تو عورت کے لیے بہت مشکل ہوتی ہے۔" وہ کچھ سوچ کر بولی تھی۔

" ہاں! لیکن محبت ہو تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔" وہ محبت کے حسین قالین پر بغیر پروں کے اڑ رہی تھی اور محبت انسان کو خوش فہم بنا دیتی ہے، اسے بھی سب اچھا لگ رہا تھا ہر برائی محبت کی چادر میں چھپتی جا رہی تھی۔

"تم تو کافی گھنی نکلیں۔" ایشل نے اس کے رخسار پر چٹکی کاٹی تھی اور اسکے ہنسنے پر وہ خود بھی ہنس دی تھی۔

" شادی کب ہے۔۔۔؟" کچھ یاد آنے پر پوچھا تھا۔

http://paksociety.com

" بھائی جان کے آجانے کے بعد طے ہو گا کہ تم تو جانتی ہو وہ عین شادی کی رات ڈیوٹی پر چلے گئے تھے۔ بابا آنی سے کہہ رہے تھے کہ بھائی جان کا کینسل ہو جانے والا ولیمہ اور میری بارات ایک ساتھ ہوں گے۔" وہ دھیمے دھیمے بتا رہی تھی۔

"تمہارے بابا کو اس رشتے پر اعتراض نہیں ہوا؟ صرف اِس لیے پوچھ رہی ہوں کہ تمہاری آنی اور تم لوگوں کے اسٹیٹس میں تو واضح فرق ہے، ان کے ہاں تم لوگوں کا اتنا آنا جانا بھی نہیں ہے۔" وہ قدرے جھجک کر پوچھ رہی تھی۔

" اوہوں! جب تک مما تھیں تو آنا جانا تھا۔ اب تو صرف آنی ہی کبھی کھبار آجاتی ہیں، اور بابا نے تو پرپوزل کو ایکسیپٹ کرنے سے انکار کر دیا تھا اور انکار کا یہی جواز دیا تھا اور آنی سوچنے اور سوچ کر جواب دینے کا کہہ کر چلی گئی تھیں، میں بابا کو جانتی ہوں، ان کی سوچ سے واقف ہوں۔ مجھے لگا تھا کہ بابا کا انکار اقرار میں نہیں بدلے گا۔ اسلیے میں نے بھائی جان کو فون کر کے آنی کے پرپوزل، بابا کے انکار اور اپنی خواہش کا بتا دیا۔" "واٹ! تم نے اپنے بھائی سے۔۔" وہ درمیان میں چیخی تھی۔

"ہاں! میں نے بھائی جان سے کہہ دیا کہ میری خاطر وہ بابا سے کہیں کہ وہ انکار نہ کریں۔ اب میں نہیں جانتی کہ انہوں نے بابا سے کیا کیسے بات کی مگر وہ راضی ہو گئے۔ یہ بات میری خوشی و اطمینان کے لیے کافی ہے۔" ایشل متحیّر نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے بچپن سے جانتی تھی وہ بہت کم گو تھی، پر اعتماد تھی مگر بولڈ نہیں تھی اور یہ بات تو اسکی بولڈ نیس کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

"مجھے تو اب تک یقین نہیں آرہا تم اتنی بولڈ نیس کا ثبوت بھی دے سکتی ہو۔ آئی کانٹ بلیو اٹ۔" بات بولڈ نیس کی نہیں ہے، ایک چیز مجھے صحیح لگی تو میں نے اِس لیے بات کر لی، بابا راضی ہو گئے۔ ورنہ اللہ جانتا ہے ایشل کہ بابا اب انکار کرتے تو میں پھر نہ کہتی کہ بابا کے کسی فیصلے سے کبھی مجھے انحراف نہیں ہوا، اور بھائی جان سے یہ بات بڑی مشکل سے ہی سہی مگر کر لی بابا سے تو کبھی نہیں کر سکتی تھی۔" وہ نرمی سے وضاحت کر رہی تھی اور وہ مسکرا دی۔

" تم نے اچھا کیا انسان کو اپنے گھر والوں سے کم از کم اپنے ذہن و دل کی بات شیئر تو کرنا ہی چاہیے کہ تم ایسا نہ کرتیں تو شاید ایک خلش سی رہ جاتی، اور اپنے تو ہوتے ہی اس لیے ہیں کہ اپنوں کو دکھ سے بچا سکیں، خوشیاں دے سکیں۔ میں تمہارے لیے دل سے خوش ہوں اور تمہاری خوشیوں کے لیے دعا گو بھی، جتنی محبت و عزت تم اس شخص کی کرتی ہو اس سے دگنی چاہت و عزت وہ تمہیں دے۔" وہ خوشدلی سے دوست کو دعائیں دے رہی تھی۔

" تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا ہے؟ تم حارث بھائی سے شادی۔" وہ خیر مقدمی مسکراہٹ لبوں پر سجائے اب اس کے بارے میں بات کرنے لگی تھی۔

"پلیز رخ اس موضوع پر میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی، میری شادی نہیں ہو گئی مسئلہ کشمیر ہو گیا کہ مزاکرات ختم ہونے میں نہیں آرہے، جسے دیکھو میری شادی کو لیکر پریشان ہے۔" وہ یکدم ہی جھنجلاہٹ کا شکار ہوتی چڑچڑے لہجے میں بولی تھی۔

http://paksociety.com

"اپنی شادی کو مسئلہ کشمیر تم نے خود بنایا ہوا ہے، گھر والے راضی ہیں، سب کچھ طے ہے تو کیوں اس مسئلے کو اٹکا رہی ہو؟ مزے سے حارث بھائی سے شادی کرو اور اس مسئلہ کو نمٹاؤ۔" ایشل جتنی بے سکون ہو گئی تھی وہ اتنے ہی سکون سے مشورے سے نواز رہی تھی۔

" میں حارث سے شادی نہیں کر سکتی۔" وہ بے بسی سے بولی تھی۔

"لیکن کیوں؟ تم تو حارث بھائی سے۔۔۔"

"بتایا تھا نا کہ حارث، عائزہ سے محبت کرتا ہے۔ پھر بھی پوچھتی ہو کیوں؟" ایشل کی آنکھوں میں سرخی اترنے لگی تھی۔

" مگر اب عائزہ کی شادی ہو چکی ہے۔"

"مگر حارث کے، عائزہ کے لیے جذبات تو اب بھی موجود ہیں، میں ایک ایسے شخص سے شادی نہیں کر سکتی رخ، جس کے دل میں کوئی اور بستا ہو۔" وہ آزردگی و فکر کی تصویر لگنے لگی تھی۔

" وقت کے ساتھ سب سیٹ ہو جاتا ہے۔ حارث بھائی بھی عائزہ کو بھول جائیں گے۔" مہ رخ کا انداز ناصحانہ تھا۔

" نہیں، رخ حارث ایسا کبھی نہیں کریگا، کیونکہ وہ مرد ہے، قربانی کا جذبہ صرف عورت میں ہوتا ہے، عائزہ حارث کو یکسر فراموش کر سکتی ہے مگر حارث ایسا نہیں کر سکتا، کیونکہ عورت ماضی میں نہیں جی سکتی کہ اُسے رِشتے نبھانا ہوتے ہیں، رشتوں کی مجبوری، رشتوں کا احساس نبھانا ہوتا ہے، کیونکہ ایک عورت جب بیوی بنتی ہے تو اس کی وفا کا تقاضہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی امانت میں خیانت کی مرتکب نہ ہو، چاہے وہ خیانت لفظوں کی ہو، خیالات کی ہو، محبت کی ہو، من کی ہو یا تن کی، خیانت تو خیانت ہوتی ہے، اور ایک عورت ایسا شاید کر سکتی ہے مگر ایک بیوی چاہے بھی تو نہیں کر سکتی وہ ایسے کسی قبیح فعل سے قبل مرنا پسند کرے اس کے برعکس ایک مرد کی سوچ اس کی محبت کا انداز ہی بہت مختلف ہوتا ہے کہ عورت رشتوں کے تقدس کے لیے خود کو مٹا دینے کا حوصلہ رکھتی ہے مگر مرد اتنے باحوصلہ نہیں ہوتے کہ مرد رشتوں کو نہیں خود کو پوجتے ہیں، اس کو لفظی من و تن کی خیانت کبھی خیانت نہیں لگتی کہ وہ اپنی خودی کے زعم میں رہتے ہیں، عورت نے ماضی میں چاہے غلطی کی ہو یا نہیں معمولی سی بات بھی چاہتی ہے کہ اُس کے شریک سفر پر آشکار نہ ہو کہ وہ اپنے رِشتے میں ہلکی سی دراڑ بھی برداشت نہیں کر سکتی اور مرد بڑے فخر سے اپنا ماضی اپنی شریک حیات کے سامنے عیاں کر دیتے ہیں کہ اپنی شکست خوردگی کی سزا کسی کو تو دینی ہوتی ہے ناں؟" وہ انتہائی سنجیدگی سے اپنا گہرا تجربہ بیان کر رہی تھی یا کسی اور کا تجربہ، بہر حال مہ رخ اسے حیرانگی سے سن رہی تھی۔

" عورت رشتوں کو پُوجتی ہے، اُن کے تقدس کو پُوجتی ہے، پہلی محبت کا احساس تک مٹا دیتی ہے اور مرد کو مگر ایسی کوئی مجبوری لاحق نہیں ہوتی اس لیے وہ پہلو میں کسی کو بھی سجائے صرف اس کو سوچتا ہے، جسے سوچنا چاہتا ہے، بیویاں تو چار رکھنے کا حق حاصل ہے اسے اور وہ کسی کو بھی بیوی بنائے، محبوبہ کے حصار سے نہیں نکلتا کہ نکلنا ہی نہیں چاہتا، اور میں نہیں چاہتی رخ! کہ حارث

http://paksociety.com

مجھے بیوی بنا کر مجھ میں اپنی محبوبہ کو ہی تلاشتا رہے کہ طرح دار سے طرح دار، اونچی و نیچی ذات کی عورت شراکت برداشت کر سکتی ہے، خیانت برداشت نہیں کر سکتی بٹی ہوئی چاہت و توجہ برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ اپنی شناخت کھونا نہیں چاہتی، اس لیے میں تائی اماں اور مما کی خواہش کے باوجود حارث سے شادی نہیں کر سکتی کہ میں اپنی پہچان اپنی شناخت نہیں کھونا چاہتی۔" اس نے بے بسی سے اپنے آنسو رگڑے تھے۔ مہ رخ اُسے دیکھ رہی تھی۔ جس نے کڑوی حقیقت بیان کر دی تھی کہ عورتیں سوکن کا وجود تو جیسے تیسے برداشت کر لیتی ہیں مگر رقیبہ کا وجود برداشت نہیں کر پاتیں بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپتے ہوئے حیات بسر کرتی ہیں کہ جب تک زندگی ہو سانس تو لینا پڑتی ہے، مگر ہر سانس کتنا بڑا آزار ہوتی ہے یہ صرف وہی جانتا ہے جس نے نہ جینے کی خواہش میں زندگی جی نہیں محض گزاری ہو۔

"لیکن تمہارے "جذبے" تمہارے محسوسات ان کا کیا ایشل۔۔۔!" وہ اس کے چہرے پر پھیلے کرب و اذیت کو محسوس کرتی آزردگی سے پوچھ رہی تھی۔ وہ شکستگی سے مسکرائی تھی۔

"تائی اماں حارث سے اور مما مجھ سے ناراض ہیں کہ ان دونوں کو میرے اِنکار سے تکلیف ہوئی ہے کہ تائی اماں کو میں پرفیکٹ لگتی ہوں اور مما کو حارث اور میں مما اور تائی اماں سے بہت محبت کرتی ہوں، ان کے لیے بڑے سے بڑا اسکیری فائز کر سکتی ہوں، لیکن میں خود کو کھونے سے ڈرتی ہوں، اپنے جذبات کی توہین سے ڈرتی ہوں، حارث کو میرے خلوص پر شک ہے رخ اسے لگتا ہے کہ میں نے تائی اماں کو راضی کرنے کا محض وعدہ کیا جسے ایفاء نہیں کیا، لیکن تم تو جانتی ہو نا میں نے خود اپنے وجود کو کیسے کند چھری سے ذبح کر کے تائی اماں کو منایا تھا وہ میری اور حارث کی چاہت کے لیے راضی بھی ہو گئی تھیں مگر عائزہ اس کی قسمت میں نہ تھی اور میں اُسکی قسمت بننا نہیں چاہتی، میری بے بسی، اذیت کا اندازہ لگا سکتا ہے کوئی کہ، جس شخص کے ساتھ کی اٹھتے بیٹھتے دعائیں مانگیں اب اسی شخص کے بن جانے کے احساس سے بھی خوفزدہ ہوں، میں اپنی محبت اور اپنا احساس بھول کر نہیں جی پاؤں گی رخ! اور جب پا کر بھی کھونا ٹھہرا تو مجھے اسطرح آدھا ادھورا نہیں پانا، اپنے جذبات و احساسات کی توہین نہیں کروانی۔" وہ اب شدتوں سے رو رہی تھی۔ اور مہ رُخ کے پاس ایک حرفِ تسلی تک نہ تھا۔

تیرے بغیر بھی تو غنیمت ہے زندگی
خود کو گنوا کے کون تیری جستجو کرے

☆☆☆☆☆

"ہیلو، ایشل مے آئی ہیلپ یو ڈیئر؟" وہ بوجھل ذہن و دل کے ساتھ مہ رخ کے گھر سے نکلی تھی کہ اس کے سر کا درد اور کوفت گاڑی خراب ہو جانے پر بڑھ گئے تھے وہ گاڑی سے نکلی تھی کہ ایک گاڑی اس کی گاڑی کے قریب رکی اور زاہد خان کو دیکھ اس کی ٹینشن مزید بڑھ گئی تھی۔

"نہیں۔۔۔" وہ ایک لفظی جواب دیتی گاڑی ٹھیک کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

وہ اُس کو بغور دیکھ رہا تھا اس کی ستواں ناک سرخ ہو رہی تھی، چہرے و آنکھوں میں بھی سرخی تھی جیسے وہ روتی رہی ہو، وہ اداسی میں اسے کچھ اور خاص لگی تھی اس کا حُسن آزردگی میں مزید قاتل ہو گیا تھا یہ اس کا ذاتی خیال تھا۔

"آپ خوامخواہ میں خود کو ہلکان کر رہی ہیں میں آپکو ڈراپ کر دیتا ہوں ساتھ میں کچھ باتیں بھی ہو جائیں گی۔" وہ اُس کا جائزہ لیتے ہوئے بولا تھا۔ ایشل نے ناگواری سے اُسے دیکھا تھا۔

"پلیز مسٹر خان! میں اس وقت ذہنی طور پر بہت ڈسٹرب ہوں، آپ مجھے مزید ڈسٹرب نہ کریں، میں آپکو ایک دفعہ صاف جواب دے چکی ہوں، آپ میری راہ روکنا، فون کرنا چھوڑ دیں کہ آپکے مطالبے پر غور کرنا تو دور میں سوچ بھی نہیں سکتی۔" وہ پہلے ہی کافی زود رنج ہو رہی تھی اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔ پھولوں پر شبنم گرنے کا منظر زاہد خان کو خوابناکی کے زیر اثر لے گیا تھا۔ اس کی نگاہ میں بے اختیاری سی اتری تھی اس نے شبنم کے قطرے چننے کو ہاتھ بڑھایا تھا کہ وہ اس کے سامنے سے ہٹتی گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی تھی اور وہ عجیب سی کیفیت میں گھر گیا تھا، اور دل کی لے بھی الگ ہی ترنگ میں آگئی تھی، وہ ایک عجیب سا سرور محسوس کر رہا تھا اور نگاہوں میں اسے اسٹیرنگ پر سر ٹکائے روتے دیکھ حیرت و استحاب سمٹ آیا تھا، وہ اس کی طرف پیش قدمی کرتا مگر کچھ سوچ کر اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا تھا، مگر اپنی کیفیت خود سمجھنے سے قاصر تھا۔

☆☆☆☆☆

" ایشل تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" ایشل کئی گھنٹوں کی خواری کے بعد گھر پہنچی تھی اور لان میں حارث سے ٹاکرا ہو گیا تھا ان دونوں کی آج کل بات چیت بند تھی پھر بھی اس کی شکل دیکھ کر حارث کو فکر ہوئی تھی وہ اس کے سرخ چہرے اور بھیگی آنکھوں کو دیکھ کر مضطرب ہوا تھا۔

" جی" ہمدردی پا کر آنسو بے اختیار ہو گئے تھے۔

"تم کیوں رو رہی ہو ایشل کیا بات ہے؟ مہ رخ سے لڑائی ہو گئی ہے؟" وہ متفکر سا پوچھ رہا تھا۔

"نہیں کسی سے لڑائی نہیں ہوئی، میری گاڑی خراب ہو گئی تھی تو بس اِس لیے۔" اس نے نگاہ چراتے ہوئے آنسو رگڑے تھے۔

" ایشل! تم کبھی کبھی بالکل بچوں کی طرح بی ہیو کرتی ہو۔" حارث قدرے خفگی سے بولا تھا کہ اس کی ضدی طبیعت سے ہی نہیں، بچپنے سے بھی وہ لوگ اکثر خائف رہتے تھے۔

" سوری" وہ لب چباتے ہوئے خود کو کمپوزڈ کرنے لگی تھی کہ زاہد خان کے سامنے نے اسے ذہنی اذیت سے دو چار کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حارث کو اپنے لیے پریشان دیکھ بھی اُس کے ذہن و دل میں کسی قسم کی ہلچل نہ ہوئی تھی۔ اور وہ جب لاؤنج

http://paksociety.com

میں پہنچے ایک نیا ہنگامہ اس کے لیے موجود تھا۔

"کیا بہت اہم مذاکرات ہو رہے ہیں؟" تمام بڑوں کو لاؤنج میں دیکھ حارث نے شوخی سے پوچھا تھا اور صوفے پر بیٹھ گیا، جبکہ سب کی نگاہیں ایشل پر جمی تھیں اور وہ قدرے کنفیوز ہو گئی تھی، اس کے سرخ چہرے کو دیکھ کر کوثر لودھی کو فکر ہوئی تھی مگر ایشل نے انہیں بہانہ بنا کر مطمئن کر دیا تھا۔

"میں کچھ تھک گئی ہوں آرام کروں گی۔" وہ اب تک کھڑی ہوئی تھی کوثر لودھی نے اسے اپنے پاس بلایا تھا اور وہ ناچار ان کے برابر ٹک گئی تھی۔

"تائی اماں ایسے کیا دیکھ رہی ہیں؟ میں آپکی وہی ایشل ہوں میرے سر پر سینگ نہیں نکلے۔" وہ ان کی گہری نظروں سے قدرے خائف ہوتی مسکرا کر بولی تھی۔

" سر پر تمہارے سینگ تو واقعی نہیں نکلے، میں سوچ رہی ہوں کہ میری ایشل سہاگ کی سرخ ردا میں کیسی لگے گی۔" وہ باپ و تایا کی موجودگی میں تائی کی بات پر حیا سے سرخ پڑتی نگاہ جھکا گئی تھی اور اس کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی انہوں نے اس کا دودھیا نرم و ملائم ہاتھ تھاما اور اپنے ہاتھ سے اتاری انگوٹھی اس کی مخروطی انگلی میں سجا دی تھی، وہ حیرت و بے یقینی سے تائی اماں اور مما کو دیکھنے لگی تھی، ان دونوں کے مسکراتے چہرے دیکھ، وہ چاہ کر بھی کچھ کہہ نہیں پا رہی تھی کہ نگاہ حارث پر اٹھ گئی تھی۔ دونوں کی نگاہیں ٹکرائی تھیں حارث کی آنکھوں میں ذرا بھی اپنائیت نہ تھی اس کی آنکھوں میں موجود بیگانگی و سرد مہری ایشل کے برف ہوتے احساسات یکدم پگھلنے لگے تھے۔ ابراہیم لودھی نے حارث کو قیمتی انگوٹھی پہنائی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گرے اور وہ کھڑی ہو گئی۔

" میں حارث سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔" اس کے بھیگے لہجے نے کوئی قیامت ان سب پر ڈھائی تھی مسکراتے لب حیرت کی زیادتی سے سکڑ گئے تھے اور وہ سب بے یقینی سے اسے دیکھنے لگے تھے جس نے انگوٹھی اتار کر کوثر لودھی کے پاس صوفے پر ہی رکھ دی تھی اور ان سب کو گنگ چھوڑ کر وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔ کوثر لودھی نے ایک نظر انگوٹھی کو دیکھا تھا اور بے بسی سے اسے مٹھی میں قید کر لیا تھا۔

" بھابھی!" شہلا لودھی ان کا خطرناک حد تک سفید پڑتا چہرہ دیکھ کر پریشانی سے اُن تک پہنچی تھیں۔ حارث نے ماں کو سینہ ملتے دیکھ کر ان کی طرف پیش قدمی کی تھی اور ان کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئی تھیں۔

" ایشا۔۔۔" بے ہوش ہوتے ہوئے بھی یہی صدا تھی، دورانِ بے ہوشی اور ہوش میں آنے کے بعد بھی یہی نام پکارا تھا۔

" ڈاکٹر! میری مما!" آئی سی یو سے نکلتے سرجن کی طرف وہ بڑی عجلت سے بڑھا تھا۔

"شی از آؤٹ آف ڈینجر" ان سب کو یکدم اطمینان نصیب ہوا تھا۔

http://paksociety.com

"یہ انگوٹھی ان کی مٹھی میں تھی، اسے آپ رکھیں اور پلیز ایشا جو بھی ہیں انھیں بلالیں، مریضہ دورانِ بے ہوشی بھی اسی نام کو پکارتی رہیں اور ہوش میں آنے کے بعد بھی اسی نام کو پکارا ہے۔ ٹینشن ان کے لیے خطرناک ہو سکتی ہے۔ سو بی کیئر فل!" ڈاکٹر صاحب جا چکے تھے اور وہ انگوٹھی ہاتھ میں دبائے وہاں سے نکلا تھا اور آندھی طوفان کی طرح تیز ڈرائیونگ کرتا ہوا گھر پہنچا تھا۔

"ایشل کہاں ہے؟" اس نے ملازمہ سے پوچھا اور اس کے کمرے میں آگیا۔ جھٹکے سے ڈور اوپن کیا تھا۔ وہ سجدے میں گری رو رو کر کوثر لودھی کی سلامتی کی دعا مانگ رہی تھی۔ دھاڑ کی آواز پر سر اٹھایا تھا اور گردن موڑ کر دیکھا تھا۔

"حارث، تائی اماں! کیسی ہیں۔" اسے ان لوگوں کے جانے کے بعد پتہ لگا تھا جب سے ہی وہ سجدے میں گری کوثر لودھی کی صحت یابی کے لیے مناجات کر رہی تھی۔

"تمھیں کیا وہ جیئیں یا مریں۔۔" وہ اس کی فکر اور رونے سے ہر گز بھی متاثر نہیں ہوا تھا جبکہ اس کی حالت قابلِ رحم ہو رہی تھی۔

"حارث" وہ تڑپ اٹھی تھی۔

"میری ماں کی اس حالت کی صرف تم ذمہ دار ہو۔ مما کو کچھ ہو جاتا، تو میں تمھیں جان سے مار دیتا۔" وہ اسے بولنے کا موقعہ دیئے بغیر دھاڑا تھا۔

"اور تم نے تو ان کی جان لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، ذرا سی جو اِن کی تمھیں پرواہ ہو، کتنی محبت کرتی ہیں وہ تم سے اور تم ان کی ایک خواہش کا مان نہ رکھ سکیں، انگوٹھی منہ پر دے ماری۔۔" وہ مشتعل ہو کر چیخ رہا تھا۔

"اور انھیں اب بھی صرف تمہاری پرواہ ہے۔"

"پلیز مجھے تائی اماں کے پاس لے جاؤ۔" وہ اس کی بات کے درمیان میں سسکی، اور وہ اس کی دگرگوں حالت دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی پلٹا تھا کہ وہ تو لینے ہی اسے آیا تھا۔

"تائی اماں! پلیز مجھے معاف کر دیں۔ آپ جیسا چاہتی ہیں میں ویسا ہی کروں گی، بس آپ اچھی ہو جایئے۔" وہ ان کا ہاتھ تھامے بلک رہی تھی۔

"معافی تو مجھے تم سے مانگنی ہے کہ میں نے تمہاری خوشی کا خیال نہیں رکھا، سب نے کتنا کہا کہ میں بچوں کی مرضی کے بغیر فیصلہ نہ کروں، جیسے حارث راضی ہوا ہے تمہارے راضی ہونے کا بھی انتظار کر لوں لیکن مجھ سے انتظار نہیں ہو سکا، مجھے لگا کہ تمہارے انکار کی کوئی ٹھوس وجہ نہیں ہے اس لیے تم اعتراض نہیں کرو گی، مگر میں غلط تھی، تم اپنی زندگی کا فیصلہ کرنے کا کُلی طور پر اختیار رکھتی ہو، تم نہیں چاہتیں تو تمہاری شادی حارث سے نہیں ہو گی۔ مجھے تو صرف تمہاری اور حارث کی خوشی عزیز ہے۔" وہ نقاہت زدہ لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھیں۔

http://paksociety.com

"اور مجھے صرف آپ عزیز ہیں تائی اماں!" وہ روتے ہوئے انتہائی جذباتی لہجے میں بولی تھی۔

"آپ تو اپنی ایشا کو جانتی ہیں نا مجھے برا لگا کہ آپ نے میرے انکار کو اہمیت نہ دی، میرے انکار کو اقرار میں بدلنے کی کوشش نہ کی اور یوں اچانک مجھے رنگ پہنا دی۔" وہ ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں دبائے سوں سوں کرتی بول رہی تھی اور سب دکھ کی کیفیت سے نکل کر اسے حیرانگی سے دیکھنے لگے تھے۔

"رئیلی تائی اماں! آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں شادی آپ سب کی مرضی سے ہی کروں گی پر مجھے تھوڑا وقت چاہیئے، مگر آپ سب کی یہی مرضی ہے تو میں تیار ہوں، بس یہ کبھی مت سوچیئے گا کہ میں نے آپ کا مان توڑا ہے، میں صرف وہ چاہتی ہوں جو آپ سب چاہتے ہیں۔" وہ ان کے ہاتھ پر بوسہ دیتی کسی کو بھی دیکھے بغیر روم سے نکل گئی تھی۔

سب اس کی حساسیت اور کوثر لودھی کے لیے اس کی محبت کو دیکھ کر پر سکون ہو گئے تھے مگر حارث ہر گز بھی متاثر نہیں ہوا تھا، اس کا ذہن اور دل ایشل کی طرف سے شکوک و شبہات کا شکار ہونے پر پراگندہ ہو گئے تھے اسی لیے اس کا خلوص اسے دکھائی نہیں دے رہا تھا کہ محسوس کرنے والی چیزیں دکھائی دیتی بھی نہیں ہیں۔

☆☆☆☆☆

"مما! آپ ایسا کیوں سوچتی ہیں کہ میں نے حارث سے شادی کا فیصلہ جبراً یا تائی اماں کی خوشی کے لیے کیا ہے؟"

"کیونکہ تم مجھے خوش نہیں لگ رہیں۔ بھابھی بھی یہی کہہ رہی تھیں۔ تم نہیں چاہتیں نا تو ہم اس رشتے کو ختم۔"

"نہیں مما، میں دل سے راضی ہوئی ہوں بلیو می!" وہ ماں کے ہاتھ تھام گئی تھی۔

"مگر تمھارا پیلا پڑتا چہرہ، دن بدن بڑھتی تمہاری خاموشی و آزردگی تو یہی کہہ رہی ہے کہ تم اس رشتے کے لیے راضی نہیں ہو۔" کوثر لودھی اس کے روم میں داخل ہوتے ہوئے بولی تھیں۔

"تمھاری صحت بھی دن بدن گرتی جا رہی ہے۔" شہلا لودھی نے بھی اضافہ کیا تھا۔

"میں آپ لوگوں کو یقین نہیں دلا سکتی، یہ سچ ہے کہ میں حارث سے شادی کے لیے آپ لوگوں کی خاطر اس سوچ سے راضی ہوئی ہوں کہ مجھے کسی نہ کسی سے شادی کرنی ہے تو حارث میں کیا برائی ہے، حارث سے شادی کرنے کے بعد بلکہ فائدہ ہی ہو گا کہ آپ دونوں کو چھوڑ کر نہیں جانا پڑے گا، مگر آپ لوگوں کو یہ فیصلہ جبری لگتا ہے تو ٹھیک ہے ختم کر دیں اور جس سے چاہیں میری شادی کر دیں۔" وہ ناراضگی سے بولتی ان دونوں کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر گئی تھی۔

گھر میں ایشل کی اور حارث کی شادی کی تیاریاں ہونے لگی تھیں کیونکہ اس کے مطمئن کرنے پر سب مطمئن ہوئے یا نہیں پر سب خاموش ضرور ہو گئے تھے کہ جوڑے تو آسمانوں پر بنتے ہیں اور جب اللہ تعالی نے ایشل ابراہیم اور حارث اکرام کا ساتھ لکھا تھا تو انھیں ایک ہونے سے کوئی طاقت روک نہیں سکتی تھی۔

http://paksociety.com

☆☆☆☆☆

"مس ایشل، زاہد مراد خان! کو بھلانا اتنا آسان تو نہیں لیکن یہ بھی حسن والوں کی ایک ادا ہی ہوتی ہے کہ انہیں اپنے سوا کچھ یاد نہیں رہتا۔" وہ شاپنگ بیگ اٹھائے شاپنگ مال سے باہر آئی تھی اور وہ ہاتھ میں موجود شاپنگ بیگز کو سنبھالنے میں مصروف تھی اسلیے اس نے پارکنگ میں موجود شخص کو دیکھا ہی نہیں تھا وہ تو اس کی آواز پر چونکی تھی اور ناگواری سی اس کے حسین چہرے پر پھیل گئی تھی۔ جبکہ وہ اس کا جائزہ لے رہا تھا، شفون جارجٹ کی اسٹائلش لانگ شرٹ اور ٹراؤزر سوٹ میں دوپٹہ شانوں پہ پھیلائے، گاگلز سر پر ٹکائے لائٹ نیچرل میک اپ میں اس کے حسن کی رعنائیاں مقابل کے ہوش اڑانے کے لیے کافی تھیں کہ وہ تو پہلے سے ہی حواس کھوئے ہوئے تھا۔ جب سے اسے دیکھا تھا اسے ہوش رہا ہی کب تھا۔ وہ اس کی گہری ایکسرے کرتی نگاہوں سے جز بز ہوتی اپنے آپ میں سمٹ سی گئی تھی۔

"مس ایشل! آپ کو نہیں لگتا کہ آپ میری پیشکش کو قبول کرنے میں کچھ زیادہ ہی وقت لگا رہی ہیں۔۔۔؟" وہ اس کی گھبراہٹ سے محظوظ ہوتا اس کے چہرے پر نگاہ جمائے پوچھ رہا تھا۔

"میں آپ کی پیشکش پر سو بار لعنت بھیجتی ہوں۔" وہ تڑخ کر بولی تھی اور وہ بے ساختہ ہی ہنستا چلا گیا تھا۔

"ایشل جس پر ایک دفعہ زاہد مراد خان کا نگاہِ انتخاب خواہش اور طلب بن کر بیٹھ جائے اسے زاہد خان کی خواہش اور طلب کا سامان کرنا ہی پڑتا ہے۔" اس کے لہجے اور آنکھوں میں ایسا کچھ تھا کہ اسے اپنے وجود پر چیونٹیاں سی رینگتیں محسوس ہونے لگی تھیں۔ وہ بے اختیار سمٹ کر مزید اس سے فاصلے پر ہوتی گاڑی کے دائیں کونے سے جا لگی تھی جبکہ وہ بائیں جانب کھڑا اس کا جائزہ لیتا اس کے ڈر کو محسوس کرتا زیرِ لب مسکرا دیا تھا۔

"چاہے زبردستی یا خوشی سے، جبکہ میں تمھیں تمہاری رضا سے حاصل کرنا چاہتا ہوں، جب ہی تو تقریباً چھ ماہ سے مصلحت اور شرافت سے کام لے رہا ہوں مگر یہ مصلحت کا لبادہ کسی بھی وقت اتر سکتا ہے۔" اس نے خوف زدہ ہو کر اس کی جانب دیکھا تھا کہ باہر سے بے تحاشا حسین نظر آنے والے شخص کا باطن کتنا گھناؤنا تھا۔

"اسلیے سوچ لو مجھے تم سے صرف چند گھنٹے چاہئیں اور چند گھنٹوں کی تم جو قیمت چاہو طلب کر سکتی ہو۔" وہ شان سے گھٹیا آفر کر رہا تھا۔

"زاہد مراد خان! دولت کی نمائش کرنی ہے تو کوٹھے پر جاؤ، ایشل ابراہیم لودھی، کوئی بکاؤ مال نہیں ہے۔" وہ ذلت اور اہانت کے احساس سے زرد پڑتی کانپتے ہوئے تندی سے چیخی تھی۔

"غصہ میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ایشل! میں دوستی اور پھر محبت کا ڈرامہ کرتا تب یہ سب کرتے تمھیں بھی باقی لڑکیوں کی طرح ہرگز برا نہ لگتا۔" وہ گہرے طنز سے بولا تھا۔

http://paksociety.com

" مسٹر خان! میری نگاہ میں گناہ ہر حال میں گناہ ہے، محبت کے نام پر اپنی اور اپنے خاندان کی عزت نچھاور کرنے والی لڑکیاں کوئی اور ہوتی ہوں گی، میں اس قبیلے سے تعلق نہیں رکھتی، بہتر ہو گا کہ آپ اپنے ہی قبیلے سے تعلق رکھنے والی کسی گھٹیا لڑکی کا اپنی سوچ اور عمل کے مطابق انتخاب کریں کہ میں اپنی عزت کو دنیا کی ہر شے پر مقدم جانتی ہوں اور عزت کی خاطر جان دے بھی سکتی ہوں اور لے بھی سکتی ہوں۔" وہ ایک نفرت اور حقارت بھری نگاہ اس کے ظاہری حسن پر ڈالتی اپنی گاڑی میں بیٹھی تھی اور تیزی میں وہاں سے گاڑی نکال لے گئی تھی اور وہ محظوظ ہوتا، کچھ سوچتا، دلکشی سے مسکراتا، گنگناتا ہوا گاڑی کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

☆☆☆☆☆

"ایشل! تمھیں تو بخار ہے۔" مہ رخ پریشانی سے اس کا ہاتھ تھامے بولی تھی۔

" اوہوں! بس اسی لیے کل تمہاری مہندی میں نہیں آسکی تھی اور تم ہو کہ خفا ہو گئی ہو۔" وہ زبردستی کی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر بولی تھی۔

" سوری کل میں نے تمھارا بہت انتظار کیا تھا، بہت مس کیا تمھیں، امید ہی نہیں تھی کہ تم نہیں آؤ گی، ہوا کیا ہے تمھیں؟ چہرہ زرد ہو رہا ہے۔" مہ رخ اداسی سے بول کر اس کے بے رنگ چہرے کو دیکھنے لگی تھی، لائٹ سے سلیقے سے کئے میک اپ کے باوجود اس کی شادابی ماند ہی تھی۔

" موسمی بخار ہے۔ یو ڈونٹ وری۔" ایشل بدقتِ تمام مسکرائی تھی اور اس کی پھیکی بے جان مسکراہٹ نے مہ رخ کو تکلیف پہنچائی تھی مگر وہ وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے خاموش رہی تھی۔

"بہر حال تم بہت اچھی لگ رہی ہو۔ تمہارے وہ تو گئے کام سے۔" وہ قدرے بشاشت لہجے میں سمو کر شرارت سے بولی تھی۔ وہ دلہن بنی واقعتاً بہت حسین لگ رہی تھی۔ مہ رخ جھینپ کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

" تم ملیں زید سے؟ کیسے لگے تمھیں؟۔"

"کہاں ملی میں تمہارے سپنوں کے راج کمار، تمہارے نئے نویلے دولھا سے۔ عائزہ نے تمہاری ناراضگی کا بتایا تو سیدھی ڈریسنگ روم میں آگئی۔" وہ شوخی سے بولی تھی اور مہ رخ کا چہرہ دہک اٹھا تھا۔

"مگر فکر نہ کرو مل کر آتی ہوں تمہارے موصوف سے، دیکھوں تو ایسا کیا ہے ان جناب میں کہ تم دیوانی ہوئی جا رہی ہو۔" مہ رخ کے روشن ہو جانے والے چہرے کو دیکھتی اب کے وہ سچائی سے مسکرائی تھی اور وہ باہر نکلتی کہ عائزہ، مہ رخ کو لے جانے کے لیے آگئی تھی اور وہ دونوں اسے دائیں بائیں سے تھامے اسٹیج کی جانب چلنے لگی تھیں۔

رسم کے مطابق مہ رخ کے چہرے پر گھونگھٹ تھا۔ کنول خان اس شادی سے خوش نہ تھیں مگر تمام کام اپنی روایات اور رسم و رواج کے مطابق کر رہی تھیں۔ عاشر کی بات پر ہنستے ہوئے زاہد خان کی نگاہ سامنے اٹھی تھی اور وہ بے ساختہ بیٹھے سے کھڑا

http://paksociety.com

ہو گیا تھا کہ یہاں ایشل لودھی سے ملنے کا ایک فیصد بھی امکان نہ تھا اور وہ زاہد مراد خان کو دیکھ کر ساکت ہی تو رہ گئی تھی، قدموں نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ اسٹیج کے بیچوں بیچ ایک مجسمے کی طرح ساکن کھڑی تھی کہ عائزہ نے اس کا کاندھا ہلایا تھا وہ چونکی اور اس نے مہ رخ کے پہلو میں بیٹھے زاہد مراد خان کو دیکھا جو خود کو کمپوزڈ کر چکا تھا۔ اس سے نگاہیں ملتے ہی اس نے مسکراہٹ اچھالی تھی۔ وہ پلٹی اور بڑی تیزی سے وہاں سے نکل جانا چاہتی تھی زاہد خان خود کو کمپوز کرتا واپس بیٹھ گیا تھا مگر ایشل اب تک سنبھلی نہ تھی کہ کنول خان سے ٹکرا گئی تھی۔

"آپ نے مہ رخ سے کونسی دشمنی نبھائی ہے؟" وہ ان کو دیکھ ضبط سے بولی تھی اور وہ اس لڑکی کو حیرانگی سے دیکھنے لگی تھیں کہ مہ رخ نے خزائن کی شادی میں اس کا تعارف کروایا تھا وہ انھیں اچھی بھی لگی تھی اور اِس وقت وہ زرد چہرے، بھیگی آنکھوں کے ساتھ انھیں ناراضگی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ ہرگز بھی اس کی بات کا مطلب نہیں سمجھی تھیں۔

"آپ زاہد مراد خان کی ماں ہیں، اس کے بارے میں سب کچھ جانتی ہوں گی اور سب کچھ جانتے بوجھتے آپ نے مہ رخ کی زندگی تباہ کر دی۔" اس کے آنسو گرنے لگے تھے اور وہ شرمندگی میں گھرنے لگی تھیں۔

"مہ رخ آپ کی بیٹی نہیں، بھانجی تو ہے اور آپ کیا اپنی سگی بیٹی کی شادی زاہد مراد خان جیسے شخص سے کر سکتی تھیں، جو دنیا بھر کی برائیوں میں مبتلا ہے۔ آپ ایک لوز کریکٹر شخص کا انتخاب کبھی اپنی بیٹی کے لیے نہ کرتیں تو آپ نے مہ رخ کے لیے ایسے شخص کو کیوں، کیسے منتخب کر لیا؟" اس کے لہجے میں دبا دبا سا غصّہ تھا۔

"میں بہت مجبور ہو گئی تھی۔۔۔" وہ شرمندگی سے بولی تھیں۔

"ہاہ! مجبور اور آپ، مجبور تو آپ نے مہ رخ کو کر دیا ہے، اسے آپ نے اندھی کھائی میں دھکیل دیا ہے، جہاں سے نہ وہ پلٹ سکے گی کبھی اور جہاں نہ ہی سکون سے رہ پائے گی۔ آپ نے اپنی خود غرضی میں مہ رخ کو ایک قفس میں مقید کر ڈالا ہے۔ ایک ایسی لڑکی جس کی سوچ، جس کا کردار پانی کی طرح صاف شفاف ہے وہ ایک لوز کریکٹر شخص کی ہمراہی ڈیزرو نہیں کرتی تھی۔ کچی عمر میں اس کی دعاؤں میں زاہد مراد خان شامل ہو گیا تھا جسے وہ بے تحاشہ، بے لوث چاہنے لگی تھی۔ وہ اس شادی سے کتنا خوش تھی۔ میں کیسے اسے بتاؤں کہ اس کے خوابوں کی تعبیر بڑی دردناک نکلی ہے۔ وہ شیشے سی لڑکی ٹوٹ جائے گی، بکھر جائے گی صرف آپ کی وجہ سے، آپ اسے اس اذیت اور عذاب سے بچا سکتی تھیں مگر آپ نے نہیں کیا، آپ نے ایک لڑکی کی زندگی برباد کر دی۔" وہ محفل کا خیال کئے دھیمے لہجے میں بول رہی تھی۔

"میں نے مہ رخ کی زندگی برباد کر دی ہے، لیکن میں مجبور ہو گئی تھی۔ مراد نے جب زاہد کے لیے مہ رخ کی بات کی تو میں نے منع کر دیا تھا اور میرے بار بار انکار کو مراد نے انا کا مسئلہ بنا لیا۔" وہ بے بسی کی تصویر لگ رہی تھیں۔

"مراد نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے بھائی صاحب سے مہ رخ کے لیے بات نہ کی تو وہ مجھے چھوڑ دیں گے۔" وہ بے

http://paksociety.com

یقینی سے منہ پر ہاتھ رکھ گئی تھی۔

"28 برس میں نے بڑی اذیت بھری زندگی گزاری، عمر کے آخری وقت میں طلاق کا دھبہ ماتھے پر نہیں سجا سکتی تھی، میں اپنے لیے خود غرض ہو گئی تھی، مہ رخ کا پرپوزل بھائی صاحب کے پاس لے کر گئی مگر دن رات، اٹھتے بیٹھتے دعا کرتی رہی کہ بھائی صاحب انکار کر دیں۔ لیکن انکار کیسے ہوتا؟ جب مہ رخ اپنی خالہ کی طرح کا نصیب لکھوا کر لائی تھی، میرا اختیار چلتا تو میں کبھی یہ شادی نہ ہونے دیتی لیکن میں بے اختیار تھی، قسمت کے آگے میری نہیں چلی۔" وہ اپنا رونا دھونا بھول کر ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ آف وائٹ قیمتی ساڑھی میں وہ نک سک سے تیار نہایت دلکش خاتون تھیں مگر ان کی آنکھوں میں بے تحاشا بے بسی تھی۔

" مجھے معاف کر دیجیئے گا لیکن میں مہ رخ کے لیے بہت دکھی ہوں کہ مہ رخ کی شادی کسی اندھے، اپاہج شخص سے ہو جاتی تو مجھے اچھا ہی لگتا کہ یہ شخص میری دوست کے قابل نہیں ہے۔" وہ لفظوں کا چناؤ بڑی مشکل سے کرتی وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی اور ان کے لیے کئی سوال چھوڑ گئی تھی۔ وہ یہ سوچ رہی تھیں کہ ایشل ان کے بیٹے کو اتنے قریب سے کیسے جانتی ہے۔۔۔؟

☆☆☆☆☆

" مام! میں بہت تھک گیا ہوں۔ آپ تمام رسمیں اپنی بہو کے ساتھ پوری کر لیں۔ میری طرف سے معذرت۔" وہ مہمانوں کا خیال کئے بغیر بولا تھا اور وہ بجھ سی گئی تھی۔

" زید! کیا مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتے تھے۔۔۔؟" تکلیف دہ سوچ ذہن میں ابھری تھی۔ زاہد خان کی پھپھو زاد کزن اسے رسموں کے بعد زاہد کے کمرے میں چھوڑ گئی تھی۔ سادہ سا کمرہ اس کے ارمانوں پر اوس ڈال گیا تھا۔ کمرے میں ایسی کسی آرائش کا نام و نشان تک نہ تھا جس سے لگتا کہ وہ میریڈ کپل کا کمرہ ہے، سادہ سا کمرہ، قیمتی فرنیچر اور ڈیکوریشن پیسز کے علاوہ زاہد خان کی انلارجڈ تصاویر سے آراستہ تھا، کمرے کی آرائش کمرے کے مکین کے اعلیٰ ذوق اور امارت کی عکاسی کر رہی تھی، اس کے ذہن میں تکلیف دہ سوچیں ابھر رہی تھیں کہ زاہد خان شاور لے کر واش روم سے نکلا تھا تولیے سے بال خشک کرتے ہوئے اس نے بے حد فریش موڈ میں بیڈ پر بیٹھی مہ رخ کی طرف پیش قدمی کی تھی۔ میرون کلر کے شرارہ سوٹ میں سولہ سنگھار کئے وہ حیا سے لرزتی مہ رخ کو یک ٹک دیکھ رہا تھا کہ اس جیسا دل پھینک شخص اس کے شعلہ جوالا بنے حسین سراپے سے نگاہ ہٹا ہی نہیں سکا تھا۔

" تم میری سوچ سے زیادہ حسین ہو۔" اس کے لہجے میں خمار کی سی آمیزش تھی۔

"تمھیں دیکھ کر تو میں مام کے حسنِ نظر کا قائل ہو گیا ہوں۔" وہ اس کا لرزتا، بھیگا ہاتھ تھام گیا تھا۔ چوڑیوں کی کھنک کمرے کی خاموش فضا میں گونجی تھی۔

"میری بیوی کو اتنے ہی مکمل حسن کا حامل ہونا چاہئے تھا۔" اس نے منہ دکھائی میں اسے ڈائمنڈ کی بیش قیمت رنگ پہنائی تھی۔ وہ وارفتگی اور چاہت کا اظہار کر رہا تھا اور اس کا دل نہ جانے کیوں ڈوبتا جا رہا تھا؟ اس نے ایک نگاہِ غلط بھی ابھی تک اس پہ نہیں

http://paksociety.com

ڈالی تھی جبکہ وہ اس کے تیکھے نین نقش کو چھوتا اس کے بے تحاشا حسن کو سراہ رہا تھا۔

"وہ، مم، میں اگر خوبصورت نہ ہوتی تو؟" وہ اسکی جسارتوں پر اپنے آپ میں سمٹتی اس پر ایک نگاہ ڈالتی نہ جانے کیوں یہ سوال کر گئی تھی؟ اور وہ ہنس دیا تھا۔

"ڈیڈ چاہتے تھے کہ میں شادی سے پہلے تمھیں دیکھ لوں مگر میں نے ایسا نہیں کیا کہ بہت سالوں پہلے تمھیں دیکھا تھا۔ سوچا تم اس وقت خوبصورت تھیں تو اب بھی ہو گی۔۔" وہ اس کے گھٹنے پر سر رکھ کر لیٹ گیا تھا اور قدرے شوخی سے بول رہا تھا۔

"بس اسی لیے تمھیں نہ دیکھا اور میرا اندازہ غلط نہ تھا مگر تم میری سوچ سے بڑھ کر حسین ہو۔ ہاں، اگر تم میری سوچ یا پسند کے خاکے پر پورا نہ اترتیں تو میں یوں تم سے بات نہ کر رہا ہوتا کہ کم صورت اور بد صورت تو میں نے کبھی دوست نہیں بنائے اور تم تو پھر میری بیوی ہو، میں نے چند گھنٹوں کے لیے بھی کبھی اپنے پہلو میں بد صورت عورت نہیں سجائی تو کم صورت عورت کو ساری زندگی میں اپنے پہلو میں سجائے رکھنے کا تصور بھی نہ کرتا، تم خوبصورت ہو، بے تحاشا خوبصورت ہو اسی لیے میرے قریب ہو۔" وہ دھڑا دھڑ آسمان سے زمین پر گرتی چلی گئی تھی، آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے کہ وہ تو محبت کی پجارن تھی اور اس کا دیوتا محبت تو دور عزت دینے کو تیار نہ تھا، وہ اس کے ہاتھ جھٹک دینا چاہتی تھی، وہاں سے دور، بہت دور بھاگ جانا چاہتی تھی مگر اپنی کسی سوچ پر عمل نہ کر سکی تھی، اسکی سسکیاں اس کے اندر ہی دم توڑنے لگی تھیں۔ وہ اپنی محبت سمیت پتّی پتّی ہو کر بکھر گئی تھی۔

تمہارے حکم کے آگے بغاوتیں کیسی
میں ڈھونڈتی ہوں محبت میں راحتیں کیسی

یہ زندگی ہے یہاں کون کسی کا ہوتا ہے
یہاں میں ڈال رہی ہوں روایتیں کیسی

میں خود کو بیچ کے اس کے لیے وفا لائی
جو مجھ سے پوچھ رہا تھا محبتیں کیسی

میں سوچتی ہوں محبت کا جرم میرا ہے
تو اب اپنے جرم کی اس سے شکایتیں کیسی

☆☆☆☆☆

"بھابھی! نے مجھے تمہاری طبیعت کا بتایا تھا، تم نے اس وقت آنے کی ناحق زحمت کی، شکل سے ہی بیمار لگ رہی ہو، آرام کرتیں۔" ایشل کو چین ہی کب تھا وہ کل سے ہی مضطرب تھی۔ اس نے عائزہ کو فون کر کے اس کا پوچھا تھا اور مہ رخ کے آجانے کا

http://paksociety.com

پتہ چلتے ہی وہ اس سے ملنے آگئی تھی کہ وہ اس کے لیے بے حد فکر مند تھی۔

"کل تم سے ملے بغیر چلے جانے کا افسوس تھا اور شام ولیمے کی تقریب میں شریک ہونا میرے لیے مشکل ہو گا، اس لیے اس وقت تم سے ملنے آگئی۔ تم بتاؤ تم خوش ہو؟" وہ مہ رخ کو دیکھ رہی تھی کاسنی اسٹائلش سوٹ میں وہ نِک سِک سے تیار کافی سوگوار لگ رہی تھی۔

" ہاں بہت زیادہ، اپنی محبت کو پا کر بہت خوش ہوں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اُس کا لہجہ بھیگ گیا تھا۔

" تم مجھے بہت اداس لگ رہی ہو مہ رخ! مجھے تمہاری آنکھوں میں محبت پالینے کا خمار نظر نہیں آرہا، ایک اداسی سی ٹھہری ہوئی محسوس ہو رہی ہے، بتاؤ نا کیا بات ہے؟ تمہارے شوہر کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا تھا۔" ایشل بہت ضبط سے پوچھ رہی تھی اور وہ اپنا ضبط کھو بیٹھی تھی، وہ ایشل کے سینے سے لگی بلک رہی تھی اور ایشل کافی سہم گئی تھی، اس کی تکلیف کا احساس ہی تو اسے تیز بخار کے باوجود اسے یہاں لے کر آیا تھا، اس نے پوری رات گویا کانٹوں پر بسر کی تھی۔ مہ رخ کی بربادی کا ذمہ دار خود کو سمجھتی رہی تھی، کتنے کاش منہ کھولے اس کے سامنے کھڑے تھے کہ کاش! وہ زاہد کے بارے میں مہ رخ سے کچھ نہ چھپاتی، کاش! وہ نکاح سے پہلے زید کو دیکھ لیتی، کاش! مہ رخ کی محبت زاہد خان نہ ہوتا، کاش! مہ رخ کی شادی اس گھٹیا شخص سے نہ ہوتی، کتنے کاش تھے جو اسے بے کل کر رہے تھے۔

" ایشل میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ زید کی سوچ اتنی سطحی ہو گی۔" وہ سسکیوں کے درمیان کہتی اس کے کاش میں اضافہ کر رہی تھی۔

"میں نے زید کے ساتھ کی کتنی دعائیں مانگی تھیں مگر زید کا ساتھ مجھے راحت نہ دے سکا میں اندر تک گھائل ہو گئی ہوں ایشل" اس کی سسکیوں میں چھپی اذیت ایشل کو بھی اذیت سے دوچار کر رہی تھی، وہ لب بھینچے مہ رخ کو تڑپتے دیکھ رہی تھی۔

"زید کے لیے میرا ہونا معنی نہیں رکھتا صرف میرا خوبصورت ہونا معنی رکھتا ہے۔ میری جگہ کوئی اور خوبصورت لڑکی ہوتی تو انہیں فرق نہ پڑتا، میں اگر بدصورت ہوتی تو وہ مجھے لمحہ ضائع کئے بنا چھوڑ دیتے۔" وہ کم مائیگی اور توہین کے احساس سے نکل ہی نہیں پا رہی تھی۔

"میں نے کتنی چاہت اور مسرت سے ان کا ساتھ قبول کیا تھا۔ مسرت کھو گئی ہے اور میری چاہت میرے منہ پر جوتے کی طرح آلگی ہے۔ ایک ہی رات میں، میں عرش سے فرش پر جا پہنچی ہوں۔ ایشل! زید۔۔ زید۔۔! روح سے پیار کرنے والوں میں سے نہیں، جسم سے پیار کرنے والوں میں سے ہیں۔ ان کی سوچ کے سطحی پن نے مجھے بے روح کر دیا ہے۔" مہ رخ گہری اذیت سے دوچار بری طرح بلک رہی تھی اور وہ اس کے ساتھ روتی سسکتی ایک لفظ حرفِ تسلّی کا ادا نہیں کر پائی تھی کہ چراغ سے دامن جلتے تو دیکھا بھی تھا اور سنا بھی تھا مگر وہ تو دامن سے چراغ جلا بیٹھنے والوں کی دہری اذیت سے گزرنے والوں میں شامل ہو گئی تھی ایسے میں

http://paksociety.com

تسلّی کا حرف بے معنی تھا۔

☆☆☆☆☆

"ایشل! تم سے اس قدر بے وفائی اور بے رخی کا تصوّر بھی نہیں کیا تھا میں نے، میری خاطر نہ سہی اپنی عزیز دوست کی خاطر ہی ہمارا ولیمہ اٹینڈ کر لیتیں۔" وہ آج ہی ہنی مون سے لوٹے تھے، مہ رخ واش روم میں تھی جب ملازمہ نے آکر کارڈلیس دیتے ہوئے کہا تھا کہ بیگم صاحبہ کی دوست کی کال ہے اور زاہد خان کو پہلا خیال ہی ایشل کا آیا تھا۔ اور ایشل کے "ہیلو" بولنے پر اس کے شک کی تصدیق بھی ہو گئی تھی۔ اس لیے زاہد خان بے تکلفی سے بول گیا تھا۔ زاہد خان کی آواز سُن کر ایشل لمحے بھر کو ساکت ہوئی تھی کہ اسے ذرا بھی گمان نہ تھا کہ کال مہ رخ کی جگہ وہ رسیو کر لے گا۔

"شٹ اپ میری بات رخ سے کروایئے۔"

"وہ واش روم میں ہے، مجھ سے بات کر لو، سچ گزرے ماہ میں، میں نے تمھیں بہت مس کیا۔" وہ بے باکی سے کہہ رہا تھا۔

"بکواس مت کیجئے انسانیت تو آپ کو چھو کر بھی نہیں گزری، شرم و حیا کا بھی کبھی آپ نے پاس نہیں رکھا تو کم از کم رشتوں کا ہی پاس کر لیجئے۔" وہ نہایت درشتگی سے بول رہی تھی۔

"قسمت سے آپ کو باحیا، باکردار، حسین اور معصوم بیوی مل گئی ہے تو شکر ادا کیجئے اور برائی کی دلدل سے نکل آیئے۔ آپ اعلیٰ کردار کی معصوم مہ رخ کو ڈیزرو نہیں کرتے تھے مسٹر خان! مگر رب مہربان ہوا ہے تو اس کی مہربانی کی قدر کیجئے۔" وہ دوست کا دکھ دل پر محسوس کرتی اسے ہدایت دینے سے خود کو روک نہ پائی تھی جبکہ زاہد خان کی آواز اس کی سماعتوں پر گراں گزر رہی تھی۔

"رب تو مجھ پر ہمیشہ ہی مہربان رہا ہے۔" وہ کمرے سے نکل کر ٹیرس پر چلا گیا تھا۔

"مگر وہ رب صرف تمہاری دوست پہ نہیں تم پر بھی مہربان ہونے کو دل و جان سے راضی ہے، دو چار گھنٹے نہیں گزار سکتیں تو نکاح کر لو مجھ سے ایشل۔۔۔" وہ سگریٹ سلگاتے ہوئے بول رہا تھا۔

"شٹ اپ! جسٹ شٹ اپ! جسے آپ رخ کی خوش قسمتی کہتے ہیں وہ اس کی سب سے بڑی بد نصیبی ہے اور اللہ کا شکر ہے اس نے مجھے اتنا بد نصیب نہیں بنایا۔ میرا نکاح ہو چکا ہے آپ مہ رخ سے کہہ دیجئے گا کہ رات میں میری مہندی پارٹی ہے وہ ضرور شرکت کرے، آپکی تو میں شکل ہی نہیں دیکھنا چاہتی اس لیے آپ کو آنے کے لیے نہیں کہوں گی۔" وہ اپنے ضبط کو برداشت سے زیادہ آزما گئی تھی۔ زاہد خان کی بات نے اشتعال اور توہین کے ملے جلے اثرات عطاء کئے تھے مگر وہ بڑے ضبط سے کام لیتی درشت لہجے میں بولی تھی اور بات کے اختتام تک فون کرنے کا مقصد بھی بتا دیا تھا۔ اس کا کل عصر کے بعد حارث سے نکاح ہو گیا تھا آج مہندی اور کل رخصتی ہے۔ مہ رخ چونکہ آؤٹ آف کنٹری تھی اس لیے نکاح میں شریک نہیں ہوئی تھی مگر عائزہ کے ذریعے اسے پتہ چل گیا تھا کہ مہ رخ آج صبح واپس آگئی ہے اس لیے اس نے اسے فون کیا تھا کہ مہ رخ اسے بہت ہی عزیز اور پیاری تھی۔

http://paksociety.com

"ایشل! میں نے ہارنا، اپنی ضد سے ہٹنا نہیں سیکھا۔ نکاح کر کے سمجھتی ہو کہ مجھے شکست دے چکی ہو، میری ضد اور طلب کے حصار سے نکل چکی ہو تو یہ تمہاری بہت بڑی بے وقوفی اور خوش فہمی ہے۔ نکاح تمھارا چاہے کسی کے ساتھ بھی ہو گیا ہے، تمھاری شبِ زفاف میرے ساتھ ہی گزرے گی، یہ میرا زاہد مراد خان کا تم سے وعدہ ہے۔" وہ ایشل کے چیخنے کی پرواہ کئے بغیر اپنی بات مکمل کر کے فون بند کر گیا تھا، وہ سن ہو گئی تھی، دماغ کی شریانیں پھٹنے کے قریب تھیں اور دل کی حرکت بند ہونے کو تھی وہ چکرا کر زمین پر آ رہی تھی، باہر سے آتا اپنے کمرے کی طرف بڑھتا حارث اس کے ڈولتے وجود کو دیکھ کر اس کی طرف بڑھا تھا مگر اتنی دیر ہوئی تھی کہ وہ پورے قد سے زمین بوس ہو گئی تھی۔

"ایشل!" وہ پنجوں کے بل اس کے نزدیک بیٹھا تھا مایوں کے زرد جوڑے میں وہ سرسوں کا پھول لگ رہی تھی، اس نے گال تھپتھپایا اور جنبش نہ پا کر اس نے ابٹن کی مہک میں بسا اس کا نرم و نازک وجود بانہوں میں بھر لیا تھا باہر کی طرف بڑھا ہی تھا کہ متفکر اور پریشان شہلا لودھی نے اسے روک دیا تھا۔

"حارث! تم ایشل کو اس کے کمرے میں لے جاؤ۔ میں ڈاکٹر کو فون کر کے گھر پر ہی بلا لیتی ہوں۔" وہ پلٹ کر اس کے کمرے کی طرف بڑھنے لگا تھا اور اسے بیڈ پر لٹا کر کمبل اوڑھایا تھا۔ کوثر لودھی اور ان کے پیچھے شہلا لودھی بھی چلی آئی تھیں۔ کوثر لودھی نے آگے بڑھ کر اس کے چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے تھے۔ کچھ ہی سیکنڈز میں اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔

"ایشل!" شہلا لودھی متفکر سی اس کی طرف لپکی تھیں اور وہ ماں سے لپٹ گئی تھی۔

"مما! پلیز مجھے بچا لیں مما!" وہ بلکتے ہوئے کہتی ان تینوں کو ہی الجھن اور فکر میں ڈال گئی تھی۔

"ایشل! کیا بات ہے بیٹا، بتاؤ اپنی مما کو، کیا بات تمھیں ڈسٹرب کر رہی ہے۔" اسے خود سے الگ کر کے بکھرے بال سمیٹے تھے۔ آج اس کا ضبط، حوصلہ اور صبر سب جواب دے گئے تھے وہ بولنے لگی تھی کہ اس کی نگاہ حارث پر پڑی تھی اور اس نے لب بھینچ لیے تھے۔ ڈاکٹر معصومہ کے آ جانے کی وجہ سے اس کی بچت ہو گئی تھی لیکن وہ خود پر حارث کی جانچتی نگاہیں شدت سے محسوس کرتی جز بز ہونے لگی تھی۔

"ڈاکٹر معصومہ! آخر ایشل کے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ بخار کا چڑھنا، اترنا، کبھی بی پی لو ہونا، کبھی شوٹ کر جانا۔ ہم سب اس کو لے کر بہت پریشان ہیں۔ اس طرح تو یہ کبھی بیمار نہیں ہوئی۔ ٹھیک ہونے کے چند دن بعد پھر بیمار ہونا ہم لوگوں کی تو سمجھ سے باہر ہے۔" کوثر لودھی نے ڈاکٹر معصومہ سے اب کے کھل کے بات کی تھی وگرنہ تو وہ سب ڈاکٹر معصومہ کے "سب ٹھیک ہے، ہو جاتا ہے" پر مطمئن ہو گئے تھے۔

"یہ بات اچھی نہیں ہے مگر خدانخواستہ خطرناک بھی نہیں ہے۔ اکثر لڑکیاں شادی کی ٹینشن لے لیتی ہیں کہ نیا گھر، نیا ماحول کیسا ہو گا، کیسے ایڈجسٹ کریں گی؟ شریکِ حیات کے ساتھ ذہنی مطابقت ہو سکے گی یا نہیں؟ مجھے لگتا ہے ایشل اسی طرح کی ٹینشن کا

http://paksociety.com

شکار ہے۔اس کی جو بھی کنڈیشن ہے، ہوتی رہی ہے، سب ٹینشن کی وجہ سے ہے، کوئی ایسی بات ہے جو ایشل کا ذہن قبول نہیں کر رہا اور وہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتی ہے، بخار چڑھتا ہے، اترتا ہے، بی پی ہائی اور کبھی لو ہوتا ہے۔ آپ لوگ بس ایشل کو ٹینشن فری رکھیں۔اس کی سوچ اور پریشانی کو جانیں اور اس کے مطابق اسے ٹریٹ کریں۔ خدانخواستہ بہت بڑی بات نہیں ہے۔" ڈاکٹر معصومہ نے تفصیلی جواب دیا تھا۔

" اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ شادی کے بعد ماحول تو کیا گھر بھی تبدیل نہیں ہو گا۔ایشل حارث کو اس کے مزاج کو جانتی ہے تو اس طرح کی ٹینشن میرا نہیں خیال اسے ہو گی۔" شہلا لودھی کچھ سوچ کر بولی تھیں۔

" رشتہ بدلنا مسز شہلا عام بات نہیں ہوتی، اکثر لڑکیوں کو نیا ماحول اتنا نہیں ڈراتا جتنا پہلے سے موجود ماحول میں اچھی، بری تبدیلی کا خیال ہی انہیں ڈپریس کر دیتا ہے۔" وہ دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھیں۔وہ ان کی فیملی ڈاکٹر تھیں، ایشل اور مشل کی تو وہ ان کے بچپن سے معالج تھیں۔

" ایشل نے اپنی تائی کی بے لوث چاہت سمیٹی ہے، ہو سکتا ہے جس طرح ہمارے معاشرے میں ساس کو ہوا بنایا جاتا ہے وہ اسی کو لے کر ڈپریس ہو۔ مسز کوثر کے بدل جانے، ٹیپیکل ساس بن جانے کا اسے خدشہ ہو اور وہ اسی کو سوچ کر ڈپریس ہو رہی ہو، حارث کے مزاج اور فطرت کی کوئی خوبی یا خامی اسے ڈپریس کر رہی ہو۔" وہ دونوں دیورانی، جیٹھانی ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگی تھیں ان کے ذہن میں اس کا انکار اور اقرار گردش کرنے لگا تھا، بات ایسی قابلِ گرفت لگی ہی نہیں تھی جبھی تو ان لوگوں نے اس کی شادی طے کر دی تھی۔ذہن میں جو کھٹک تھی وہ بھی اس سے بات کر کے دور ہو گئی تھی اور ان دونوں کی حیرانگی دیکھ کر ڈاکٹر معصومہ مسکرائی تھیں۔

" اور شادی کے بعد جیسا ایشل سوچ رہی ہے ویسا نہ ہوا تو وہ ریلیکس ہو جائے گی۔"

" اور جیسا وہ سوچ رہی ہے ویسا ہی ہوا تو؟ آئی مین میں لڑاکا قسم کی ساس بن گئی تب اس کی ذہنی حالت سنبھلے گی یا بگڑے گی؟" وہ تبسم لبوں پر سجائے ڈاکٹر کو دیکھ رہی تھیں۔

" سوچ کے مطابق ہوا تو بھی ریلیکس ضرور ہو جائے گی، ہاں دکھی ہو گی کہ اپنوں سے خاص اس اپنے سے جس سے ہمیشہ اچھی امیدیں وابستہ رکھی ہوں دکھ ملیں تو دکھ بڑا تکلیف دہ ہی نہیں ناقابلِ برداشت بھی ہوتا ہے۔" وہ کوثر لودھی کو مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔

" ایشل میرے لیے حارث سے زیادہ اہمیت کی حامل رہی ہے۔ایشل سے مجھے اتنی ہی محبت ہے جتنی ایک ماں کو اپنی بیٹی سے ہوتی ہے اور میں حارث کی تکلیف تو برداشت کرتیں ہوں مگر ایشل کی تکلیف مجھ سے برداشت نہیں ہوتی، ایشا کے لیے میں ماں نہ جانے کیسے خود ہی بن گئی، اور ممتا کا روپ کبھی نہیں بدلتا وہ بھتیجی رہے یا بہو بن جائے، رشتے چاہے کتنے روپ بدل لیں مگر اس کے

http://paksociety.com

لیے میری محبت، میری ممتا کا روپ انشااللہ کبھی نہیں بدلے گا۔" کوثر لودھی کی آنکھوں میں سچائی موتی کی طرح چمکنے لگی تھی۔

"شادی کے لیے انکار تو حارث نے بھی کیا تھا مگر اس کے انکار پر دکھ کی کیفیت وہ نہیں تھی جو ایشل کے انکار پر ہوئی تھی۔ ایشا! مجھے خود سے زیادہ عزیز ہے۔ اسے دکھ میں دیکھنا تو دور تصوّر بھی نہیں کر سکتی۔" کوثر لودھی کی آنکھیں بے اختیار بہنے لگی تھیں۔ شہلا لودھی نرمی سے مسکرا دی تھیں کی انہوں نے اپنی بیٹی کے لیے ان کی تڑپ محسوس کی تھی۔ ایشل جب بچپن میں بیمار ہو جاتی تھی تو کوثر لودھی ان سے زیادہ فکر کرتیں اور راتوں کو اس کے لیے جاگا کرتی تھیں۔ ڈاکٹر معصومہ نے اتنی بے لوث محبت کرتے کسی کو شدت سے پہلی دفعہ محسوس کیا تھا اور وہ کوثر لودھی سے ان کی محبت سے متاثر ہوئے بناء نہیں رہ سکی تھیں۔

"آج مہندی ہے ایشل کی اور کل رخصتی، اس کی طبیعت ایسی تو ہے نہ کہ شادی انجام پا جائے یا ہم اسے کینسل کر دیں۔" شہلا لودھی بیٹی کے نصیب پر اپنے رب کا دل ہی دل میں شکر ادا کرتیں سادگی سے پوچھ رہی تھیں۔

" اوہوں! وہ بالکل فٹ ہے اور اچھی سانس پا کر تو ساری ٹینشن غائب ہو جائے گی۔ اس لیے رخصتی وقت پر ہو جانے دیں۔ اللہ کا شکر ہے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" خوش دلی سے کوثر لودھی کو دیکھتے ہوئے بولی تھیں۔ ان کی درمیان میں کہی بات پر وہ دونوں ہی مسکرا دی تھیں اور حارث لب بھینچے اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

" مما مجھے بچپن سے ہی لگا کہ آپ ایشل کو مجھ سے زیادہ چاہتی ہیں مگر آج میرے تمام اندازے یقین کے قالب میں ڈھل گئے۔ آپ کو ایشل کو اپنی بہو بنانا تھا اس لیے آپ نے میری خوشی کو میری پسند کو میری محبت کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ ایشل کی خوشی کے لیے آپ نے اپنے سگے بیٹے کی خوشیوں کو چھین لیا۔" وہ ایشل کے لیے اپنی ماں کے جذبات سن کر ماں سے بدگمان ہونے لگا تھا۔

" اب آپ کو چاہے کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو مما، میں اپنی ہر تکلیف، ہر ہجر کا بدلہ آپکی لاڈلی ایشل سے ضرور لوں گا۔" وہ تنفر سے سوچ رہا تھا، پلاننگ کر رہا تھا۔

☆☆☆☆☆

" تڑاخ۔۔" وہ پلٹا تھا ماں کو دیکھ کر متحیّر ہوا تھا اور تھپڑ کھا کر ساکت رہ گیا تھا۔

" تم اس حد تک گر سکتے ہو۔ میں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔" وہ پھنکاری تھیں۔

" مام!" وہ اہانت سے سلگ اٹھا تھا کہ کنول خان نے زندگی میں دوسری دفعہ ہاتھ اٹھایا تھا۔ ایک دفعہ تب اسے مارا تھا کہ جب انہیں پتہ لگا تھا کہ ان کا پندرہ سال کا کمسن بیٹا سگریٹ پینے لگا ہے اور شاید وہ اس حرکت سے باز آجاتا اگر مراد خان اس کے سامنے ہی کنول خان سے باز پرس نہ کرتے، ان کی توہین نہ کرتے، ان پر ہاتھ نہ اٹھاتے۔ باپ کے رویے نے اسے کھلی شہہ دے دی تھی۔

" مت کہو مجھے ماں! تمہیں اپنا بیٹا کہتے، مجھے شرم آتی ہے۔ تم جیسے بیٹے کو پیدا کرنے، تم جیسے بیٹے کی ماں کہلانے سے بہتر تھا

http://paksociety.com

کہ میں بے اولاد رہتی۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخی تھیں۔ آنکھوں سے سیلِ رواں جاری تھا۔

"ماں لفظ سے نفرت ہو گئی ہے، خود سے نفرت ہو گئی ہے مجھے۔ میں اپنے بیٹے کی اچھی پرورش نہ کر سکی اسے اچھا انسان نہ بنا سکی، میں اپنے بیٹے کو عورت کا احترام کرنا نہ سکھا سکی۔" ان کے لہجے میں ایسی تڑپ تھی کہ سنگدل، پتھر دل زاہد خان تڑپ اٹھا تھا۔

"ایک لڑکی سے وہ سب بکواس کرتے تمہیں ذرا شرم نہیں آئی؟" وہ یہ جان کر، کہ اس کی ذہنیت اس کی ماں پہ کھل گئی ہے سن ہو گیا تھا۔

"کیوں تم اتنے نفس و ہوس پرست بن گئے کہ گھٹیا بات کرتے تمہارا دل نہیں کانپا، تمہیں تو شرم و حیا چھو کر نہیں گزرے، مگر ایک عورت کی عزت کا پاس تو رکھتے۔ وہ سب کہتے تمھیں تو غیرت نہ آئی کاش کہ وہ سب سننے سے پہلے مجھے موت آ گئی ہوتی۔" وہ اذیت سے تڑپ رہی تھیں۔ کتنے ہی تھپڑ بیٹے کے حسین چہرے پر لگائے تھے اور گریبان مٹھیوں میں جکڑے جھنجھوڑ رہی تھیں اور اسے لگا تھا کہ وہ کھڑے کھڑے برزخ میں اتر گیا ہو۔ وہ اپنی ماں سے نگاہ ملانے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔

"تم نے ثابت کر دیا کہ تم مراد خان کے بیٹے ہو جس نے کبھی رشتوں کو کچھ نہیں سمجھا۔ عورت کو کبھی کھلونے سے زیادہ اہمیت نہ دی۔ مگر تم میرے بھی تو بیٹے تھے جس نے کبھی ایسا قبیح فعل انجام نہ دیا۔ اس گناہ سے اپنے ذہن اور دل کو محفوظ رکھا۔ بھول کر بھی خود کسی مرد کو نفس کی تسکین کے لیے نہیں دیکھا نہ ہی خود کو کبھی نفس کی تسکین کا سامان بننے دیا۔ تمھیں اپنا خونِ جگر دے کے پالا۔ ذرا سی شرم اور لحاظ تم اپنی ماں سے ہی لے لیتے۔" ان کے ہاتھ اس کا گریبان تار تار کرتے شرٹ کے تمام بٹن ان کے وجود کے ساتھ نیچے گرتے چلے تھے اور وہ مجسمے کی طرح ساکت اور جامد کھڑا تھا۔

"میرے دودھ کی تاثیر اتنی شرمناک ہو گی کبھی تصوّر بھی نہیں کیا تھا۔ تم میرے بیٹے نہیں ہو۔ تم وہ نہیں ہو جسے 9 ماہ میں نے اپنی کوکھ میں سینچا، تم وہ نہیں ہو جسے میں نے کبھی کھلے سر اور بے وضو دودھ نہیں پلایا۔ تم میرے بیٹے نہیں ہو، تم میرے بیٹے نہیں ہو سکتے۔" ان کی تڑپ اسے تڑپا رہی تھی۔ وہ اس کا وجود جھنجھوڑ رہی تھیں اس کے مردہ ضمیر اور نفس کو زندہ کر رہی تھیں، ان کے بین اس کے ذہن اور دل پر کاری ضربیں لگا رہے تھے۔ وہ اپنے پورے قد، غرور اور تکبر کے ساتھ عرش سے فرش پر آ گرا تھا۔

"ماں کو تو کبھی تم نے کچھ نہیں سمجھا۔ اس کی اچھی بری بات پر کبھی کان نہیں دھرے۔ بتاؤ کیا اہمیت ہے میری تمہاری نگاہ میں؟ مجھے کیا سمجھتے ہو؟ ماں یا پھر۔۔۔۔۔؟" وہ خطرناک حد تک سفید پڑ چکی تھیں اور ان کی بات پر وہ کھڑے کھڑے فنا ہو گیا تھا۔

"مام! پلیز۔۔" وہ ان کے قدموں میں گر گیا تھا۔

"نہیں بتاؤ مجھے، کیا سمجھتے ہو مجھے؟" وہ بے رحمی سے چیخی تھیں۔

"خدا کا واسطہ مام! کچھ ایسا نہ کہیں، میں آپ کی نظروں سے گر گیا ہوں، اپنی نظروں میں گر گیا ہوں۔ یہ نہ ہو کہ ذرے ذرے کی نگاہ سے، ہر ایک مقام سے گر جاؤں۔ بخش دیں مجھے۔۔" وہ ماں کے قدموں سے سر ٹکا کر بلک اٹھا تھا اور وہ پاؤں سمیٹتیں

http://paksociety.com

اذیت اور شکستگی سی اپنے اندر لیے کھڑی ہو گئی تھیں مگر چند قدم بھی چل نہ سکی تھیں اور چکرا کر زمین پر گری تھیں۔اس کے کانوں میں ماں کی آواز گونج رہی تھی۔

" میں تمہیں معاف کرنا تو دور معاف کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔"اس کی سماعتیں دھڑام کی آواز پر چونکی ہوئی تھیں۔وہ بے یقینی سے ماں کے ساکت وجود کو دیکھ رہا تھا۔حواس جیسے ہی قابو میں آئے وہ ان کی جانب لپکا تھا۔

☆☆☆☆☆

"خزائن! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟ آپ مجھے کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔"وہ کچھ دیر پہلے ہی ایشل اور حارث کی مہندی کی رسم سے لوٹی تھی۔

"آپ آنی کو لے کر پریشان ہیں تو وہ اب خطرے سے باہر ہیں۔"اس نے خزائن کے کاندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔وہ نکاح اور مایوں کی رسم میں نہیں گیا تھا،جانا تو وہ بھی نہیں چاہتی تھی مگر وہ رشتوں سے بھاگ نہیں سکتی تھی اور آج تو وہ بھی خزائن کے ساتھ ہاسپٹل گئی ہوئی تھی اس کو لگا تھا کہ شاید جانے سے بچ جائے لیکن رانا صاحب نے اسے زبردستی بھیج دیا تھا۔وہ گھر لوٹی تو خزائن اسٹڈی میں تھا اس لیے وہیں چلی آئی تھی۔

" اوہوں! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔میں پریشان نہیں ہوں۔آپ تھک گئی ہوں گی۔جا کر سو جائیں۔"عائزہ اس کی غیر معمولی سنجیدگی کو محض دیکھ کر رہ گئی تھی۔وہ ایک بند کتاب کی طرح تھا جس کے سرورق سے اندر کی باتیں ہرگز بھی ظاہر نہیں ہوتی تھیں۔وہ بہت گہرا شخص تھا۔وہ خاموشی سے کمرے میں آگئی تھی کہ وہ تھکن محسوس کر رہی تھی۔حارث کی سرد نظروں نے اسے پوری محفل میں پریشان کر رکھا تھا۔ایک فون کال کے بعد اس نے کسی قسم کی پیش رفت نہ کی تھی،اسے امید بھی نہ تھی مگر وہ ڈسٹرب ہو گئی تھی۔وہ حارث سے ہٹ کر اب خزائن کو اس کے رویّے کو سوچنے لگی تھی۔شادی کی رات وہ ڈیوٹی پر چلا گیا تھا مگر اس وقت کی خوبصورتی اور نزاکت کے باوجود نہ اس نے پیار بھری سرگوشی کی تھی،نہ ہی سجی سنوری بیوی پر نگاہِ غلط ڈالی تھی اور چند ضروری جملے وہ بھی سرد انداز میں ادا کرتا وہ چلا گیا تھا۔

"میری واپسی کے آرڈر آگئے ہیں۔اس لیے مجھے اس وقت جانا ہو گا۔یہ آپ کی رونمائی کا تحفہ،زندگی رہی تو بہت جلد ملاقات ہو گی۔"وہ عجلت میں بولا تھا اور اپنی ہی ٹینشن اور اضطرابی کیفیت کے باوجود اس نے خزائن کا سرد انداز اور بیگانگی محسوس کی تھی اور شادی کو تین ماہ گزر جانے کے باوجود اسے خزائن سے خاص اپنائیت کا احساس نہیں ہوتا تھا۔وہ اسے بہت فاصلے پر محسوس ہوتا تھا۔وہ کافی کم گو شخص تھا۔ان کے درمیان صرف ضرورت کے تحت ہی بات ہوتی تھی۔وہ اس پر توجہ دیتا تھا مگر اس کے انداز میں بے اختیاری اور والہانہ پن کی کمی تھی،خلوص اور محبت کی کمی تھی جو اسے صاف محسوس ہوتی تھی۔مگر عائزہ نے اب تک شکوہ

http://paksociety.com

میں وہ کھٹک گئی تھی لیکن نہ یقین آیا تھا نہ ہی وہ اس بارے میں سوچ پائی تھی۔ کروٹ بدلتے اسے مہ رخ کے نکاح کی اگلی دوپہر یاد آئی تھی جب ایشل، مہ رخ کے کمرے سے نکلتے ہوئے خزائن سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔ اپنے کمرے کی دہلیز پر وہ جم گئی تھی کہ اس نے خزائن کی آنکھوں میں بے اختیاری اور وارفتگی سی دیکھی تھی۔ خزائن کی آنکھوں کی اداسی اور تڑپ نے عائزہ کی آنکھوں میں اداسیاں اتار دی تھیں۔ اس کا ذہن اور دل کانپ اٹھے تھے اور ایسی ہی بے اختیاری اور بے قراری اس نے ایشل کے نکاح کی شام بھی محسوس کی تھی۔ خزائن نے نکاح میں جانے سے سختی سے انکار کر دیا تھا اور جب وہ واپس لوٹی تو وہ اسموکنگ کر رہا تھا۔ جسے دیکھ کر وہ ساکت ہی تو رہ گئی تھی۔

" خزائن آپ اسموکنگ کر رہے ہیں؟ آپ اسموکنگ بھی کرتے ہیں؟" وہ حیران کیوں نہ ہوتی کہ گزرے ماہ میں پہلی دفعہ اسے اسموکنگ کرتے دیکھا تھا۔ وہ جو اپنے ہی خیالات کی الجھن میں الجھا تھا اس نے چونک کر عائزہ کو دیکھا تھا۔

" اونہوں کبھی کبھی۔۔ آپ فریش ہو کر ایک کپ چائے بنا دیجئے گا سر میں درد ہو رہا ہے۔" ادھ جلی سگریٹ ایش ٹرے میں بجھاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تھا۔ عائزہ کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا تھا۔ وہ پوری محفل میں سب کی نگاہوں کا مرکز بنی رہی۔ پنک اسٹائلش بارڈر والی ساڑھی میں وہ سلیقے سے کئے میک اپ میں، وہ حسین تو تھی، حسین تر لگ رہی تھی۔ سب نے اسے کتنا سراہا تھا اور اس کے شوہر نے ایک نگاہِ غلط انداز بھی نہ ڈالی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے تھے۔ وہ بڑی تیزی میں وہاں سے نکل گئی تھی۔ رو چکنے کے بعد اس نے کچن کے سنک میں منہ دھویا اور دل گرفتگی کے ساتھ چائے بنانے لگی۔ وہ اپنے سابقہ مشغلے میں مصروف تھا۔

" آپ اپنا یہ شغل کمرے سے باہر جا کے پورا کر لیں۔ مجھے سگریٹ کی اسمیل نہیں پسند۔" وہ اسے دیکھے بنا چائے کا کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولی تھی اور وہ اسے دیکھنے لگا۔ گلابی چہرہ اور ناک سرخی مائل ہو رہے تھے۔ اس کا متناسب سراپا ساڑھی میں جچ رہا تھا مگر اس کے ذہن اور دل میں کوئی ہلچل نہ ہوئی تھی۔ توصیفی کلمات لبوں سے ادا نہ ہوئے تھے اور وہ نائٹ ڈریس لیے واش روم میں چلی گئی تھی۔ اس نے روم میں ایئر فریشنر کرنے کے بعد چائے کا کپ منہ سے لگا لیا تھا۔ وہ اسے غیر معمولی سنجیدہ لگی تھی، تکیہ درست کرتی چادر منہ تک تان کر سونے لیٹ گئی تھی۔ اور وہ اپنی سائیڈ کا بھی لیمپ آف کرتا کمرے سے ہی نکل گیا تھا اور پوری رات عائزہ کا تکیہ بھیگتا رہا تھا اور وہ کمرے میں واپس نہیں آیا تھا۔ عائزہ کو شدید دکھ اور غصّہ نے آلیا تھا مگر اس نے اس سے کوئی بات کرنے کی کوشش نہ کی تھی مگر کب تک وہ اس شخص سے بے رخی اختیار کر سکتی تھی جو اس کا جیون ساتھی تھا مگر آج اپنی فکر کے جواب میں سرد سا جواب پا کر وہ دکھی دل کے ساتھ کمرے میں پلٹ آئی تھی۔ وہ گزشتہ رات کی طرح اس کی منتظر تھی وہ کل تو نہیں آیا تھا مگر آج تین گھنٹے بعد اس نے کمرے میں قدم رکھا تھا کہ کل وہ اسٹڈی میں ہی سو گیا تھا اور باپ نے اسے وہاں دیکھ بھی لیا تھا اور وہ انہیں کسی شک میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا اس لیے اسٹڈی میں اتنا وقت لگا کر لوٹا تھا کہ وہ سو جائے کہ اسے اس وقت

http://paksociety.com

سگریٹ کی طلب ہو رہی تھی مگر وہ اسٹڈی میں اسموکنگ نہیں کر سکتا تھا کہ اسٹڈی پہ کلی طور پہ رانا صاحب کا اختیار تھا اور وہی وہاں بیشتر وقت گزارتے تھے اور اسموکنگ سے تو انہیں شدید نفرت تھی۔ اسمیل بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور وہ باپ کی سخت گیر طبیعت سے بچپن سے ہی خائف رہا تھا کہ وہ فوجی آدمی تھے ایک دم اصول پسند، جس کام یا بات کے لیے نہ کر دی وہ پھر نہ ہی ہوتی تھی اور اسے یہ لت نئی نئی لگی تھی وہ باپ کے علم میں نہیں لانا چاہتا تھا کہ ان کے غصّہ اور متوقع بے عزتی سے خائف تھا۔ وہ اسموکنگ میں مصروف تھا کہ لائٹس آن ہونے پر چونکا اور وہ جو اسے سوتا سمجھ رہا تھا اسے جاگتا دیکھ کر اور پوری طرح سے اپنی طرف متوجہ پا کر خائف ہو گیا تھا۔

"آپ سو جائیں عائزہ! مجھے ابھی نیند نہیں آ رہی کچھ دیر میں سو جاؤں گا۔" وہ اس کی متاسف نگاہوں سے جھنجھلا کر رہ گیا تھا مگر بولا اپنے مخصوص شائستہ انداز میں ہی تھا۔

"کوئی پریشانی ہے تو آپ پلیز مجھ سے کہہ سکتے ہیں۔ کیوں اپنی صحت خراب کر رہے ہیں۔" وہ نہایت نرم لہجے میں اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تھی اور وہ اپنی خوبصورت سادہ بیوی کو دیکھنے لگا تھا۔ جس نے بیویوں والا حق استعمال کرتے ہوئے سگریٹ اس کے ہاتھ سے چھین لی تھی۔

"ڈونٹ یو وری عائزہ! مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔" بیوی کا انداز اسے نہ جانے کیوں برا لگا مگر اس نے ظاہر نہ کیا۔

"اور آپ اسمیل برداشت کرنے کی عادت ڈال لیں۔" وہ بیڈ کی طرف بڑھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تھا یعنی در پردہ اس نے اسے یہ ہدایت دی تھی کہ وہ اس کی عادت بدلنے کا سوچے بھی نہیں کہ وہ خود کو نہیں بدل سکتا ہاں وہ خود کو اسکے مطابق ڈھال لے۔

"آپ اسموکنگ کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟" وہ سگریٹ ایش ٹرے میں بجھاتے ہوئے اس کی طرف مڑی تھی۔

"پلیز عائزہ! آپ مجھے ہدایات نہ دیں کہ میں کیا اپناؤں کیا چھوڑ دوں۔" وہ خفگی سے بولا تھا اور اسے اپنی بے عزتی سی محسوس ہوئی تھی۔

"بیوی ہوں میں آپ کی، حق رکھتی ہوں میں آپ پر، آپ میری خاطر خود کو نہ بدلیں کہ میں ایسا چاہتی بھی نہیں ہوں۔ ہاں کم از کم اپنی ان عادتوں سے کنارہ کشی اختیار کر ہی سکتے ہیں جن سے میں ایری ٹیٹ ہوتی ہوں۔" وہ کسی قسم کی بدمزگی نہیں چاہتی تھی اس لیے نارمل رہی تھی اور دھیمے لہجے میں مگر سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔

"آپ کا جو حق ہے وہ میں آپ کو دے رہا ہوں اور کونسے حق چاہئیں آپ کو، یاد رکھیئے عائزہ! مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ کوئی میری ذاتیات میں، میرے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کرے۔" اس کے لہجے کا سرد تاثر، نگاہوں کی سرد مہری سے وہ کلس اٹھی تھی۔

"آپ کی ذاتیات اب مجھ سے الگ نہیں ہیں خزائن، میں آپ کی بیوی ہوں۔ ہمارے رشتے کا تقاضا ہے کہ تیرا میرا نہیں کیا

http://paksociety.com

جائے۔ آپ اور میں الگ تو نہیں ہیں۔ جب آپ مجھ سے یہ تقاضا کر سکتے ہیں کہ میں خود کو بدلوں، کمپرومائز کروں تو آپ خود کو اس پہلو سے دور کیسے رکھ سکتے ہیں؟ کچھ کمپرومائز تو آپ کو بھی کرنا پڑیں گے۔ میں آپ کی خاطر خود کو بدل سکتی ہوں تو آپ میری خاطر اپنی چند عادات تک نہیں بدل سکتے، تو کیوں؟" وہ اس کی سرد مہری تو برداشت کر رہی تھی اس کی بات برداشت نہیں کر پائی تھی کہ وہ اس کو اپنا سب کچھ مان چکی تھی اور وہ اپنی ذات کے حصار سے نکلنے کو تیار نہ تھا۔

"کیونکہ میں بدلنا نہیں چاہتا۔ میں اس فلسفے سے کلی طور پر ڈینائے کرتا ہوں کہ میاں بیوی میں تیرا، میرا نہیں ہوتا، کوئی راز، راز نہیں ہوتا۔ زندگی کہ کچھ پہلو، کچھ محسوسات ایسے ہوتے ہیں جو آپ کی ذات تک محدود رہتے ہیں۔ آپ چاہ کر بھی کسی کے ساتھ بانٹ نہیں سکتے، اس لیے میں جو بتانا چاہوں گا، وہی بتاؤں گا، جہاں بدلنا چاہوں گا، وہیں بدلوں گا۔ میں آپ کو بھی فورس نہیں کروں گا کہ آپ میری خاطر خود کو بدلیں یا کمپرومائز کریں۔ اسمیل نہیں پسند میں روم سے چلا جاتا ہوں۔ نہ میں اپنی پسند آپ پر تھوپ رہا ہوں نہ آپ اپنی پسند مجھ پر لاگو کریں۔" وہ ساکت کھڑی تھی اسکی آنکھوں سے بڑی خاموشی سے آنسو ٹپک رہے تھے۔

"ٹھہر جایئے خزائن! کہ آپ اپنی ذات تک محدود رہنا چاہتے ہوں گے میں نہیں، آپ کمپرومائز کرنا نہیں چاہتے مگر میں اس کے لیے تیار ہوں کہ میں آپ کو خود سے الگ تصور نہیں کرتی۔ آپ میرے لیے خود کو نہ بدلیں، میں خود کو بدل لوں گی کہ میں سرد، اپنائیت سے خالی زندگی نہیں بسر کر سکتی۔ میں اتنی امید تو رکھوں نہ کہ آپ مجھے اپنی ذاتیات میں دخل اندازی کی اجازت نہ دے کر بھی میری ذاتیات میں دخل اندازی کرتے رہیں گے کیونکہ یہ اختیار نکاح نامے پر دستخط کرتے ہوئے میں نے آپ کو تفویض کر دیا تھا اور میں آپ کے اختیارات، آپ کے حصار، آپ سے جڑے رشتے کی ڈور سے نہیں نکلنا چاہتی۔ بندھے رہنا چاہتی ہوں۔" عائزہ اس کو دیکھ رہی تھی اور خزائن کی نگاہیں اس کے سرخ بھیگے چہرے پر تادیر ٹھہری رہی تھیں۔ وہ اس کی اچھائی سے پہلے بھی متاثر ہوا تھا اور آج کی تو بات ہی الگ تھی۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ اس نے خزائن کو پہلی دفعہ مسکراتے دیکھا تھا۔ اس کی مسکان بلاشبہ بے تحاشہ کشش رکھتی تھی۔ وہ اس کو توصیفی نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی۔

"مجھے سمجھنے کا شکریہ۔" وہ دھیمے سے بولا تھا اور وہ مطمئن سی مسکرا دی تھی کہ اس نے بہت بڑا فیصلہ، بہت بڑا قدم آگے کا سوچتے ہوئے اٹھا لیا تھا کہ اس نے اپنا گھر بنانا تھا اور اس کی مسکراہٹ اور توجہ پا کر اسے لگا تھا کہ وہ ایک دن اس جیسے بے مہر و سنگدل شخص کو فتح کر لے گی۔

☆☆☆☆☆

"آئی ایم سوری۔۔" وہ آئی سی یو سے نکل کر خود تک آئے سرجن کی بات سن کر شکستگی سے دیوار تھام گیا تھا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے گرے تھے۔

"مریضہ کو مہ میں چلی گئی ہیں۔" سرجن نے اس کے شانے پر تسلی بھرا ہاتھ رکھا تھا۔ چند اور آنسو آنکھوں سے گرے تھے

http://paksociety.com

جو احساسِ تشکر کے تھے کہ اللہ کو اس کی سزا نہیں آزمائش مطلوب تھی اور وہ اس پر بھی خوش تھا کہ آس تو باقی ہی تھی۔ وہ ہاسپٹل سے نکلا تھا کہ عشاء کی اذان ہونے لگی تھی۔ اس کے قدم بے اختیار مسجد کی طرف اٹھنے لگے تھے۔ اس کی ماں نے اسے بچپن میں ہی نماز پڑھنا سکھائی تھی۔ وہ گیارہ سال کی عمر تک ماں کے ساتھ نماز پڑھتا رہا تھا مگر اس نے باپ کو کبھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا اور وہ ہر بیٹے کی طرح اپنے باپ جیسا بننا چاہتا تھا۔ وہ ہر بات اور ہر چیز میں باپ کو کاپی کرنے کی کوشش کرتا تھا اور یہ بات بڑھتی عمر کے ساتھ عمل بن گئی تھی۔

ہائیر ایجوکیشن کے لیے وہ لندن گیا تھا اور وہاں کے ماحول میں رچ بس گیا تھا۔ اس نے باپ کو اسموکنگ اور ڈرنک کرتے دیکھا تھا، عورتوں سے بے تکلفی کی ادائیں دیکھی تھیں اور وہ باپ کے انداز اپنا تا ماں کے حصار سے، اس کی نیک پرورش کے حصار سے نکلتا گیا۔ چھٹیوں پر آتا تو ماں کی روک ٹوک بری لگتی کہ وہ آزادی کا عادی ہو گیا تھا اور وہ دونوں باپ بیٹے کے درمیان سینڈوچ بن گئی تھیں۔ مراد خان نے بیوی کی کبھی نہ سنی تھی اور اس نے بھی سنناماں کی چھوڑ دی تھی کہ اسے مراد خان کی مکمل سپورٹ حاصل تھی۔ وہ اسے عیاشیوں میں لٹانے کو ماہانہ لاکھ، ڈیڑھ لاکھ روپیہ دیتے تھے اور اس نے کھلی چھوٹ کا خوب فائدہ اٹھایا تھا۔ کونسی برائی تھی جو اس کی شخصیت کا حصہ نہیں تھی۔ وہ باپ کا پرتو تھا اور وہ جوانی کیا وہ تو بڑھاپے میں بھی رنگین مزاجی کی طرف مائل تھے۔ کنول خان بے بسی سے اس کے لیے بس دعائیں کرتی رہتی تھیں کہ بااختیار تو مراد خان تھے اور نقار خانے میں طوطی کی آواز کب سنی گئی ہے مگر بیٹے کی ہر برائی جانتے ہوئے بھی اس کی نفس پرستی کی حد انہیں زندہ درگور کر گئی تھی۔ مراد خان اپنی رفیقۂ حیات کو دیکھ رہے تھے۔ کنول خان سے انہوں پہلی نظر کی محبت کی تھی۔ مگر محبت پا کر فراموش کر گئے تھے مگر اب انہیں ساکت اور جامد اور بے سدھ پڑا دیکھ کر نہ جانے کیوں ان کا دل عجیب سا ہو رہا تھا۔ انہیں احساس ہو رہا تھا کہ وہ کتنی گہرائی سے ان کے دل اور دماغ میں براجمان تھیں۔

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے! اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

☆☆☆☆☆

"مہ رخ! کچھ کہنا چاہتی ہو؟" وہ کچھ دیر پہلے ہی ہاسپٹل سے لوٹا تھا۔ بستر پر نیم دراز تھا اسے محسوس ہوا تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہ رہی ہے اسی لیے اسے مخاطب کیا تھا۔ وہ یکدم گڑبڑا گئی تھی کہ اسے کہاں اندازہ نہ تھا کہ وہ اس کی پریشانی اور الجھن بھانپ لے گا۔ وہ اسے دیکھنے لگی تھی۔ وہ کافی تھکا ہوا محسوس ہو رہا تھا، شیو بڑھی ہوئی تھی اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ وہ کل سے سویا تک نہ تھا۔

"اپنے گھر جانا چاہتی ہو۔" اس کی خاموشی پر اندازہ لگایا تھا اور ماتھا سہلانے لگا تھا کہ نیند سے برا حال ہو رہا تھا اور سر تھا کہ

شدید تکلیف میں تھا۔

"گھر نہیں زید! آج میری بیسٹ فرینڈ ایشل کی شادی ہے آنی کی وجہ سے جانا تو نہیں چاہتی لیکن وہ میری شادی میں خرابی صحت کے باوجود شریک ہوئی تھی۔ میرا فرض بنتا ہے کہ میں اس کی خوشی میں شریک ہوں۔ آپ کہیں تو میں صرف ہو کر آجاتی ہوں۔" وہ آنکھیں موند گیا تھا وہ اس کے ماتھے سے اس کا ہاتھ ہٹاتی نرمی سے اس کا سر دباتی کہنے لگی تھی وہ یکدم اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"آپ نہیں چاہتے تو میں نہیں جاتی۔" وہ اس کے چہرے پر در آنے والی سرخی سے خائف ہو گئی تھی اور اس کے تو سارے زخم جو کہ ابھی تازہ ہی تھے جل اٹھے تھے۔ اس نے خود کو بمشکل ضبط کرتے ہوئے اس سے کہا تھا۔ "نہیں تم جاؤ، تمہیں جانا بھی چاہئے۔" وہ اس کا فی الحال سامنا نہیں کر سکتا تھا اس لیے واش روم میں گھس گیا تھا "آئی ایم سوری زید مجھے آپ سے ایشل کی شادی میں جانے کی بات نہیں کرنی چاہئے تھی۔" وہ خود کو کمپوزڈ کر کے لوٹا تھا کہ وہ اس کے سامنے آگئی تھی۔

" فار گاڈ سیک مہ رخ! ایک دفعہ کہہ دیا نہ چلی جاؤ تو بات دہرانے کا کیا مطلب؟" وہ اندر کے شور سے گھبرا کر چیخا تھا اور وہ اسکے غصے سے خائف ہوتی پلکیں جھپکنے لگی تھی تو اسے اپنی غلطی کا ادراک ہوا تھا۔

" سوری مہ رخ! میں کچھ ڈسٹرب ہوں۔ تم تیار ہو کر چلی جاؤ میں ڈرائیور سے کہہ دیتا ہوں۔" لہجے میں حتی المقدور نرمی لانے کی کوشش کی تھی۔

" نہیں یہ میری غلطی ہے۔ آپ کل سے آنی کو لے کر پریشان ہیں اور میں نے آپ کے ہاسپٹل سے آتے ہی نیا شوشہ چھوڑ دیا۔" اس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

" میں اپنی خوشی سے اجازت دے رہا ہوں، تم چلی جاؤ۔ میں بہت تھک گیا ہوں۔ آرام کروں گا ہاسپٹل میں مام کے پاس ڈیڈ ہیں۔ تم ہماری فکر نہ کرو۔" اس نے آگے بڑھ کر اس کے آنسو پونچھے تھے اور بیڈ پر نیم دراز ہو کر تکیہ منہ پر رکھ لیا تھا۔

اس کی ماں نے اسے ایسا آئینہ دکھایا تھا کہ وہ خود سے بھی نظر ملانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اوپر سے ماں کی حالت، وہ احتساب کے عمل سے گزر رہا تھا اور احساس جاگ گیا تھا اس لیے تڑپ اور تکلیف بھی اسی لحاظ سے تھی۔ مہ رخ تقریباً پندرہ منٹ میں تیار ہو کر چلی گئی تھی۔ اور وہ بے چینی سے اپنا احتساب کرتا کروٹ پر کروٹ بدل رہا تھا کہ اٹھا اور وضو کر کے نیت باندھ لی، ساری بے چینی اور کلفت دور ہونے لگی تھی، تو بہ اس نے رو رو کر گڑگڑا کر مانگی تھی اور کچھ سکون سا اس کے اندر اترتا چلا گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

" تمھیں خود پر، اپنے رشتوں پر بہت فخر اور مان ہے ناں! تمھارا سارا غرور اور مان اپنے پیروں تلے روند نہ دیا تو میرا بھی نام حارث لودھی نہیں۔" اس نے کسی بھی جذبے کے تحت ایشل سے شادی کی حامی تو بھر لی تھی مگر وہ اس رشتے کے لیے خود کو راضی نہ کر سکا تھا۔ اس کے پہلو میں بیٹھا نفرت سے سوچ رہا تھا۔

http://paksociety.com

"تمہارے سارے رشتے ایک ایک کر کے تم سے جدا نہ کر دیئے، تمھاری قسمت میں آنسو نہ لکھ دئے تو میرا بھی نام حارث لودھی نہیں۔" وہ رشتہ طے ہونے کہ بعد سے اس کے ساتھ کافی بد تمیزی سے پیش آچکا تھا، اسے نظر انداز کر کے گزرتا یا اس کی توہین کر کے اور وہ اس کے بولنے پر چپ نہیں رہتی تھی اور اس کا دوبدو جواب دینا اس کو مشتعل کرنے کے ساتھ اسے مزید اکساگیا تھا۔ اس کی نرم اور نازک مزاجی سے واقف تھا اس لیے اس کی بیماری دیکھ وہ شرمندگی سی محسوس کرتا اپنے ارادوں کو خود ہی ڈگمگاتا محسوس کر رہا تھا مگر ماں کی فیلنگز جاننے اور ایک نئی بات جو اس کے علم میں آئی تھی اس کے بعد اس کے ارادے مضبوط ہو گئے تھے۔ اس نے زبردست قسم کی پلاننگ کر لی تھی جس پر وہ آج سے کچھ دیر بعد ہی عمل کرنے والا تھا۔

"تمہیں ٹکڑا توڑ جواب دینے کا شوق ہے ناں، تمھاری زبان پر تالے نہ لگا دیئے تو کہنا۔" وہ نفرت سے اسے دل ہی دل میں مخاطب کئے ہوئے تھا کہ عائزہ کو دیکھ نارسائی کا دکھ اس کے گرد لپٹنے لگا تھا۔

عائزہ اس وقت دوہری اذیت میں تھی۔ حارث کی نگاہیں اسے گھبراہٹ اور بے چینی عطا کر رہی تھیں اور ایشل پر لمحہ بہ لمحہ ٹھہرتی خزائن رانا کی نگاہ اس کا سکون صلب کرتیں اس کے دل کو ڈبو رہی تھیں کہ وہ محبت کھو کر تو مطمئن تھی کہ اس نے قسمت سے سمجھوتہ کر لیا تھا مگر شوہر کو پا کر بھی نہ پانے، اور آدھا ادھورا کھونے کے احساس سے اس کا ذہن اور قلب سُکڑ، سمٹ رہے تھے۔ اس کا اطمینان رخصت ہو رہا تھا کہ یہ سمجھوتہ کوئی عورت نہیں کر پاتی۔ مہ رخ سے وہ آج ملتے ہوئے بے تکلفی اور خوش دلی نہیں دکھا سکی تھی کیونکہ اس کے معصوم چہرے کو دیکھ کر اسے زاہد خان کا خیال گزرا تھا اور اذیت اس کے وجود میں اترتی چلی گئی تھی۔ "کاش! مجھے اذیت دینے والے کا مہ رخ سے کوئی تعلق نہ ہوتا کہ مہ رخ کی خوشی تو مجھے اس کا برا بھی نہیں چاہنے دے گی، میں بہت چاہ کر بھی اس شخص کو کچھ نہیں کہہ سکتی، میری بد دعا کی راہ میں مہ رخ کی خوشیاں آگئی ہیں۔" ایشل کے آنسو گرے تھے وہ اپنے اندر دوہری اذیت محسوس کر رہی تھی۔ زاہد خان نے اسے پریشان کیا ہوا تھا اوپر سے حارث کا رویہ اسے اپنی زندگی سے نفرت محسوس ہونے لگی تھی۔ مہ رخ کچھ دیر بعد واپس چلی گئی تھی اور اس کے جانے کے بعد ایک عجیب سا سکون ایشل کو محسوس ہوا تھا کہ اسے مہ رخ دوست سے زیادہ زاہد خان کی بیوی لگی تھی اس لیے وہ بھی اسے بری لگی تھی۔

☆☆☆☆☆

" ایشل ابراہیم لودھی! میرے حوالے سے اگر کچھ خواب سجائے تھے کبھی، تو انہیں کھرچ کر پھینک دو کہ تمہارے خوابوں کی تعبیر تمہاری نہیں، میری سوچ کے مطابق بڑی اذیت ناک ہو گی۔ تمہیں وہ نہیں ملے گا جو تم نے چاہا یا چاہتی ہو بلکہ وہ ملے گا جو میں چاہتا ہوں۔ جو تمہیں دینا چاہتا ہوں۔" رخصتی کے بعد وہ لوگ گھر آئے تھے تو اس نے ماں سے کچھ بات کی تھی اور وہ کہیں جانے کا سن کر ہی انہونی کے خیال سے کانپ اٹھی تھی مگر وہ انکار نہیں کر سکی تھی اور اب وہ ڈرائیونگ کرتے حارث کو متحیر سی دیکھنے لگی تھی۔

http://paksociety.com

"مسز ایشل حارث لودھی!، یہی میرا حوالہ ہے۔ یہی میری پہچان۔" وہ اس کے چہرے پر سختی کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر دیکھ بمشکل آنسو پیتی بولی تھی اور اس کا یہی انداز تو اسے چبھتا رہا تھا، اس نے ایک جھٹکے سے گاڑی ایک بنگلہ کے سامنے روکی تھی۔

"یہ خالی خُولی حوالے کتنی تکلیف دیتے ہیں مائی ڈیئر مسز! بہت جلد اندازہ ہو گا۔ تمہیں تمہارے خوابوں کی تعبیر پر خون کے آنسو نہ رُلا دیا تو کہنا۔" وہ اس کے بازو کو آہنی گرفت میں لے کر بولا تھا۔ اس کے لہجے اور آنکھوں میں نفرت کا ایسا سمندر موجزن تھا کہ ایشل کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں خوف سنسناہٹ کے ساتھ دوڑتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اس کی میک اپ زدہ سحر طراز آنکھوں میں خوف اور بے یقینی کی لہر دوڑی تھی جو آنسوؤں کے سنگ مزید بڑھنے لگی تھی، وہ غصہ، نفرت اور نارسائی کی آگ میں جھلس نہ رہا ہوتا تو اس کے چہرے پر نگاہ انتقامانہ احساسات کے ساتھ نہیں پیار کے ساتھ ٹھہرتی، وہ اس کے سجے سنورے روپ سے نگاہ نہیں ہٹا سکتا تھا، وہ دلہن بن کر اپسراؤں کو مات دے رہی تھی۔

"حارث۔" اس نے بازو چھڑوانے کی کوشش کرتے ہوئے لب کھولنے چاہے تھے کہ وہ اس کے کھلتے پنکھڑی سے سرخ انگارہ لبوں پر انگلی ٹکا گیا تھا۔

"مسز! تمہارے بولنے کے دن تو گئے۔" وہ اس کے سہمے انداز سے محظوظ ہوا تھا۔ گیٹ کی دائیں جانب بنی چوکی میں سے چوکیدار نکلا تھا اور گیٹ کھول دیا تھا اور وہ گاڑی گیراج تک لے گیا تھا۔

"تمہیں یہاں دل کی رضا اور خوشی سے لایا ہوتا تو بانہوں میں اٹھاتا۔ عزت اور پیار سے خیر مقدمی مسکراہٹ لبوں پر سجائے تمہیں اندر لے کر جاتا مگر افسوس، صد افسوس!۔" وہ ٹارچ اٹھاتا مڑا تو اسے بہتی آنکھوں سے بازو سہلاتے ہوئے دیکھ کر اسے بہت سکون ملا تھا یہ حارث کے سکون کی ابتداء تھی۔

"تم یہاں مجبوری کے تحت لائی گئی ہو۔ یہ گھر میں نے اپنی محبت کے لیے بنوایا تھا اور میری محبت ایشل ابراہیم تم نہیں ہو۔ میری محبت عائزہ ہے، ہاں وہی عائزہ جس کا نام اور نشان دنیا کو تو کیا اس کو خود بھی معلوم نہیں مگر اس گھر کے ماتھے پہ یہی ایک نام لکھا ہے۔ اس گھر کے مکین کے قلب پر یہی ایک نام لکھا ہے۔ اس گھر کی ایک ایک چیز پر اس کی محبت کی اس کی پسند کی چھاپ ہے۔" وہ اس کو تنکا تنکا کر کے بکھیر رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پھیل جانے والی اذیت، آنکھوں میں لہراتی اہانت اور تڑپ وہ سکون اور دلکشی سے مسکرایا تھا۔

"تمہارے پاس فیصلہ کرنے کے لیے تین منٹ ہیں۔ میں گاڑی سے اتر کر اندر کی طرف بڑھوں گا۔ میرے لابی میں قدم رکھنے سے پہلے تمہیں مجھ تک آنا ہو گا، ایک سیکنڈ کی بھی تاخیر کی تو دروازہ تمہارے منہ پر بند کر دوں گا۔" وہ گاڑی سے اترتے ہوئے بولا تھا اور گھڑی پر نظر ڈالی تھی تین بج کر گیارہ منٹ ہو رہے تھے۔

"یور ٹائم اسٹارٹ، ناؤ!" وہ ایک نگاہ اس کے دھواں دھواں چہرے پر ڈالتا مسرور سا گنگناتا قدم آگے بڑھانے لگا تھا۔

http://paksociety.com

"ایشل ابراہیم! تم اپنا وقت ضائع کر رہی ہو کہیں حسین رات کھلے آسمان تلے گزارنی نہ پڑ جائے۔۔اس لیے دیر نہ کرو سوئیٹ ہارٹ۔!" اسے یقین تھا کہ وہ دکھ اور حیرت کی زیادتی سے اس سیٹ پر جم گئی ہو گی ہلی تک نہیں ہو گی اس لیے چند قدم چل کر ہی بغیر مڑے بلند آواز میں بولا تھا کہ اس کے منجمد ہوئے احساس جاگے تھے اور بے اختیاری میں اس کا ہاتھ ڈور تک گیا تھا جو لاکڈ تھا اب وہ ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھی تھی اور ڈرائیونگ ڈور ان لاکڈ تھا۔وہ گاڑی سے نیچے اتر آئی تھی، کافی اندھیرا تھا وہ خود تو ٹارچ کی روشنی میں آگے بڑھتا گیا مگر وہ اندھیرے اور انجان جگہ کے باعث ڈرتے ڈرتے قدم بڑھا رہی تھی۔حارث کے رویے سے خوف زدہ ہو کر یارات اس تاریکی میں بسر کرنے کے خیال سے خوفزدہ تھی جو اس کے قدم بھاری لہنگے اور بھاری بھر کم زیورات کے باوجود بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے اور جس وقت وہ سامنے نظر آتے ہیولے کو فالو کرتی لان عبور کر کے اندرونی دروازے تک پہنچی تھی اُس کی سانس پھولی ہوئی تھی، حارث نے ایک نظر اس کے خوف سے زرد پڑ جانے والے چہرے پر ڈال کر ہاتھ آگے کر کے گھڑی میں وقت دیکھا تھا۔

"بڑی دیر کر دی مسز آتے آتے۔ تمہیں تین منٹ دیئے اور تم یہاں ساڑھے چار منٹ میں پہنچی ہو۔" اس نے سنگدلی سے کہتے ہوئے ہوا سے ہلتے جالی کے دروازے کے دونوں پٹ تھامے تھے اور وہ ڈر کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"تمہیں آج کی رات یہیں گزارنی ہو گی۔یہی فی الحال دیر سے آنے، میرے حکم کی تعمیل نہ کرنے کی سزا ہے۔باقی سزا اور جزا کا فیصلہ میں صبح کروں گا کہ تھک گیا ہوں اب آرام کروں گا۔گڈ نائٹ!" وہ اس کی پھٹی پھٹی آنکھوں میں دیکھتا اسے باہر چھوڑ کر دروازہ بند کر گیا تھا اور وہ ساکت نگاہوں سے اپنا چوڑیوں سے سجا مومی ہاتھ بڑھائے بند ہو جانے والے جالی کے دروازے سے لمحہ بہ لمحہ دور جاتے حارث کو دیکھ رہی تھی۔ذلت اور اہانت کا احساس قطرہ قطرہ آنکھوں سے بہنے لگا تھا اس کے لب پھڑ پھڑائے تھے۔

"حارث۔۔۔" اس نے دروازہ بھی بجایا تھا مگر وہ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تھا اور وہ دروازہ پیٹتے رونے لگی تھی۔اس کی آنکھوں سے ٹوٹ کر کیا ساون برسا، آسمان بھی اس کے غم میں رو پڑا اور وہ آنسوؤں کے ساتھ بارش میں بھی بھیگنے لگی۔

حارث نے کمرے میں آکر شیروانی اتاری تھی اور اے سی آن کرتے ہوئے اسے ایک بار بھی خیال نہ آیا تھا کہ رات کی تاریکی میں اس کامنی سی لڑکی کیا حال ہو گا؟ جو بارش سے، بادلوں کی گڑگڑاہٹ سے ڈرتی ہے۔وہ کمال بے حسی کا مظاہرہ کرتا لیٹ گیا تھا اور بارش میں بھیگتی ایشل پر کپکپی طاری ہونے لگی تھی اور وہ سکون اور ٹھنڈک محسوس کرنے لگا تھا۔مستقل بھیگنے کی وجہ سے ایشل کے دانت بجنے لگے تھے۔بادلوں کی گرج پر دل خوف سے سوکھے پتے کی طرح لرزنے لگا تھا اور اس نے خوف سے لرزتے ہوئے آنکھیں سختی سے میچ لی تھیں۔

میری محنتوں کا زیاں ہوا تو یہ شک ہوا

http://paksociety.com

کوئی پہرے دار بٹھا گیا ہے نصیب پر

☆☆☆☆☆

" ایشل!" حارث نے کئی ماہ بعد ایک بھرپور نیند لی تھی وگرنہ نارسائی کے کرب اور انتقام لینے کی چاہ نے اس کی نیندیں اور سکون صلب کر لیا تھا۔ اس نے فریش ہو کر اپنے لیئے چائے بنائی تھی اور دروازہ کھول کر باہر نکلا تھا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگائے سکڑی سمٹی گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی اس نے گھونٹ بھرتے ہوئے اسے آواز دی تھی۔

" ایشل۔۔۔!" عالم مدہوشی میں اسے لگا تھا کہ اسے کوئی پکار رہا ہے مگر وہ بہت چاہ کر بھی گھٹنوں پر رکھا سر اٹھا نہیں پا رہی تھی کہ رات کے کسی پہر وہ مستقل بھیگنا برداشت نہ کر پاتے ہوئے بخار اور غشی میں مبتلا ہو گئی تھی اسی لیئے اس کے پکارنے پر بھی اس کے وجود میں ذرا سی بھی جنبش نہ ہوئی تھی اور اس نے پریشان ہونے کے بجائے سکون سے چائے کا مگ خالی کیا تھا اور تسلی سے پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس کا کاندھا ہلایا تھا اور وہ ایک طرف کو لڑھک گئی تھی۔ اس نے اس کا سر اونچا کیا تھا، وہ بخار میں بری طرح تپ رہی تھی اور نیم غشی کی حالت میں تھی اور لگتا تھا رات کی بارش کی وجہ سے وہیں کہیں اپنے سکھ، اپنی محبت کی مانند کسی برف کی طرح جم گئی تھی۔

"کچھ محبتیں برف کی طرح ہوتی ہیں جو لمحہ لمحہ پگھلتیں آنسوؤں کی طرح بہہ جاتی ہیں۔" حارث کے ذہن میں سوچ سی سرسرائی تھی اور اس نے ناچار اسے گود میں اٹھایا تھا وہ بھاری لباس کی وجہ سے ابھی تک بھیگی ہوئی تھی۔ وہ اسے کمرے میں لے آیا تھا اور ڈاکٹر معصومہ کو اس کی کنڈیشن بتا کر ٹریٹمنٹ پوچھا تھا اور اس ٹریٹمنٹ کا ہی اثر تھا کہ اس نے دو گھنٹے بعد آنکھیں کھولی تھیں۔ وہ گھومتے سر اور بھاری ہوتے پپوٹوں کو انگلیوں سے سہلاتی اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ ذہن بیدار ہونے لگا تھا رات کا حارث کا سلوک، اپنی اذیت اسے یاد آنے لگی تھی۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے کہ آہٹ پر اس نے بڑی سرعت سے آنسو صاف کئے تھے اور وہ بیڈ پر اس کے عین سامنے ٹک گیا تھا۔

"چچ چچ، ایک ہی رات میں تمھارا یہ حال ہو گیا ہے، جبکہ ابھی تو میں تمھیں بہت کچھ دکھانا، بتانا چاہتا ہوں۔ میری نفرت سے آشنائی نے تمھارا یہ حال کر دیا ہے میری نفرت کی شدت سے گزرو گی تو۔۔۔ لگتا ہے، مر ہی جاؤ گی۔" وہ اس کے آنسو پور پر چنتا پھونک مار کر ہوا میں اچھالتا ہنسنے لگا تھا۔ اس نے کرب کی شدت سے لب بھینچ لیے تھے۔

" متورم چہرہ، لبریز آنکھیں، کانپتا وجود، لرزتے لب، تمھاری بے بسی میں برداشت نہیں کر پا رہا ایشل!" وہ اس کا ہاتھ تھامے بڑے دوستانہ انداز میں بات کرنے لگا تھا۔

" مگر کیا کروں جانِ من! مجبور ہوں۔" اس کا ہاتھ گرم آگ ہو رہا تھا اسی لیئے حارث کا ٹھنڈا لمس اسے کپکپاہٹ عطا کرنے لگا تھا۔

" تمہیں تکلیف پہنچا کر میں کافی ماہ بعد سکون کی نیند سویا ہوں اور میرے سکون کی خاطر تمہیں تو بے سکون ہونا ہی پڑے گا، اس لیے شاباش! جو ہُوا اسے بھول جاؤ کہ اب کتنی اذیتیں یاد رکھو گی۔" وہ اسے پچکارنے لگا تھا۔

" اس لیے جانے دو یار! اور چلو اٹھو لودھی ہاؤس چلنے کی تیاری کرو۔ میری ماں تمہاری شدت سے منتظر ہے اور اپنی اور میری ماں کو اذیت سے بچانا چاہتی ہو تو گزری اذیت کی داستان تو تمھیں چھپانی ہی ہو گی۔" اس کے لہجے میں عجب سنسناہٹ سی تھی جو ایشل کے اعصاب جھنجھوڑ گئی تھی۔

"ہاں! اپنوں کو اذیت سے دوچار کرنا چاہتی ہو تو یہ لو فون، ملاؤ نمبر اپنی ماں اور تائی کو بلالو، آکر وہ تمہاری حالت دیکھ بھی لیں گی اور ساتھ ہی تمھیں لے بھی جائیں گی۔" اس نے فون سیٹ اس کی طرف بڑھایا تھا جسے اس نے لرزتے ہاتھوں سے تھام کر سائیڈ پر رکھ دیا تھا جس پر وہ مسکرا دیا تھا۔

" زبردستی نہیں ہے تم سب کو ساری حقیقت بتا سکتی ہو۔" اس کا لہجہ زہر خند تھا۔

" ہاں! لیکن میں بتانا نہیں چاہتی کیونکہ میں، تمہاری طرح خود غرض نہیں ہوں حارث کہ اپنی خوشیوں کے لیے، اپنوں کی خوشیاں ملیامیٹ کر دوں۔" اس کے لہجے میں گزری اذیت کی داستان تھی۔

" میں لوٹی اور کچھ کہا تو بہت سے رشتے ہمارے رشتے کے ساتھ ہی ٹوٹ جائیں گے۔"

"تم سے کس نے کہا کہ میں تم سے رشتہ ختم کر رہا ہوں؟" وہ حیرانگی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

" رشتہ ابھی نہیں، چند سالوں میں بھی نہیں کئی سالوں بعد ختم ہو گا، جب۔۔۔، جب میرا انتقام سرد پڑ جائے گا۔۔۔" وہ اس کے سامنے اس پر قدرے جھکتے ہوئے باور کراتے لہجے میں بولا تھا۔

"جب میں اپنی نفرت تمام تر شدتوں کے ساتھ تمہارے اندر انڈیل دوں گا تب تمھیں آزاد کر دوں گا لیکن ابھی نہیں، تم چاہو گی بھی تو نہیں۔" وہ اس کو حقارت سے دیکھتا ہوا بولا تھا اور یکدم سیدھا ہو گیا تھا۔

" میں آزادی چاہتی بھی نہیں ہوں۔۔۔، یہ قفس مجھے قبول ہے حارث، تم اپنی نفرت کو آزمانا اور میں اپنے ضبط کے کمالات دیکھوں گی۔" اس نے آنسو رگڑتے ہوئے ایک عزم سے کہا تھا۔

" فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے کہ ابھی لوٹنا ہے یا اذیت برداشت کر کے اپنے ضبط کی شکست قبول کر کے لوٹنا ہے کہ یہ تو آغازِ سفر میں ہی طے ہو گیا ہے کہ میری منزل تم نہیں ہو۔" وہ اس کی بات سن کر غصے میں آیا ضرور مگر ظاہر نہ کیا تھا۔

" میں تمھیں کبھی نہ اپناتا اور نہ ہی تمھیں یہاں لے کر آتا کہ یہ گھر تمہارے لیے نہیں ہے۔ تم اس گھر کے قابل ہی نہیں ہو۔ یہ گھر میں نے اپنی محبت کے لیے اس کی پسند سے تیار کروایا تھا۔ اس گھر کے در و دیوار میں، دروازوں، کھڑکیوں میں، لان میں اور اس میں کھِلے ہر پھول اور بیل میں، گھر میں لگی پینٹنگز، تمام شو پیسز میں، ڈرائنگ روم سے لے کر بیڈ روم تک میری محبت کا

http://paksociety.com

احساس جاوداں ہے۔اس گھر سے لے کر اس گھر کے مالک تک،گھر کے در و دیوار سے لے کر گھر کے مالک کے دل تک کے تمام راستے عائزہ سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہوتے ہیں۔یہ گھر تمہارے لیئے کبھی مکان بھی ثابت نہیں ہو گا ایشل کہ میں نے تمہارے پر نہیں کاٹے مگر تمھیں ایک بے بس پنچھی کی مانند اس قفس میں لا ڈالا ہے اور اب تمہارے لیئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔۔۔ہے تو تم جا سکتی ہو۔" حارث اسے چیلنجنگ انداز میں دیکھ رہا تھا کچھ کہنے کی چاہ میں ایشل کے لب پھڑ پھڑا کر رہ گئے تھے اور اس نے اپنی بات جاری رکھی تھی۔

" یہ الگ بات ہے کہ عائزہ کے لیئے بنوائے اس "محبت کدہ" میں، میں تمھیں کبھی نہ لاتا مگر مجبور ہو گیا کہ تمہاری شاندار پزیرائی اور عزت افزائی تو تنہائی میں ہی ممکن تھی کہ لودھی ہاؤس میں یہ شاندار سلوک تمہارے ساتھ چاہ کر بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہاں تمہاری ہی نہیں میری ماں بھی تمہاری تکلیف پر تڑپ اٹھتی ہے اور میں صرف تمھیں تکلیف دینا چاہتا ہوں اور اب یہ تمھارا ضبط اور ظرف ہے کہ تم اپنوں کو دکھ دیتی ہو یا سکھ،ان کے سامنے خوشی کے ڈرامے کرتی ہو یا دکھ کا پرچار۔۔،تم دونوں میں سے کوئی راہ بھی چُنو کوئی اعتراض نہیں کروں گا مگر اتنا یاد رکھنا کہ اس گھر میں تمھارا کچھ نہیں ہے تمھیں یہاں اپنا من مار کے بھی دھتکار ہی ملے گی ور اس سارے ڈرامے کا اختتام ہو گا طلاق پر ہی،یہ بھی یاد رکھنا۔" وہ سن سی بیٹھی اس کی نفرت کے وار بے یقینی سے سہہ رہی تھی کہ تڑپ اٹھی تھی۔

"حارث۔۔۔!" اس کے لبوں سے سرسراتا ہوا نکلا تھا۔

نہ تڑپنے کی اجازت ہے،نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مر جاؤں،یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

" کیا سوچا تھا تم نے کہ میری محبت کو مجھ سے دور کر کے تم مجھے پالو گی۔۔۔ مگر تم تو میری ہو کر بھی میری نہیں ہو سکتیں۔۔۔اپنی محبت کے لیے تم نے مجھ سے میری محبت چھین لی،عائزہ اور مجھے الگ کر دیا،اب کہو کیسا لگتا ہے اپنی محبت سے بچھڑ کر جینا؟" وہ اس کی زخم زخم آنکھوں میں جھانکتا کہہ رہا تھا،وہ ھک سے رہ گئی تھی اور بے یقینی سے اس بے رحم شخص کو دیکھ رہی تھی جس سے اس نے شدید محبت کی تھی مگر وہ اپنی محبت کو کب کا اپنے اندر ہی دفن کر چکی تھی۔اور وہ اس کی تدفین شدہ محبت کی بو کس طرح پا گیا تھا۔۔؟ یہ سوال اس کی آنکھوں میں در آیا تھا۔

"یہی سوچ رہی ہو نا کہ جو بات تم نے چھپائی اس تک میری رسائی کیسے ہوئی؟" وہ ذو معنی لہجے میں بولا تھا اور وہ پہلی فرصت میں اثبات میں سر ہلا گئی تھی۔

"دو ہفتے پہلے تمہاری ڈائری پڑھی تھی،تمہارے لفظ لفظ میں میرے لیے محبت کا جہاں آباد تھا اور وہ پڑھ کر مجھے دلی افسوس ہوا تھا کہ میں

http://paksociety.com

گا مگر کچھ ہی دیر میں میرا دکھ، غصے اور تاسف میں ڈھل گیا۔" وہ لحظہ بھر کو سانس لینے کو رکا تھا جبکہ اسے لگا تھا کہ سانس بس نکلنے کو ہے۔

"تم اتنی خود غرض کیسے ہو سکتی ہو ایشل! کہ میں نے تم پر بھروسہ کیا اور تم نے اپنی محبت پانے کے لیے میرے بھروسے کو توڑ کر مجھے اور عائزہ کو جدا کر دیا۔" وہ یکدم دکھی نظر آنے لگا تھا۔

" میں نے ایسا کچھ نہیں کیا حارث!" وہ اپنی گواہی میں بولنے کی چاہ میں سسکی تھی۔

"شٹ اپ! میں نے خود تمہاری ڈائری میں پڑھا تھا کہ تم مجھے پانے کے لیے کسی حد تک بھی جاؤ گی اور یہ تھی تمہاری حد کہ تم نے میری محبت میں ہجر لکھ دیا، صرف اپنی محبت کے وصل کے حصول کی خاطر، اور جب میں ہجر زدہ زندگی جیئوں گا تو تمھیں کیسے وصل کی راحت ملے گی، میں تڑپ رہا ہوں تو تمھیں بھی تڑپنا ہو گا اور جب خود تڑپو گی، سمندر کے پاس رہ کر تشنگی کا احساس سہو گی تو اندازہ ہو گا کہ وصل بھی ہر کسی کو راحت نہیں دیتا۔ محبت کی کسک کیا ہوتی ہے، محبت کھونے کا دکھ کیا ہوتا ہے۔ اب خود درد سے گزرو گی تو اندازہ ہو گا اور باخدا ایشل میں تم پر رحم نہیں کھاؤں گا۔ اتنی اذیت دینے والا ہوں تمھیں کہ تم راحت لفظ کے معنی تو دور اس لفظ کو بھی فراموش کر دو گی اور جب تم راحت کے معنی بھلا دو گی تو میں تمھیں اپنے نام نہاد رشتے سے آزاد کر دوں گا۔ ریت کا محل تعمیر کر دیا ہے میں نے تمہارے لیے، تم کھلی مٹی کی ریت کی طرح مٹھی سے پھسل جاؤ گی یا اس ریت میں تمھارا مقبرہ بن جائے گا۔ خوشیاں ہاتھ سے پھسلیں گی اور دکھ کی اینٹیں بڑھتی جائیں گی۔۔۔۔ کہ یہی قفس زدہ زندگی تمھارا مقدر اور یہی تمہاری سزا ہے۔۔۔ جزا کی تم مجھ سے امید نہ رکھنا۔" وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھتا نفرت اور دکھ کے امتزاج سے پر لہجے میں بول رہا تھا۔

" حارث گرچہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا مگر تم سزا دینا چاہتے ہو تو مجھے محبت کی خاطر ہر سزا قبول ہے۔ تمہاری چاہت میں یہ قفس بھی قبول ہے۔" وہ نہایت نرم پر اثر لہجے میں بول رہی تھی مگر یہاں کوئی اثر قبول کرنے والا نہ تھا اس لیئے اس کے جذبات محض لفظ بنتے جا رہے تھے کہ جب تک لفظوں کو پزیرائی نہ ملے وہ خاک سے کم نہیں ہوتے اور آج تو اس کے لفظ ہی نہیں ذات اور ذات کا مان ہی خاک ہو گیا تھا۔

" تمھاری نفرت، میرے لیے محبت کی مانند ہے کیونکہ میں نے تم سے خوشحالی کے دور کی محبت نہیں کی جو ایک آزمائش کی بوند پر بہہ جائے اس لیے تم مجھے آزماؤ، میں اپنی محبت کو آزماؤں گی۔ تمھیں شکست زدہ دیکھ نہیں سکوں گی اس لیئے دعا کروں گی کہ محبت اور نفرت کی اس جنگ میں جیت تمہارا مقدر ٹھہرے کہ ہم اہلِ محبت جیتنا چاہتے ضرور ہیں لیکن دوسروں کی شکست کی بنیاد پر نہیں۔ ہماری محبت ہی ہماری اصل فتح ہوتی ہے۔" اس کی آنکھوں سے محبت کے سوتے بہہ رہے تھے مگر یہاں کسے پرواہ تھی وہ سنے کو ان سنا اور دیکھے کو ان دیکھا کرتا جا رہا تھا۔

http://paksociety.com

"یہاں میرا کچھ نہیں ہے نہ گھر، نہ گھر کا مالک، مگر گھر کے مالک کا نام، اس کی پہچان تو ہے، آزاد کر دو گے تو گم گشتہ حوالہ ہی میری پہچان رہے گا۔ میں ٹوٹ جاؤں گی حارث مگر میری محبت پر ایک حرف بھی نہیں آئے گا کہ ہم اہلِ محبت کا شیوہ شکوہ کرنا نہیں صرف سہنا اور برداشت کرنا ہوتا ہے۔ ہم اپنی ڈور اپنے محبوب کو تھما دیتے ہیں۔ اب ہمارے محبوب کی منشاء ہمیں جیسے چاہے، جس حال میں چاہے رکھے۔ اس لیئے تمہاری یہ "قفس" سو جان سے قبول ہے ایشل حارث لودھی کو۔۔۔" وہ اس کو حیرت سے مسکراتے دیکھ رہا تھا اس کے زرد چہرے اور بھیگی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی اور وہ ہنکارا بھر تا پلٹ گیا تھا۔

"قفس! قبول کر تو رہی ہو ایشل مگر یاد رکھنا کہ وہ قفس اتنی اذیت نہیں دیتی جس میں سے نکلنے کا ہر راستہ بند ہو کہ اذیت تو کھلی قفس دیتی ہے کہ نکل سکتے ہیں، اڑ سکتے ہیں، آزاد ہو سکتے ہیں مگر آزادی دشمن جاں کی مانند درشن نہیں کراتی۔" وہ اب کے خود اذیتوں میں گرفتار ہو کر بولا تھا کہ ایک قفس گر ایشل کے لیئے تیار ہوئی تھی تو اسی کے بہت نزدیک ہجر زدہ قفس اس نے اپنے لیئے بھی تیار کی تھی اور اس "قفس" کی خبر وہ خود کو بھی نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کجا کہ ایشل اس "ہجر زدہ قفس" کے راز تک پہنچتی۔۔۔! وہ ٹھہرا نہ تھا، کمرے سے نکل گیا تھا اور واپسی کا دشوار کن سفر شروع ہو گیا تھا۔

نیتوں کا بھید تو کھلتا ہے منزل کے قریب
ورنہ آغازِ سفر میں راہزن کوئی نہیں

☆☆☆☆☆

"آپ کے ساتھ میں بھی ہاسپٹل چلوں؟" وہ ناشتہ کرتے ہوئے زاہد خان سے پوچھ رہی تھی۔

"اوہوں! نہیں، میری کل ہی ڈاکٹر سے بات ہوئی تھی، میں مام کو گھر پر شفٹ کروا رہا ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

"لیکن گھر پر آنی کا ٹریٹمنٹ کیا ہاسپٹل سے بہتر ہو سکے گا؟" رخ نے نرمی سے پوچھا تھا۔

"ہاں! کیونکہ میں اس بارے میں ڈاکٹر افضل سے تفصیلی بات کر چکا ہوں۔ ڈاکٹر افضل مشینیں وغیرہ سیٹ کر جائیں گے اور صبح و شام دیکھنے بھی آتے رہیں گے۔ ایک نرس مام کے پاس ہمہ وقت رہا کرے گی۔" وہ چائے کے گھونٹ بھرنے لگا تھا۔

"تم رات کو کب آئیں میں تھکن کی وجہ سے جلد ہی سو گیا تھا۔" وہ تکلیف دہ موضوع سے بچنے کو انجانے میں دردناک موضوع چھیڑ گیا تھا۔

"میں جلد ہی آ گئی تھی۔ سب آنی کی خیریت معلوم کر رہے تھے۔ آنٹی کہہ رہی تھیں کہ وہ آنی کو دیکھنے آئیں گی۔" وہ شہلا لودھی کی بات کر رہی تھی۔

"ایشل اتنی اچھی لگ رہی تھی کہ میں بتا نہیں سکتی۔" وہ مسکرا رہی تھی اور وہ مسکراتے ہوئے اتنی معصوم لگ رہی تھی کہ وہ لب بھینچے اپنا ضبط آزما کر رہ گیا تھا۔

http://paksociety.com

"ایشل میری بیسٹ فرینڈ ہے آپ اس سے کبھی نہیں ملے ناں، آپ شادی میں چلتے تو میں آپ کو اس سے ملواتی، آپ کو اس سے مل کر بہت خوشی ہوتی، وہ ہے ہی اتنی اچھی، ہر کسی کی پرواہ کرنے والی، عزت اور محبت سے پیش آنے والی، پتہ ہے زید وہ حارث بھائی سے شدید محبت کرتی ہے لیکن حارث بھائی۔۔ "

"تم کس حارث کی بات کر رہی ہو، حارث ابراہیم لودھی کی؟" وہ اس کی بات کے درمیان چونکا تھا اور اس کا جواب اثبات میں پا کر دوہری اذیت کا شکار ہوا تھا۔

" میں اتنے ماہ میں جان ہی نہیں سکا کہ ایشل، حارث کی کزن ہے۔" اس نے کرب سے سوچا تھا۔ حارث نے شادی میں آنے سے بھی معذرت کر لی تھی اگر وہ شادی میں شرکت کرتا تو بہت ممکن تھا اُسے اپنی شادی پر ایشل اور حارث کے رشتہ کا پتہ چل جاتا۔

"آپ حارث بھائی کو جانتے ہیں؟" اسے گونا گو خوشی ہوئی تھی۔

" ہاں، وہ میرا یونیورسٹی کا دوست ہے۔ لیکن وہ تو اپنی پھپھو کی بیٹی میں انٹرسٹڈ تھا ناں! تو پھر تمہاری دوست سے کیسے شادی ہو گئی؟" وہ حارث کی شدت پسندی کو سوچنے لگا تھا۔

"اوہوں! بس یہی قسمت ہے۔ میری تو دعا ہے کہ ایشل حارث بھائی کے ساتھ بہت زیادہ خوش رہے۔ وہ سالن کا ڈونگا اٹھاتے ہوئے بولی تھی۔

" نہیں ضرورت نہیں ہے۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔ میں ہاسپٹل جا رہا ہوں۔" سالن وہ زاہد خان کی پلیٹ میں ڈالنے لگی تھی کہ وہ بڑی عجلت میں کہہ اٹھا تھا کہ اسے اپنی گھٹیا گفتگو اور اس کا انجام یاد آنے لگا تھا اس لیے وہ راہِ فرار اختیار کرتا ہوا وہاں سے نکل گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

"تم تو بڑے ہی چھپے رستم نکلے، کب گھر خرید لیا کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ کی۔" وہ لوگ کچھ گھنٹوں پہلے آ گئے تھے کہ شام میں تقریبِ ولیمہ تھی۔ اس کو بخار میں جلتا پا کر اور اس کا متورم چہرہ، سوجے پپوٹے دیکھ کر وہ سب ہی پریشان ہو گئے تھے مگر ایشل نے اپنے طور پر بہانہ کر کے ان سب کو چپ ہونے پر مجبور کر دیا تھا اور اب ینگ پارٹی انہیں گھیرے بیٹھی تھی۔

"خریدا نہیں خود بنوایا ہے۔ خالص ایشل کی پسند کے مطابق۔" اس نے تصحیح کرنا ضروری سمجھا تھا۔

"اوہو! یعنی تاج محل، مگر وہ تو محبت کی یادگار ہے۔ تمہیں ایشل سے ایسی محبت کب ہوئی جو تم نے اس کے لیے تاج محل کھڑا کر ڈالا۔" مشل نے فوراً اس کی بات پکڑی تھی اور وہ ہنس دیا تھا۔

"ہمارے سپنوں کے محل کو تاج محل سے تشبیہ نہ دو کہ وہ مری ہوئی محبت کو زندہ کرنے کی کوشش ہے جبکہ ابھی ہم بھی

http://paksociety.com

زندہ ہیں اور ہماری محبت بھی۔ مرنے کے بعد وہیں دفن ہو جائیں تو بے شک اسے تاج محل کا نام دے دینا۔" وہ شانِ بے نیازی سے بول رہا تھا اور ایشل کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا، ایک جارہا تھا۔ وہ الجھن میں گھری بیٹھی تھی۔

"تو پھر کب دکھا رہے ہو اپنے سپنوں کا تاج محل؟" ہاشم نے مسکرا کر پوچھا تھا۔

"کبھی نہیں، ہم اپنے سپنے کسی کو سنا تو سکتے ہیں مگر دکھا نہیں سکتے۔" حارث کی خوش مزاجی عروج پر تھی۔

"سپنے تو خیالی اور فرضی ہوتے ہیں وہ دکھائے نہیں جاسکتے۔ تم تو اپنے سپنے تعمیر کر چکے ہو، دکھانے میں کیسا مسئلہ؟" مشل حیرانگی سے بولی تھی۔

"اوہوں! کہتی تو ٹھیک ہو مگر وہ گھر میں نے ایشل کو منہ دکھائی میں دے دیا ہے۔ وہ ایشل کا گفٹ ہے جسے چاہے دکھائے، جسے چاہے نہ دکھائے۔" اس نے مسکرا کر برابر بیٹھی ایشل کو دیکھا تھا۔ وہ جبری مسکراہٹ لمحے کے ہزارویں حصے میں لبوں پر سجا گئی تھی۔

"اور وہ گھر میں آپ لوگوں کو نہیں دکھا سکوں گی کہ حارث نہیں چاہتا اور میں خود بھی نہیں چاہتی کہ ہمارے سپنوں کے محل میں ہمارے سوا کوئی اور قدم رکھے۔" وہ دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

"جہاں تک ہم سب کے علم میں ہے آپ دونوں کی تو ارینج میرج ہوئی تھی تو پھر محبت اور سپنوں کا محل ایک دم کہاں سے بیچ میں آگیا؟" فائزہ نے ان دونوں کو باری باری دیکھا تھا وہ بری طرح گڑبڑا گئی تھی اور وہ بے ساختہ قہقہہ لگا گیا تھا۔

"وہ سب تو ڈرامہ تھا، کیونکہ ایشل اور میرے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا۔ شک کی دیوار کھڑی ہو گئی تھی۔" وہ ڈر گئی تھی کہ وہ نہ جانے کیا کہہ دے؟ مگر اب وہ آنکھیں کھولے تحیر زدہ انداز میں اس کی بات سن رہی تھی۔

"ایشل اور میں نہ جانے کب سے ایک دوسرے سے محبت کر رہے تھے۔ مگر ایشل کو لگتا تھا میں کسی اور میں انٹرسٹڈ ہوں کہ میں نے ایشل سے کبھی کہا نہیں تھا کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔" وہ بڑی صفائی سے جھوٹ بول رہا تھا۔ ماں اور چاچی کے وہاں ڈرائنگ روم میں آجانے پر بھی خاموش نہ ہوا تھا۔

"اس لیے جب گھر میں ایشل کی شادی کی بات چلی تو ایشل نے صاف انکار کر دیا۔ مجھے ایشل پر غصہ آیا میں نے اس سے جواب طلبی کی تو اس نے اپنا شک کہہ ڈالا۔ میرا غصہ بڑھ گیا تھا اور میں نے بھی ایشل سے شادی سے انکار کر دیا، اسی لیے تو پچھلے کچھ ماہ ایشل اتنی ڈسٹرب رہی ہے۔ محبت کرتی تھی مگر کہہ نہیں رہی تھی اور مجھے اس کی بدگمانی پر غصہ تھا اس لیے چاہتا تھا کہ یہ خود مجھے منائے، ہم تو انا کے منجدھار میں پھنسے تھے، یہ تو مہربانی ہے مما کی کہ انھوں نے ہماری شادی کروادی اور اب تو راوی چین ہی چین لکھ رہا ہے۔" حارث نے زبردست فلم کی منصوبہ بندی کی ہوئی تھی۔ ایک کے بعد ایک چال چلتا وہ سب کی نظروں میں معتبر ہو رہا تھا جبکہ وہ اپنا ضبط آزمانے پر مجبور تھی۔

http://paksociety.com

" تم دونوں کے کیا کہنے خود ہی اپنی اسٹوری کے ولن بن گئے تھے اور ایشل تمہارا تو جواب نہیں ہے تم سے ہم سب پوچھ پوچھ کر تھک گئے مگر کچھ نہ پھوٹیں، خود بھی پریشان رہیں ہمیں بھی کیا۔" مشل نے سر جھکائے بیٹھی ایشل کو کشن دے مارا تھا۔ وہ سب ہنس رہے تھے، مسکرا رہے تھے مگر کوثر لودھی کچھ بے چینی سی محسوس کرنے لگی تھیں کہ حارث اگر ابھی جو کہہ رہا تھا وہ سچ تھا تو اس نے عائزہ کا نام کیوں لیا تھا اور ایشل کی کوشش، وہ اپنی الجھن کے سلجھاؤ کے لیے ان دونوں کو اپنے کمرے میں طلب کرتیں وہاں سے اٹھ گئی تھیں اور انھوں نے اپنے بیٹے اور بہو کے سامنے ساری الجھن رکھ دی تھی۔

" تم اگر ایشل سے محبت کرتے تھے تو تم نے عائزہ کا نام کیوں لیا تھا؟ اور تم کیوں مجھے حارث اور عائزہ کی شادی کے لیے راضی کر گئی تھیں؟" وہ بے طرح گھبرائی ہوئی تھی اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے۔۔۔ کیونکہ وہ حارث کے پلان سے انجان ہی تھی۔

" مما! میں نے عائزہ کا نام آپ کے سامنے صرف ایشل کو چڑانے کے لیے لیا تھا کیونکہ اسے لگتا تھا کہ میں عائزہ سے محبّت کرتا ہوں۔ اسی لیے اس نے چاچی کو مجھ سے شادی کرنے سے صاف منع کر دیا تھا۔ اس دن چاچی اور ایشل کی باتیں میں نے سن لی تھیں اس پر شدید غصہ تھا اس لیے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ میں ایشل جیسا سوچ رہی ہے میں ویسا کر کے دکھاؤں گا۔ اس لیے آپ سے کہا کہ میں عائزہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں مگر عائزہ تو آپ کو کبھی پسند نہیں رہی تھی آپ نے منع کر دیا تھا۔ مگر میرے اس طرح کرنے سے ایشل کا شک یقین میں بدل گیا۔" اس کی پلاننگ کافی دور تک کی تھی۔

" اسی لیے تائی اماں میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ عائزہ کو اپنی بہو بنالیں کیونکہ میں چاہے حارث سے محبت کرتی تھی مگر مجھے اپنی خوشی سے زیادہ اس کی خوشی عزیز تھی۔ لیکن عائزہ کی شادی آناً فاناً ہو گئی اور ہماری بھی جیسے تیسے شادی ہو ہی گئی۔" وہ جتنے دھڑلے سے جھوٹ بولا تھا وہ اتنا ہی اٹک اٹک کر بولی تھی۔

" توبہ ہے تم بچوں سے، بڑوں کو کچھ نہیں سمجھتے، الٹے سیدھے سارے فیصلے خود ہی کرتے رہتے ہو۔ تم ایشل کے سوری کرنے کے منتظر رہے اس کی حالت دیکھ کر بھی، تمہاری بے اعتنائی اس کی جان لے لیتی تو، محبت کو ضد اور انا کی بھینٹ چڑھانے جا رہے تھے۔" وہ باری باری دونوں کو گھرک رہی تھیں۔

"مما، صرف یہ نہیں پریشان تو میں بھی تھا مگر آپ کو صرف اس کی پرواہ ہے۔ میں تو جیسے سوتیلا ہوں۔" وہ اندر ہی اندر جل کر خاک ہوتا بظاہر روٹھے انداز میں بولا تھا اور وہ ہنس دی تھیں۔

" تم تو میرے بہت پیارے بیٹے ہو گزرے دنوں میں بہت پریشان تھی۔ شادی تو طے کر دی تھی مگر یہ ٹینشن میری نیندیں اڑا رہی تھی کہ تم عائزہ سے پیار کرتے ہو تو ایشل کو خوش رکھ پاؤ گے یا نہیں مگر اب جیسے سکون مل گیا ہے۔" انہوں نے بیٹے کی پیشانی چومی تھی اور ایشل کو اپنے پاس بلایا تھا۔ وہ ان کے سینے سے لگ کر بلک اٹھی تھی۔

http://paksociety.com

"ایشا! پلیز نہ رو۔" وہ پریشانی سے بولی تھیں۔

"تائی اماں! حارث بہت برا ہے۔ اس نے مجھے بہت تکلیف پہنچائی ہے۔ کتنی اذیت میں رہی ہوں میں۔" وہ بے اختیار، بے ساختہ شکوہ کر گئی تھی، اپنا کچھ دکھ تو بیان کر ہی گئی تھی اور وہ لب بھینچے اسے بلکتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"اب نہیں دے گا یہ تمہیں کسی بھی قسم کی تکلیف، ذرا بھی پریشان کرے تو مجھے بتانا، دیکھنا پھر کیسے اس کا دماغ ٹھکانے لگاتی ہوں۔ میری پھول سی بچی کو خوامخواہ اتنا ستایا۔" وہ بیٹے کو گھورتیں اسے پچکار رہی تھیں۔

"آپ اپنی لاڈلی کے ناز اٹھاتی رہیئے میں کمرے سے جا رہا ہوں۔" وہ بظاہر مسکرا کر بشاشت سے کہتا ان کے روم سے نکل گیا تھا۔ مگر اندر ہی اندر رحسد کی آگ اُس کے اندر کی اچھائی کو، نرمی کو جلا کر راکھ کرتی جا رہی تھی۔ اور وہ جس وقت کمرے میں آئی اس کے دل کا بوجھ قدرے ہلکا ہو گیا تھا کہ اس نے نئی اذیت کو پرانی اذیت کا نام دے کر تائی اماں سے جتنا کہہ سکتی تھی کہہ دیا تھا اور سکون سا محسوس کرنے لگی تھی مگر کمرے میں داخل ہوتے ہی حارث کی تیز نگاہیں اس کا سکون درہم برہم کرنے لگی تھیں۔

"میں نے یہ جھوٹ مصلحتاً بولا کہ میں نہیں چاہتا کہ کسی کو "محبت کدہ" کی حقیقت پتہ چلے۔ میں صرف تمہیں سزا دینا چاہتا ہوں۔ تمہیں محبت کدہ اس لیے لے کر گیا تا کہ تمہیں یہ احساس ہو کہ تمہارا شوہر تمہارا نہیں ہے۔ اس کے ذہن اور دل میں آج بھی اس کی محبت بستی ہے، تم اس کی محبت نہیں ہو۔" وہ اسے عرش سے فرش پر لمحے میں پٹخ گیا تھا۔ اسے قفس میں اپنا دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا مگر وہ برداشت کرتی کھڑی تھی صحیح سالم مگر قلب اور وجود کیسے تنکے تنکے ہو کر بکھرنے کے لمحے سے گزر رہا تھا یہ صرف وہی جانتی تھی۔

"میں نے یہ پینترا اپنی ماں کے لیے بھی بدلا ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ تمہاری پرواہ کرتی ہیں اور آج بھی انہوں نے صرف تمہاری تکلیف محسوس کی، تمہیں فیور کیا۔ مجھے جھکنے کو کہہ رہی تھیں مگر میں نہیں، تم جھکو گی۔ اتنا مجبور کر دوں گا کہ تم خود مجھ سے پناہ مانگو گی۔ میں ایک ایک کر کے تم سے تمہارے چاہنے والے رشتے چھین لوں گا اکیلا کر دوں گا۔ اس لیے یہ جھوٹ کا سہارا لیا تا کہ میں اپنا اچھا اور تمہارا برا امیج سب کے سامنے پیش کر سکوں۔ تمہیں سب سے دور کر دوں گا۔ جیسے تم نے عائزہ کو مجھ سے دور کر دیا۔ میری ماں کو میرے قریب نہیں آنے دیا۔ نفرت کرتا ہوں میں تم سے، دیکھتا ہوں کہ کب تک تم میری دی ہوئی اذیتیں برداشت کرتی ہو، کب تک میری بنائی قفس میں تمہارا دم نہیں گھٹتا؟" وہ جیسے ہر لطیف احساس سے نابلد ہو چکا تھا۔۔۔ نرمی، دوستی، دوستی کا مان، محبت، محبت کا بھرم سب فراموش ہو گئے تھے اسے یاد تھا تو صرف انتقام۔۔۔ اسے یاد رکھنا تھا تو صرف یہ کہ اس نے کب کھلی قفس کو بند قفس میں بدلنا ہے، کب قفس کو اس کے لئے قفس بنانا ہے۔

"تمہیں خود سے طلاق طلب کرنے پر مجبور نہ کر دیا تو کہنا۔۔۔؟" وہ اسے سرد مہری سے دیکھتا چیلنجنگ انداز میں کہہ رہا تھا۔

http://paksociety.com

"تم چاہے اپنے ظلم میں ہر حد پھلانگ جاؤ، جذبوں، رشتوں اور انسانیت کو بھول جاؤ مگر میں کبھی تم سے یہ مطالبہ نہیں کروں گی۔ مرتے مر جاؤں گی حارث مگر تم سے طلاق نہیں مانگوں گی کہ میں نے توڑنے کے لیے رشتہ نہیں جوڑا۔" بے بسی سی بولی تھی۔

"اذیت سہنے کے لیے بھی نہیں جوڑا تھا۔" وہ تلخ ہوا تھا۔ ایشل کا ہٹ دھرم انداز اسے جلا کر راکھ کر دیتا تھا۔

"تم پر مجھے رحم کھانا ہی نہیں ہے کہ تم قابلِ رحم نہیں قابلِ ذلت ہو۔ دھوکے باز، جھوٹے، فریبی پر رحم میں کھا ہی نہیں سکتا۔ میں تو اب بس یہی دیکھنا چاہتا ہوں کہ میری نفرت کا تمہاری محبت کب اور کہاں تک مقابلہ کرتی ہے کہ میں تمہیں ایسی سسکتی ہوئی زندگی جینے پر مجبور کر دوں گا کہ تمہارے بلند و بانگ دعوے، دھرے کے دھرے رہ جائیں گے اور وہ وقت آئے گا کہ تم خود سے طلاق مانگو گی اور اس لمحے سے پہلے میں تمھیں آزاد جب چاہوں کر دوں گا۔ اس لمحے کے آنے کے بعد نہیں کروں گا تمہیں طلاق اس وقت نہیں دوں گا جب تم مانگوں گی۔ اس وقت دوں گا جب تم آخری سانسیں لے رہی ہو گی۔" وہ غصے اور نفرت میں اپنے ہی نہیں انسانیت کے مقام سے بھی گر گیا تھا۔

"وہ دن کبھی نہیں آئے گا حارث۔!" اس کے آنسو بے بسی سے گرنے لگے تھے۔ اسے تکلیف میں دیکھ کر حارث کو راحت ملنے لگی تھی۔ وہ اسے دیکھتا طنز سے مسکرا دیا تھا۔

☆☆☆☆☆

"زید! آپ آنی کے پاس جا کر خاموش کیوں رہتے ہیں؟ آپ ان سے کوئی بات کیوں نہیں کرتے؟" وہ گزرے سات دنوں سے جو محسوس کر رہی تھی وہ آج کہہ گئی تھی۔

"میں مام سے کیا بات کروں؟ وہ مجھ سے ناراض ہو گئی ہیں۔" وہ آزردگی سے بولتا اسے متحیر کر گیا تھا۔

"آنی! کبھی آپ سے ناراض نہیں ہو سکتیں۔ ماں اولاد سے ناراض ہو ہی نہیں سکتی۔" وہ یقین سے بولی تھی۔

"لیکن مام مجھ سے ناراض ہو گئی ہیں۔ نفرت کرنے لگی ہیں مجھ سے، وہ میرے ہونے پر شرمندہ ہیں۔ میں نے اپنے نفس کی تسکین کے لیے ان کی پرورش کو گالی دی ہے۔ تم جان جاؤ نا کہ میں کس قدر گرا ہوا ہوں، کس قدر گندگی میں لتھڑا ہوا ہوں تو تم بھی مام کی طرح مجھ سے نفرت کرو گی۔" اس کے لہجے میں ایسا کچھ تھا کہ وہ کانپ اٹھی تھی۔ ایک ہفتے سے وہ زاہد خان کہیں نظر نہ آیا تھا جو اسے عجلۂ عروسی میں ملا تھا جسکے ساتھ اس نے دو ماہ گزارے تھے۔ مگر اب جس کے چہرے پر نرمی، زبان میں حلاوت، آنکھوں میں اداسی نے ڈیرے ڈال لیے تھے وہ یکسر ہی بدل گیا تھا۔ کیوں، کیسے، وہ انجان تھی۔

"زید کچھ لوگوں، کچھ رشتوں سے انسان چاہ کر بھی نفرت نہیں کر سکتا۔ آنی آپ سے نفرت نہیں کرتیں، میں بھی آپ سے نفرت نہیں کر سکتی، مجھے آپ سے تب بھی نفرت محسوس نہیں ہوئی تھی جب آپ کو اسموکنگ، ڈرنکنگ کرتے دیکھا

http://paksociety.com

تھا۔لڑکیوں کے ساتھ آپ کی بے تکلفی دیکھی تھی۔ہاں اندر بہت کچھ ٹوٹا تھا۔میں نے تصوّر بھی نہیں کیا تھا کہ آپ ایسے ہوں گے؟" وہ گہری سنجیدگی سے بول رہی تھی۔

"میں نہیں جانتی کہ آپ کے اور آنی کے درمیان کیا ہوا ہے،نہ جاننا چاہتی ہوں کہ وہ ماں بیٹے کا معاملہ ہے۔میرا کوئی حق نہیں بنتا کہ ماں بیٹے کے درمیان آؤں۔" وہ نرمی سے کہتی اسے تحیّر زدہ کر گئی تھی۔

"آپ سے اتنا ضرور کہوں گی کہ آنی! آپ سے نفرت نہیں کرتیں کیونکہ آپ آنی کے بیٹے ہیں اور یہ ایک ماں کا ہی حوصلہ ہوتا ہے کہ اولاد کتنی ہی بری کیوں نہ ہو وہ اولاد کو دھتکارتی نہیں ہے۔ سختی سے پیش آتی ہے تو صرف اسی لیے تاکہ اس کی اولاد برائی کی دلدل سے نکل آئے کہ جب دنیا ہمیں دھتکار کے تنہا کر دیتی ہے تو ہمیں سہارا دینے والے دو ہاتھ ماں کے ہی ہوتے ہیں کہ ماں دنیا کی بھیڑ میں بھی اولاد کو پہچان لیتی ہے اسے تنہا نہیں ہونے دیتی۔" اس کا نرم لہجہ زاہد خان کے دل پر اثر کر رہا تھا۔

"اس دن آنی نے آپ سے دل سے نہیں کہا ہو گا اور کہا تھا تو اس کا حل یہ نہیں کہ آپ خود کو آنی سے دور کر لیں۔ان کی ناراضگی کے ڈر سے بات نہ کریں۔ حل تو یہ ہے کہ آپ خود کو ایسا بنائیں کہ آنی آپ پر، آپ کے ہونے پر فخر کر سکیں۔" وہ اس میں تبدیلی محسوس کر چکی تھی۔اس لیے موقع ملا تھا تو اس کی درست جانب راہنمائی کرنے لگی تھی۔

"آنی کومہ میں ہیں وہ آپ سے بات نہیں کر سکتیں، آپ کو سُن نہیں سکتیں لیکن مجھے یقین ہے وہ آج بھی مگر آپ کو محسوس کر سکتی ہیں اور جو بات آپ پہلے کبھی نہیں کہہ سکے وہ اب آنی سے کہہ دیں کہ اب آپ کی اچھائی اور سچائی ہی آنی کو کومہ سے باہر لا سکتی ہے۔ان کو نئی زندگی دے سکتی ہے۔" وہ اس کا پر سوچ انداز محسوس کر رہی تھی،اس کی آنکھوں میں الجھن محسوس کرتی مزید کہنے لگی تھی۔

"آپ اچھائی کی طرف قدم تو اٹھائیں زید! مجھے اپنا ہمقدم پائیں گے۔میں اندھیری رات میں اچھائی کا اجالا بن کر آپ کے ساتھ چلوں گی۔مجھے آپ کی ضرورت ہے زید! آپ میرے ہمقدم نہیں ہوں گے تو روشنی بھی اندھیرے کی نظر ہو جائے گی۔اس لیے آپ اپنے اصل کی طرف لوٹ آیئے۔" وہ اس کا ہاتھ تھامے اس کو قائل کر لینا چاہتی تھی۔ماں کی باتیں،اب بیوی کی گفتگو وہ سوچ بچار کرنے لگا تھا مگر نتیجہ پر پہنچ نہیں پا رہا تھا۔اس کی خاموشی اب بھی نہیں ٹوٹی تھی اور مہ رخ نے بھی ہمت نہیں ہاری تھی۔

"شراب کی ایک بوتل نہیں پانی کا ایک شفاف قطرہ زندگی ہے۔شفاف، معطر، پاکیزہ زندگی آپ کی منتظر ہے۔آنی کے لیے لوٹ آیئے۔اچھائی کو گلے لگا کر برائی کو خیر باد کہہ کر آنی کو بتا دیجئے کہ ان کی پرورش غلط نہیں تھی، آپ بھٹک گئے تھے اور سچے راستے کی طرف، اللہ اور اپنی ماں کی طرف پلٹ آئے ہیں۔" مہ رخ کے آنسو گرنے لگے تھے۔

"میں نہیں کر پا رہا، میں ایک مدت سے برائی کے پیچھے سرپٹ بھاگتا رہا ہوں۔دلدل میں من اور تن سے اتر گیا ہوں۔میں اچھائی کے قابل نہیں رہا۔میری بدنیتی، میری ہوس پرستی مجھے مام کی نظروں سے گرا گئی ہے۔بہت تکلیف میں ہوں مہ رخ، مام! کی

http://paksociety.com

اس حالت کا ذمہ دار صرف میں ہوں۔ وہ مجھے برائی سے روکتی رہیں، میں برائی کی طرف بڑھتا رہا اور میری برائی میری ماں کو موت کے دھانے پر لے گئی۔ میں خود کو معاف نہیں کر سکتا۔" اس کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

"ہم خود کو یا کسی دوسرے کو معاف کرنے والے کون ہوتے ہیں؟ غلطیاں، گناہ کون نہیں کرتا، سب جانے، انجانے میں کر ہی جاتے ہیں۔ آپ سے بھی ہو گیا۔ آپ اللہ سے معافی مانگیں، وہ سچے دل سے طلب کی گئی توبہ نظر انداز نہیں کرتا۔ آپ اللہ کی طرف ایک قدم بڑھ کر دیکھیں اللہ ستّر قدم بڑھ کر آپ کو تھامے گا۔" وہ اسے امید اور آس دلا رہی تھی۔

"نیکی اور اچھائی تو مام کی صورت میں میرے سامنے تھی، میں نے جس کی قدر نہ کی، ماں کا احترام کبھی نہیں کیا جسکی وہ حقدار تھیں، ہر قدم پر انھیں مایوس کیا اور آخر انھیں موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ میں مجسم روشنی کے میسر ہونے کے باوجود بھٹکتا رہا۔ مگر اب میں ہر وہ کام کروں گا، ہر وہ عمل کروں گا جو میرے اللہ کا فرمان، نبی ﷺ کی تعلیمات ہیں جن پر مام نے ہمیشہ مجھے چلانا چاہا مگر میں ان کی روش پر نہ چل سکا مگر اب وہ کام کروں گا جو اللہ کا حکم اس کی رضا اور میری ماں کی راحت کا سبب ہے۔" وہ رو رہا تھا اور وہ یکدم کھل اٹھی تھی۔

وہ گر کر سنبھلنے والوں میں سے تھا، دیر ہو گئی تھی پر اتنی بھی نہیں کہ ابھی توبہ کے در کھلے ہوئے تھے اور جب تک توبہ کے در بند نہ ہوں انسان پلٹ سکتا ہے اور وہ بھی اپنے اصل کی طرف پلٹنے لگا تھا۔ اللہ کی رحمت کے دروازے تو کھلے ہی رہتے ہیں، کوئی ان دروازوں سے بس داخل ہونا تو دور ان تک جانے کا خیال ہی کرے تو رب اپنی رحمت سے آگے راستے بناتا سیدھا صراطِ مستقیم کے راستے تک لے جاتا ہے اپنے خاص کرم اور اپنے خاص دروازوں سے اور اس پر رب کی خاص نگاہ پڑ گئی تھی وہ نیکی کے دروازے کی جانب بڑھنے لگا تھا۔ رب اسے تھامتا جا رہا تھا کہ اللہ اپنے گنہگار سے گنہگار شخص کو بھی معاف کر دیتا ہے بس آزمائش شرط ہے !!!

☆☆☆☆☆

"حارث! تم دونوں نے آگے کا کیا سوچا ہے۔ دعوتوں سے فارغ ہوئے بھی ہفتہ ہونے کو آ رہا ہے۔ آؤٹنگ کے لیے کب اور کہاں جا رہے ہو؟" کھانے سے فراغت کے بعد وہ سب حسبِ معمول لاؤنج میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے جب کوثر لودھی نے ٹی وی کے چینل بدلتے حارث کو مخاطب کیا تھا۔

"مما! اس سلسلے میں آپ اپنی بہو سے رابطہ کریں۔ یہ محترمہ کیونکہ کہیں جانا ہی نہیں چاہتیں اور میں اسے فورس نہیں کر سکتا کہ آپ کی بہو کی مرضی کے خلاف کوئی کام کروں گا تو آپ مجھ پر خفا ہوں گی۔" وہ لہجے میں ناراضی اور بشاشت کا عجیب سا امتزاج سموئے بولا تھا اور سب کی نگاہیں بے اختیار ایشل پر اٹھی تھیں۔

"یہ میں کیا سن رہی ہوں ایشل؟" شہلا لودھی نے خفگی سے استفسار کیا تھا۔

"مما میں نے جانے سے منع نہیں کیا۔" وہ لب کچلنے لگی تھی کہ سمجھ نہیں آیا تھا کہ اپنا دفاع کیسے کرے؟ اس مشکل سے کیسے

نکلے ؟ کیونکہ حارث نے اس سے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کہیں نہیں جائے گا اوراب وہ سب کے سامنے سارا الزام اس کے سر ڈال کر خود بری الزمہ ہو گیا تھا۔

"تو کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟" ایشل بے بسی سے اسے دیکھنے لگی تھی اور اس کی بے بسی حارث کو اندر ہی اندر پر سکون کرنے لگی تھی۔

"چاچی! میں نے تو ٹکٹ بھی بک کروا لیے تھے مگر ایشل نے منع کر دیا تو میں نے سب کینسل کروا دیا۔" وہ بیبا بچہ بنا ہوا تھا۔

"کیوں بھئی ایشل! کہیں کیوں نہیں جانا یہی تو وقت ہے جب تم اپنی زندگی میں یادیں اکھٹی کر سکتی ہو۔ حارث بھائی کے ساتھ انڈر اسٹینڈنگ پیدا کر سکتی ہو۔" فائزہ مسکرا کر بولی تھی۔ فائزہ کو جو حقیقت پتہ چلی تھی کہ حارث اور ایشل ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اس حقیقت نے اُسے قلبی رنج عطا کیا تھا کہ وہ تو یہی جانتی تھی کہ عائزہ اور حارث ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور اس نے حارث سے کہا بھی تھا جس پر حارث نے بات کرنا ہی مناسب نہیں سمجھا تھا اس نے فائزہ سے کہہ دیا تھا کہ وہ ان معاملات سے دور رہے اور عائزہ کو کچھ نہ بتائے اور فائزہ بہن کو کچھ بتانا چاہتی بھی نہیں تھی کہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی بہن کو تکلیف پہنچے اسے کم عزیز تو ایشل بھی نہ تھی اس لیے وہ عائزہ کے لیے دکھی ہوتی چپ کر گئی تھی۔

"جی یہی میں ان محترمہ سے کہہ رہا تھا۔ مگر انہیں لگتا ہے کہ کہیں جانا ضروری نہیں ہے۔ انڈر اسٹینڈنگ تو وقت کے ساتھ خود ہی ہو جاتی ہے۔" وہ چڑے ہوئے انداز میں بول رہا تھا۔

"جانے نہ جانے کا فیصلہ کر کے اسٹڈی میں آجانا آفس کا کچھ کام ہے۔" اکرام لودھی بولے تھے اور وہ ہاشم کو آنے کا کہتے روم سے نکل گئے تھے۔ ان دونوں کے پیچھے ابراہیم لودھی بھی چائے کا مگ خالی کر کے نکل گئے تھے۔

"ہاں بھئی اب بتاؤ کیوں نہیں، کہیں جانا ہے۔" شہلا لودھی نے ایشل کو خفگی سے دیکھتے سب کے اٹھ کر جانے کے بعد پوچھا تھا۔

"کچھ دنوں سے بہت برے برے خواب آرہے ہیں۔ اسی لیے مجھے سفر پر جانے سے ڈر لگ رہا ہے۔ اس کے علاوہ تو کوئی وجہ نہیں ہے۔ مگر حارث میرے ڈر کو اہمیت دیئے بغیر جانے پر بضد ہے۔ آپ ہی حارث کو سمجھایئے نا تائی اماں وہ ضد چھوڑ دے۔ میں وسوسوں اور وہمات کے ساتھ نہیں جانا چاہتی کہ اس طرح ٹینشن میں گئی تو انجوائے تو بالکل نہیں کر پاؤں گی، الٹے مسئلے ہی کھڑے ہوں گے۔" وہ بہت سوچ کر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بول رہی تھی۔ اور ساتھ ہی کوثر لودھی کی مدد بھی طلب کر لی تھی۔

"ایشل! تمہیں تو ٹینشن لینے اور دینے کی عادت ہی ہو گئی ہے۔ فضول کے وہمات سے نکلو اور جانے کی تیاری کرو۔ شادی کو مشکل سے پندرہ دن ہوئے ہونگے اور تم اپنا حلیہ دیکھو۔" شہلا لودھی نے اس کے عذر کو ذرا برابر بھی اہمیت نہیں دی تھی اور اس کی

http://paksociety.com

نہیں لگایا تھا کہ کچھ کرتی تھی تو حارث کا عتاب نازل ہوتا تھا نہیں کرتی تھی تو وہ دونوں اس کا پیچھا لے لیتی تھیں۔

"لگتا ہے کہ شادی کو پندرہ دن نہیں پندرہ سال ہو گئے ہیں۔" وہ بیٹی کو بخشنے کو بالکل تیار نہ تھیں کہ انہوں نے شادی کہ بعد اس میں کسی قسم کی تبدیلی محسوس کی تھی تو وہ خاموشی اور سنجیدگی تھی۔ اس کے علاوہ اس کے معمولاتِ زندگی میں کوئی خاص فرق نہیں آیا تھا۔

"حارث جانے کے مسئلے پر الجھا مجھ سے ناراض ہے اس لیے میرا کچھ بھی کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔" وہ گلوگیر لہجے میں بولی تھی اور وہ نرم پڑ گئی تھیں۔

"اسی لیے کہہ رہی ہوں کہ تم لوگ آؤٹنگ پر چلے جاؤ۔ ماحول بدلے گا تو تمہیں اچھا لگے گا۔ پچھلے دنوں تم بیمار بھی تو رہی ہو نا تو تمہیں چینج کی ضرورت ہے۔" شہلا لودھی اب کے نرمی سے بولی تھیں۔

"ہاں بیٹا! شہلا نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ باہر جاؤ گی تو مائنڈ فریش ہو جائے گا، تمہارے دل اور دماغ پر اچھا اثر پڑے گا۔" کوثر لودھی اس کے لیے مخصوص نرم لہجے میں بولی تھیں۔

"لیکن تائی اماں"!

"لیکن ویکن کچھ نہیں ایشل! تم بچی تو ہو نہیں کہ تمہیں شادی شدہ زندگی کے تقاضے اور شوہر کی خوشنودی حاصل کرنے کے طریقے بتائے اور سمجھائے جائیں۔ اب تمہاری شادی ہو گئی ہے من مانیاں کرنا چھوڑ دو، حارث اب تمہارا کزن نہیں، شوہر ہے اسے پہلے کی طرح ٹریٹ نہ کرو کہ ضد لگائی، بیٹ لگائی، بات آئی گئی ہو گئی۔ حارث کی خوشی کا، اس کی مرضی کا ہر حال میں تم نے خیال رکھنا ہے۔" انھوں نے بیٹی کو سختی سے ٹوک دیا تھا۔

"فائزہ کو دیکھو تم سے ایک سال چھوٹی ہے مگر اس نے کبھی ہاشم کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔ اپنے مسئلے کبھی ہم تک آنے نہیں دیے۔ خود ہی سولو کر لیتی ہے۔ ہاشم کے گرم مزاج سے تو تم بھی واقف ہو مگر فائزہ نے سب کچھ کتنے اچھے سے سنبھالا ہوا ہے اور تمہارا بچپنا ہی ختم نہیں ہو رہا۔ تمہاری حیثیت اس گھر میں بدل گئی ہے تم پہلے بیٹی تھیں اب بہو بن گئی ہو۔ تم پر پہلے ذمہ داریاں نہ تھیں مگر اب تم نے ذمہ داریوں کو اٹھانا ہے اور جب تم ابھی شوہر کو ہی، اس کے مزاج کے مطابق ٹریٹ نہیں کر پا رہیں تو باقی لوگوں کا کیسے خیال رکھ پاؤ گی؟ گھر بسانے کے لیے قربانیاں دینی پڑتی ہیں، صبر اور برداشت کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے اور ہم نے تمہارے معمولاتِ زندگی میں کوئی خاص فرق محسوس نہیں کیا۔ صرف یہ لگتا ہے کہ تم ایک کمرے سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی ہو۔ جبکہ ایسا نہیں ہے، تمہارا مقام اور تمہاری حیثیت بدل گئی ہے۔ مگر تم پہلے والی ایشل ہی لگ رہی ہو۔ تمہارے چہرے پر سہاگنوں کا سا روپ ہی نہیں ہے۔ کوئی مسئلہ ہے تو کہو نا! ہم ہیں نا! سولو کرنے کے لیے مگر یوں اپنی اور ہماری زندگی کھٹن نہ بناؤ۔" حارث انتقام کی راہ پر چلتے اس کو نیچا دکھانے کے لیے جو چھوٹی موٹی بات کر دیتا تھا شہلا لودھی اسی کے زیرِ اثر بول رہی

http://paksociety.com

تھیں۔ایشل کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔حارث اس کو یونہی کسی بات پر موردِ الزام ٹھہرا کر تماشا دیکھنے کو رکتا تک نہ تھا۔عائزہ نے ان کی دعوت کرنا تھی، مگر اس نے ایشل سے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ نہیں جائے گا اور اس مسئلے سے جس طرح وہ نکلی تھی بس وہی جانتی تھی مگر اس نے اس دن بھی شہلا لودھی سے کئی صلواتیں سنی تھیں۔وہ جن لوگوں کے لیے اس کے ظلم برداشت کر رہی تھی وہ انہی رشتوں سے اسے دور کر دینا چاہتا تھا۔

"میری وجہ سے آپ سب لوگ تکلیف میں ہیں میں کوشش کروں گی کہ آئندہ ایسا کچھ نہ کروں کہ آپ لوگوں کو مجھ سے شکایت ہو۔میں ابھی حارث سے کہہ دیتی ہوں وہ ٹکٹ بک کروالے۔"وہ سوں سوں کرتی کہتی اٹھ کر کمرے میں چلی گئی تھی۔

"بھابھی! آپ کیوں خاموش ہیں؟ میں اسی لیے کہتی تھی کہ ایشل کو اتنی چھوٹ نہ دیں کہ بس وہ اپنی مرضی اور ضد کی عادی ہو جائے۔"انہیں کوثر لودھی کی خاموشی بری طرح ڈسٹرب کر رہی تھی۔

"اونہہ، لیکن مجھے لگ رہا ہے شی جی کہ کہیں کچھ ایسا ہے جو ہم دیکھ اور محسوس نہیں کر پا رہے۔کچھ ایسا ہے جو مجھے ڈسٹرب کر رہا ہے۔آجکل عجیب سے وہم اور خواب۔۔۔۔۔۔"

"پلیز بھابھی، ایشل کو آپ کی اسی طرح کی سپورٹ نے نازک مزاج بنا دیا ہے۔اپنے بھلے کی بات تک نہیں سنتی۔پریشانی ہے تو کہے نا یوں منہ لٹکائے پھرنے سے کیا حاصل؟ اداس اور دکھی تو وہ مجھے بھی لگتی ہے لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟ کیسے اسے بہلائیں پھسلائیں کہ اب بچی تو ہے نہیں۔"محسوسات تو ان کے بھی اچھے نہ تھے پر ان کے نزدیک خاموشی حل نہ تھا اور وہ حارث کی لگائی آگ کے سبب آج کل بیٹی سے ہی بدگمان ہونے لگی تھیں۔

"مشل بھی تو ہے ایشل سے صرف تین سال بڑی ہے۔اس کی شادی تو پھر غیروں میں ہوئی ہے مگر اس نے خود کو ایڈجسٹ کر لیا ہے۔اپنے گھر بار میں خوش اور مگن ہے۔ایشل کے تو مزاج ہی نہیں ملتے اپنی ذات کے حصار سے نکل کر سوچے گی تو ہی خوش رہے گی اور رکھے گی۔"وہ سخت برہم تھیں کیونکہ وہ جو اس سے پہلے کہتی تھیں وہ مان ہی لیتی تھی مگر اب وہ صرف وہ کرتی تھی جو کرنا چاہتی تھی جبکہ وہ صرف وہ کر رہی تھی جو حارث چاہتا تھا۔

"حارث کی جگہ کسی اور سے شادی ہو جاتی تو نہ جانے کیا کرتی یہ لڑکی، یہاں کم از کم آپ اسے کچھ کہتی تو نہیں ہیں، کوئی اور ساس بہو کے یہ ڈھنگ برداشت کر ہی نہیں سکتی۔"وہ شہلا لودھی کی باتیں سن کر راحت سے مسکرا دیا تھا کہ وہ اپنی مقصد میں کامیاب جا رہا تھا۔اس کی کمال کی اداکاری اسے اچھا اور ایشل کو برا بنا رہی تھی۔

"تم کچھ بھی کہو شی جی! میں تو یہی کہوں گی کہ وقت کے ساتھ سب سیٹ ہو جائے گا کیونکہ اگر ایشا نازک مزاج ہے تو حارث بھی کچھ کم نہیں ہے۔غصہ کا بھی تمہیں پتا ہے۔دونوں بچوں کو سیٹ ہونے میں وقت لگے گا اور رہ گئی بات جانے کی تو میں یہی کہوں گی کہ ایشا کے ذہن میں ڈر ہے تو اس کا نہ جانا ہی ٹھیک ہے اسے فورس نہ کیا جائے حارث سے میں خود بات کروں گی۔جب ایشا نے

http://paksociety.com

جانا ہی نہیں ہے تو ضد سے کیا حاصل کہ جانا اب اتنا بھی ضروری نہیں ہے۔ ہم تو اس لیے بھیج رہے تھے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے مزاج سے ہم آہنگی پیدا کر لیں گے لیکن ہم آہنگی اس طرح کے حالات میں مجھے نہیں لگتا کہ پیدا ہو گی۔ سمجھانے کی صرف ایشا کو ہی نہیں حارث کو بھی ضرورت ہے۔" وہ لب اور مٹھیاں بھینچے اپنا ضبط آزما گیا تھا کہ اس نے اسی لیے تو اپنی ماں کے سامنے مسائل رکھنا شروع نہیں کئے تھے کہ اسے سو فیصد یقین تھا کہ وہ ایشل کی ہی حمایت کریں گی۔ اسی لیے اس نے شہلا لودھی کا انتخاب کیا تھا کہ وہ بیٹی کی ضد و نازک مزاجی سے نالاں رہتی تھیں۔ وہ غصے سے کھولتا کمرے میں داخل ہوا تو وہ سو رہی تھی۔ اس کے خوبصورت چہرے پر آنسوؤں کی لکیریں سی بنی ہوئی تھیں جو اس بات کی گواہ تھیں کہ وہ روتے روتے سوئی ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر جھنجھوڑ کر اسے اٹھا دیا تھا وہ کچھ غائب دماغی سے، کچھ ڈر سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"حارث! کیا ہوا ہے؟" اس کا لہجہ بوجھل ہو رہا تھا۔

"میری نیندیں اڑا کر تم اتنے سکون سے کیسے سو سکتی ہو۔" وہ غصے سے چیخا تھا اور ہاتھ پکڑ کر اسے بیڈ سے نیچے دھکیل دیا تھا۔ اس کا سر سائیڈ ٹیبل سے بری طرح ٹکرایا تھا۔ خون کا فوارہ اور تکلیف کا احساس، وہ رو پڑی تھی۔

"جاؤ جا کر اپنی تائی اماں کو بتا دو۔" اس کے سیدھے ہوتے ہی وہ خون دیکھ کر بھی نرم نہیں پڑا تھا اور غصہ سے کہتا اسے باہر کی طرف دھکا دے گیا تھا اور اسی وقت دروازہ ناک ہوا تھا وہ سہم سی گئی تھی اور اسے بھی خود کو سنبھالنا پڑا تھا۔

"کون ہے؟" اسے واش روم میں جانے کا کہتا وہ ڈور کھولنے کو بڑھا تھا۔ باہر فائزہ تھی۔

"چھوٹے ماموں (ابراہیم لودھی) نے دی ہے یہ فائل، ہاشم کہہ رہے تھے کہ آپ اسے ایک نظر دیکھ لیں۔" وہ سر ہلا کر فائل تھام گیا تھا۔

"مجھے کوئی اور بندوبست ہی کرنا پڑیگا۔ یہاں تو کچھ کرتا ہوں تو ہزار خدشے کہ کسی کو خاص کر مما کو پتہ نہ چل جائے۔ اور جس طرح مما ایشل کو فیور کرتی ہیں اس طرح تو حقیقت ان کے علم میں آجائے گی۔ اس لیے مجھے ایشل کو یہاں سے لے کر جانا ہو گا۔" وہ غصہ اور پریشانی سے سوچ رہا تھا اور وہ ڈریسنگ روم میں مرر کے سامنے کھڑی روتی ہوئی خود ہی ماتھے کی بینڈیج کرنے لگی تھی۔ لوٹی تو وہ بیڈ پر بیٹھا فائل اسٹڈی کر رہا تھا۔

"میرے لیے ایک کپ کافی بنا کر لے آؤ۔" آہٹ پر سر اٹھائے بغیر مصروف سے انداز میں بولا تھا۔

"میں کیسے کافی بنا سکتی ہوں؟" اس کا لہجہ بھاری ہو رہا تھا۔

"کیوں تمہارے ہاتھ نہیں ہیں؟" سر اٹھا کر طنز سے پوچھا تھا۔ متورم چہرہ، سرخ بھیگی آنکھیں، ماتھے پر لگی بینڈیج وہ یکدم ہی نگاہ چرا گیا تھا۔

"جب کل تم نے کافی کے لیے کہا تھا تو تائی اماں نے منع کر دیا تھا وہ کہہ رہی تھیں کہ وہ پہلے کھیر میں ہاتھ ڈلوائیں گی پھر میں

http://paksociety.com

کچن میں کوئی بھی کام کر سکوں گی۔اس سے پہلے نہیں۔"اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا اس لیے وہ بیڈ پر ٹکتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولی تھی۔

""مما کیا کروائیں گی یہ مما کا مسئلہ ہے میرا نہیں۔تم وہ کرو جو کہا ہے۔کافی بنا کر لاؤ۔"اس کے لہجے میں حکم وہٹ دھرمی تھی۔

"میں نہیں بنا رہی۔تم ہر مصیبت میرے سر پر ڈال کر چلتے بنتے ہو تماشہ دیکھنے رکتے تک نہیں ہو۔میں مما، تائی اماں کو صفائیاں دے دے کر ہارنے لگتی ہوں۔"وہ روتے ہوئے بے بسی سے انکار کر گئی تھی مزید کچھ کہہ رہی تھی کہ حارث کے بھاری ہاتھ کا تھپڑ اس کے چودہ طبق روشن کر گیا تھا اور وہ اس کو بے حد، بے یقینی سے دیکھنے لگی تھی۔

"بحث مجھے پسند نہیں ہے، جو کہا ہے کر سکتی ہو تو ٹھیک ورنہ میرے کمرے سے دفع ہو جاؤ۔شادی مجھ سے کی ہے تو بات بھی میری ماننی ہو گی۔ورنہ جاؤ اپنی تائی اماں کے پاس چلی جاؤ میں روک نہیں رہا تمہیں، میرے ساتھ رہنا ہے تو میری مرضی کے مطابق رہنا ہو گا۔"وہ اس کو دیکھتے ہوئے بولا تھا جو دائیں رخسار پر ہاتھ رکھے اب تک اسے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔

"اتنا برا سہنے کے باوجود بھی تمہیں مجھ سے نرمی کی توقع ہے۔"طنز سے اس کی بے یقینی پر چوٹ کی تھی۔

"ہاں! جو کام پہلی دفعہ، امید کے برخلاف ہو۔وہ یونہی بے یقین کر دیتا ہے۔تم اپنے ترکش کے تمام تیر دھیرے دھیرے ہی نکالو گے اور میں یونہی حیران ہوتی رہوں گی کہ اب تک مجھے یہی یقین نہیں آسکا کہ تم وہی حارث ہو جس کے ساتھ میں نے بہت اچھا وقت گزارا ہے، جو میرا بہت اچھا دوست تھا۔"اس کی آنکھوں سے قطرہ قطرہ لہو رسنے لگا۔اس پر کسی نے پہلی دفعہ ہاتھ اٹھایا تھا، تکلیف اور بے یقینی اسی لحاظ سے تھی۔

"مجھے یہ مت بتاؤ کہ کون کیا تھا، کہ تمھاری اصلیت تو میں بھی جان گیا ہوں۔تمہاری اصلیت مجھے بھی یوں ہی بے یقین کر گئی تھی اور میں تو اپنے رویے پر خود بھی بے یقینی کا شکار ہی رہتا ہوں۔اب اٹھو اور تین منٹ میں میرے لیے کافی بنا کر لاؤ دیر کرو گی تو پندرہ دن پہلے کی وہ سرد رات یاد کر لینا جو تمھاری کھلے آسمان تلے گزری تھی۔وہ تلخی سے کہتا اس کے زخم ہرے کر گیا تھا۔

"وہاں کوئی نہ تھا تم نے اپنا بھرم رکھ لیا۔مگر یہاں گھر کی چار دیواری تمہیں کس طرح بے اماں کرے گی یہ تمہیں تب پتہ چلے گا جب تم تین منٹ سے ایک سیکنڈ بھی اوپر کرو گی۔"وہ اس کی پھٹی پھٹی آنکھوں کو نظر انداز کرتا ٹائم بتاتا اپنی فائل کو دیکھنے لگا تھا۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے کافی پھینٹی تھی، دودھ گرم کیا تھا اور آنے والے وقت کا سوچ کر اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا کہ وہ جانتی تھی کہ تین منٹ میں کافی نہیں بن سکتی اور ہوا بھی یہی تھا کہ اسے فرسٹ فلور پر بنے اپنے کمرے سے سیڑھیاں اتر کر کچن تک آتے ہی دو منٹ گزر گئے تھے۔

"حارث کافی۔"وہ کھڑکی میں کھڑا سگریٹ پی رہا تھا کہ اس کی آواز پر چونکا تھا اور کچھ کہے بغیر اس نے مگ ٹرے سے اٹھا لیا

http://paksociety.com

تھا۔اس نے ڈرتے ڈرتے اسے دیکھا تھا کہ وہ پورے گیارہ منٹ بعد کافی لے کر آئی تھی مگر اس نے بڑی خاموشی سے کافی کے گھونٹ بھرنا شروع کر دیئے تھے۔اس نے کافی پہلی مرتبہ بنائی تھی مگر مزیدار تھی اس کا دکھتا سر اور چٹختے اعصاب پر سکون ہونے لگے تھے۔وہ لب کچلتی اس کو دیکھنے لگی تھی، سرخ اور سپید رنگت، تیکھے نین نقش، کھڑی مغرور ناک، بھرے بھرے ہونٹ، کسرتی جسم، اس ایک شخص کو اس نے بہت چاہا تھا۔اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں وہ پلٹی تھی کہ وہ اس کا بازو تھام گیا تھا۔

اس کی خاموشی طوفان سے پہلے کی تھی۔وہ دیر سے کافی لانے پر اس کے لیے سزا تجویز کرتا بڑے سکون سے بیڈ پر جا کر لیٹ گیا تھا اور وہ اس کی اس سزا پر کچھ سکون سا محسوس کرنے لگی تھی وگرنہ تو اسے یہی ڈر تھا کہ اس نے کمرے سے نکال دیا اور کسی نے دیکھ لیا تو وہ کیا کہے گی؟ وہ بیڈ پر نیم دراز کتاب پڑھنے میں مشغول تھا اور اسے اب بے مقصد کھڑے رہنا کھٹن لگنے لگا تھا حارث نے اس کے لیے یہ سزا تجویز کی تھی کہ وہ اس کے جاگنے تک اس کے سرہانے ہاتھ باندھے کھڑی رہے گی۔ایک گھنٹہ، دو گھنٹے اور تین گھنٹے اس نے کس طرح گزارے بس وہی جانتی تھی۔اس کے سونے کے بعد وہ جس لمحے بیڈ پر لیٹی تھی اس کے پاؤں اور پورا جسم دکھ رہا تھا اور وہ درد سے تڑپتی کروٹیں بدلتی رات کے نہ جانے کس پہر سو گئی تھی۔حارث نے صرف اس سے نفرت اور انتقام کا رشتہ رکھا ہوا تھا۔وہ اس کا وجود اپنے بیڈ پر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔اسی لیے ولیمے کی تقریب کے بعد جب وہ سونے کے لیے لیٹ رہی تھی تو اس نے اسے بیڈ سے اٹھ کر کہیں اور جا کر سونے کا حکم دیا تھا۔تب وہ بولی تھی۔

"تم فاصلے دور کرنا نہیں چاہتے، تو پھر کیا مسئلہ ہے۔میرے کچھ چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ہو گا تو وہی نا جو تم چاہتے ہو۔اور جب تمہیں مجھ میں دلچسپی ہی نہیں ہے تو تمہیں کیا فرق پڑتا ہے کہ میں کہاں سو رہی ہوں؟" وہ اس کی بات پر لب بھینچ کر چپ رہا تھا کہ یہ کہہ ہی نہیں سکتا تھا کہ اسے فرق پڑتا ہے مگر یہ فرق وہ اس پر ظاہر کر کے خود کو کمزور ظاہر نہیں کر سکتا تھا اسلیے وہ بیڈ پر ہی سوتی تھی، اس کی آزمائش بن کر۔اس سے تو واقعی اسے کوئی دلچسپی نہ تھی مگر وہ نظر انداز کرنے کے قابل بھی تو نہ تھی۔اس کے جذبات جانے انجانے میں ہی بھڑکا دیتی تھی یہ اور بات تھی کہ وہ اپنی خودی اور انا کے زعم میں کمزوری دکھانا نہیں چاہتا تھا کہ ایشل کو اس نے جھکانے، توڑ دینے کا عہد کیا تھا نہ کہ خود اس کے سامنے جھکنا چاہتا تھا۔

وہ گہری نیند میں تھا جب مستقل ہونے والی دستک پر اس کی نیند کا تسلسل کچھ ٹوٹا تھا۔اس نے کروٹ بدلی تھی اور اس کا ہاتھ ایشل کے رخسار سے جا ٹکرایا تھا وہ اسے دیکھنے لگا تھا۔وہ سوتے ہوئے بہت معصوم لگ رہی تھی۔اس نے اسے دیکھتے ہوئے اس کا ماتھا چھوا تھا اور اس کے شک کی تصدیق ہو گئی تھی۔وہ بخار میں تپ رہی تھی اور وہ ایک گہری سانس کھینچتا اٹھ گیا تھا کہ دروازے پر دستک مسلسل ہو رہی تھی۔باہر احمد تھا جو اکرام لودھی کا پیغام لے کر آیا تھا کہ وہ جلدی آفس پہنچے گیارہ بجے میٹنگ ہے۔

"احمد! میں ناشتہ نہیں کروں گا۔تم مجھے ایک کپ چائے لا دو۔" وہ ان کی ملازمہ نوراں کا چودہ سالہ بیٹا تھا سر اثبات میں ہلاتا پلٹ گیا تھا۔

http://paksociety.com

"مجھے مما کی لاڈلی کی نازک مزاجی کا کچھ کرنا ہی پڑے گا۔" ڈاکٹر معصومہ کو کال ملاتے ہوئے اس نے تلخی سے سوچا تھا اور اسے ہلا کر سہارا دے کر بٹھا کر ڈاکٹر معصومہ کی بتائی گولیاں اسے کھلائی تھیں جبکہ زہر دے دینے کو اس کا دل بری طرح مچلا تھا اور اس کا سر تکیہ پر صحیح کرتے ہوئے اس کی نگاہ اس کے روئی سے گال پر پڑی تھی جس پر انگلیوں کے نشان واضح تھے۔

"مما! نے اپنی لاڈلی کے رخسار پر انگلیوں کے نشان دیکھ لیے تو مجھے جان سے ہی مار دیں گی۔" وہ کچھ بے چینی سے سوچ رہا تھا کہ وہ سب کے درمیان رہ کر کچھ باؤنڈ تھا۔ اسے کوثر لودھی کی وجہ سے اس کی ناز برداریاں بھی اٹھانی پڑتی تھیں جیسے اس وقت وہ اس کی کیئر کرنے پر مجبور تھا۔ اسے کمبل اوڑھا کر وہ آفس جانے کی تیاری سے کمرے سے نکلا تھا۔

"گڈ مارننگ مما!" پہلا ٹاکرا ہی ماں سے ہوا تھا۔

"مارننگ، آج دیر کر دی اٹھنے میں اور یہ ایشا کہاں ہے؟" بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بہو کا پوچھا تھا۔

"ایشل کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ سو رہی ہے۔" نرمی سے جواب دیا تھا۔

"بیٹا اگر ایشا کہیں جانا نہیں چاہتی تو نہ جاؤ۔"

"جی مما! ایشل سے میری بات ہو گئی ہے اور ہم نے ڈی سائیڈ کیا ہے کہ ہم اپنے گھر چلے جائیں گے۔ آئی مین اس گھر میں جو میں نے ایشل کو منہ دکھائی میں گفٹ کیا ہے۔" وہ نرمی سے بولا تھا اور انہیں اس کا فیصلہ درست ہی لگا تھا۔

"اوہوں! آئیڈیا برا تو نہیں ہے کہ تم لوگوں کو چینج کی، ایک ساتھ وقت گزارنے کی ضرورت ہے۔ ویسے وہ گھر تمام سہولیات سے آراستہ تو ہے نا! کہیں تم دونوں کو پریشانی ہو۔؟" وہ فکر کرنے پر مجبور ہو جاتی تھیں۔

"مما! وہاں ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔ میں نے تو شادی سے پہلے ہی سوچ لیا تھا کہ ہم شروع کے ماہ وہیں گزاریں گے اور بعد میں ہر ویک اینڈ پر جایا کریں گے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"مگر وہاں تم دونوں کو کھانے پینے کی پریشانی تو ہو گی، یہاں سے نوراں۔۔۔"

"نہیں مما، کسی کو نہیں لے جا سکتا۔" جلدی سے کہہ گیا تھا۔

"پھر کھاؤ گے، پیو گے کیسے، ایشا کو تو کھانا بنانا آتا ہی نہیں ہے۔" انہوں نے مسئلہ سامنے رکھا۔

"آئی نو مما! کبھی باہر سے کھا لیا کریں گے اور کبھی مل کر بنا لیا کریں گے کہ ایشل کو نہیں آتا مجھے تو آتا ہے، میں خود ہی لندن میں اپنے لیے کھانا بناتا تھا۔" اس نے ماں کی تشفی کی خاطر کہا تھا ورنہ وہ تو ایشل کو وہاں خطرناک ارادوں کے ساتھ لے جا رہا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے، جیسے تمہاری مرضی، جانے کا کب تک ارادہ ہے؟" وہ ان کی خوشی میں خوش ہو گئی تھیں۔

"کل چلے جائیں گے آپ نوراں سے کہہ کر پیکنگ کروا دیجئے گا۔" وہ ان کو خدا حافظ کہتا باہر نکلتا چلا گیا تھا۔ جبکہ وہ اس کے

http://paksociety.com

اس نئے پینترے سے فی الحال انجان تھی۔

☆☆☆☆☆

"خیریت تو ہے آج تم نے حارث بھائی پر بجلیاں گرانے کا منصوبہ کس خوشی میں بنایا ہوا ہے؟" ایشل اسٹائلش سوٹ اور لائٹ سے میک اپ میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔ فائزہ کے شرارت سے پوچھنے پر جھینپ گئی تھی۔

"حارث خفا تھا نا تو بس اس لیے۔" وہ خجل ہو کر کہتی ان دیورانی، جیٹھانی کو مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

"ایسے ہی رہا کرو، اچھی لگ رہی ہو۔" کوثر لودھی نے اسے شانے سے تھام کر اپنے نزدیک کر کے اس کی پیشانی چومی تھی۔ انہیں تو اس پر واری صدقے جانے کا موقع چاہیئے ہوتا تھا اور اندر داخل ہوتے حارث کو یہ منظر اندر تک خاکستر کر گیا تھا۔

"وعلیکم السلام! حارث بھائی خیر تو ہے آج بڑی جلدی آ گئے۔" فائزہ کے لہجے میں شرارت صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔

"اوہوں! بس کچھ اچھا فیل نہیں کر رہا تھا اسلیے آ گیا۔" وہ صوفے پر نیم دراز ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"اوہوں! صاف کیوں نہیں کہتے کہ آپ کا ارادہ ایشل کو گھمانے لے جانے کا ہے۔ بے فکر رہیں ہم کباب میں ہڈی بن کر بالکل نہیں جائیں گے اس لیے ہم سے چھپانا فضول ہے۔" وہ شرارت پر آمادہ تھی وہ آگے سے کچھ کہہ نہیں سکا تھا کہ ماں اور چاچی موجود تھیں۔

"ایشل جانے کو تیار ہے تو میں چینج کر کے آ جاتا ہوں۔" اس نے مسکرا کر بیوی کو دیکھا دونوں کی نگاہیں ٹکرائی تھیں اس کی آنکھوں میں سرد مہری صرف وہ دیکھ سکتی تھی۔

"تم مجھے کچھ اپ سیٹ لگ رہے ہو۔ تمہاری طبیعت مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی اس لیے ہم پھر کبھی چلے جائیں گے۔ ورنہ آج ارادہ تو ہم نے باہر ڈنر کا ہی کیا تھا۔" وہ دھیمے سے جھوٹ بول رہی تھی۔

"اوہوں! میں کمرے میں جا رہا ہوں۔ نوراں سے چائے کے لیے کہہ دو۔" وہ اٹھ کر چلا گیا تھا۔

"تم کمرے میں جاؤ، چائے میں نوراں کے ہاتھ بھجوا دوں گی۔" فائزہ نے خوشدلی سے اپنی خدمات پیش کی تھیں اور ایشل مسکرا کر فائزہ کا شکریہ ادا کرتی اٹھ گئی تھی۔

"جب میں نے منع کر دیا تھا تو اتنی تیاری کس لیے کی ہے؟" وہ اس کو دیکھتے ہی بد لحاظی سے پوچھ رہا تھا۔

"تم نے سوچا بھی کیسے کہ میں تمہیں کہیں لے جاؤں گا؟" وہ خاموش رہی تھا اور اسے اس کا بولنا طیش دلاتا تھا تو خاموشی بھی بھاتی نہیں تھی، حارث نے اس کا بازو جکڑ لیا تھا۔

"دن بھر میں، کتنے ہی جھوٹ بولتی ہوں، اداکاری کرتی ہوں۔ اس لیے باہر میں نے اپنے ارادے اور سوچ بیان نہیں کی بلکہ جھوٹ کا سہارا لیا تھا اپنا اور تمہارا بھرم رکھنے کے لیے، کہ سب نے ہم پر گویا نگاہ رکھی ہوئی ہے اور تم سب کی نظروں میں مجھے

http://paksociety.com

مشکوک بناتے بناتے خود کو بھی مشکل میں ڈال رہے ہو۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی تھی اور اس کی گرفت اس کے بازو پر ڈھیلی پڑ گئی تھی۔

"مگر میں دنیا دکھاوے کے لیے بھی تم سے لگاوٹ کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ میں جب، جب تمہیں کو دیکھتا ہوں احساسِ زیاں اور نارسائی کا دکھ بڑھ جاتا ہے۔" اس کا لہجہ آنچ دینے لگا تھا۔

"میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے، تم میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ میں سکون چاہتا ہوں ایشل! پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دو۔" وہ بے بسی سے بول رہا تھا اور وہ اس کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"میں تمہارا سر دبا دیتی ہوں۔" اس نے پہلی دفعہ اس کی جانب خود سے پیش رفت کی تھی اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے آفر کی تھی۔

"ایک دفعہ کی بات سمجھ میں نہیں آتی، دفعہ ہو جاؤ میرے سامنے سے۔" وہ اس کا ہاتھ جھٹکتا چیخا تھا۔ وہ لب کچلتی بے بسی سے اس کے سامنے سے ہٹ گئی تھی۔

وہ اس وقت شدید ڈپریشن کا شکار تھا کیونکہ گھر آتے ہوئے اس نے خزائن اور اس کے ساتھ عائزہ کو دیکھا تھا اور وہ اپنے اندر خالی پن اترتا محسوس کرنے لگا تھا۔ وہ عائزہ کو اس شخص کے ساتھ دیکھ کر جس اذیت سے گزرتا تھا اس سے صرف وہی واقف تھا۔ حارث نے سگریٹ سلگائی تھی، سر کا درد تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اس نے سر درد کی گولی نکالنے کو دراز کھولی تھی اور اسے سلیپنگ پلز دکھائی دی تھیں۔ اس نے بے خیالی میں ایک ساتھ کتنی ہی گولیاں پھانک لی تھیں اس کی آنکھیں جل رہی تھیں۔ وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے نیم دراز حالت میں دھوئیں کے مرغولے ہوا میں آزاد کر رہا تھا۔ زاہد خان کی دوستی میں وہ کبھی کبھی سگریٹ کے ایک دو کش لگا لیتا تھا مگر اب تو جیسے عادی ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی انگلیوں میں جلتی ہوئی سگریٹ پھنسی تھی اور وہ نیند کی گولیوں کے زیرِ اثر بے سدھ ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ نزدیک پڑے اخبار نے جلتی سگریٹ سے چنگاری پکڑ لی تھی اور اخبار سے چادر آگ پکڑنے لگی تھی۔

"حارث۔۔۔" وہ ڈریسنگ روم میں کب تک رہ سکتی تھی۔ بالآخر کمرے میں آئی تھی اور بستر میں لگی آگ اور اس پر نیم دراز حارث کو دیکھ کر وہ وحشت سے چیخ اٹھی تھی۔

وہ روتے ہوئے باہر کی طرف بڑھی تھی کہ اس کے ذہن نے کام کیا تھا اور وہ عالمِ بدحواسی میں واش روم میں گئی تھی، بھاگ بھاگ کر پانی لاتی اور بیڈ پر ڈالتی آگ بجھانے کی کوشش میں وہ بری طرح ہانپ گئی تھی، وہ تو اچھا تھا کہ آگ بھڑکی نہ تھی اور وہ کانپتے ہوئے اُس تک آئی تھی۔ سگریٹ کا بہت چھوٹا ٹکڑا اب بھی حارث کی انگلیوں میں پھنسا تھا جس نے اس کی انگلیوں کو متاثر بھی کیا تھا جسے نکالتی وہ اس کا ہاتھ دیکھنے لگی تھی۔ صد شکر کہ وہ محفوظ رہا تھا اور وہ اپنی تکلیف سے انجان بے سدھ تھا اور وہ اس کی پیشانی

http://paksociety.com

پر سر ٹکائے بلکنے لگی تھی۔

" حارث! سزا صرف مجھے دو ناں، خود کو کیوں اذیت دے رہے ہو؟ تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں تو مر ہی جاتی۔" وہ پہلی دفعہ اظہار کی منزل طے کر رہی تھی مگر وہ بے خبر سو رہا تھا۔

"میں تم سے اس وقت سے محبت کرتی ہوں جب محبت لفظ سے واقف ہوئی تھی۔ تم سے بات کرنا، لڑنا، جھگڑنا مجھے ہمیشہ اچھا لگتا تھا۔ تم میری زندگی ہو حارث! تمہیں کچھ ہو جاتا تو مر جاتی میں، اس وقت تمہیں تکلیف میں دیکھ کر جس اذیت سے گزری ہوں یہ اذیت اس اذیت سے کئی گنا بڑی ہے جب تم سہاگ کے سرخ جوڑے میں مجھے کھلے آسمان کے نیچے تنہا چھوڑ گئے تھے۔ وہ توہین، وہ اذیت، آج کی اذیت سے بہت کم تھی کہ میری اذیت تمہاری زندگی سے بڑھ کر نہیں ہے۔ تمہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔ میں اپنی اذیت پر نہیں تمہاری تکلیف پر روتی ہوں۔ نہ دو خود کو تکلیف، مجھے نہ دو ایسے جرم کی سزا جو مجھ سے سرزد ہی نہیں ہوا۔" وہ تڑپ رہی تھی اور اس کے آنسو حارث کا چہرہ بھگو رہے تھے۔

یہ عمر میں نے تیرے نام بے طلب لکھ دی
بھلے سے تو دامنِ دل میں جگہ بھی نہ دے

☆☆☆☆☆

"آر یو اوکے؟" وہ نہا کر نکلی تھی تو اسے سر تھامے بیٹھے دیکھ کر لپک کر اس تک آئی تھی۔

" اوہوں، سر بہت بھاری بھاری محسوس ہو رہا ہے۔" وہ بوجھل لہجے میں بولا تھا۔

" کل رات تم نے نیند کی گولیاں کھالی تھیں اور تمہاری بے احتیاطی نہ جانے کیا رنگ دکھاتی، وہ تو اللہ نے خیر کر دی۔" وہ سرخ آنکھوں سے ایشل کو دیکھ رہا تھا کہ اسے کچھ یاد نہیں تھا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا اور آنکھوں میں جلن ہو رہی تھی اور ایشل نے دھیمے لہجے میں اسے ساری صورتحال اسے آگاہ کر دیا تھا۔

" اچھا تھا ناں کہ مجھے کچھ ہو جاتا، اس طرح کم از کم تم سے تو جان چھوٹ جاتی۔" وہ سنگدلی و بے حسی کی انتہاؤں پر تھا۔

" حارث! نفرت مجھ سے کرنے لگے ہو تو اذیت بھی مجھے ہی دو۔ خود کو کیوں اذیت دے رہے ہو؟" وہ اس کی سنگدلانہ سوچ پر تڑپ کر بولی تھی۔

" تمہیں سزا دیتے دیتے خود کو فنا بھی کرنا پڑا تو کر جاؤں گا۔" اس کے لہجے میں نفرت کی پھنکار تھی۔

"اتنی نفرت مت کرو حارث ایک دفعہ تو مجھے صفائی کا موقع دو۔ باخدا! میں نے کبھی نہیں چاہا تھا کہ تم عائزہ کو نہ پا سکو۔" وہ بولنے لگی تھی مگر وہ اس کو سننے کو رکا کب، اٹھ کر واش روم میں چلا گیا تھا۔ وہ دل مسوس کر کمرے کی صفائی کرنے لگی تھی۔ جس وقت وہ دونوں آگے پیچھے ڈائننگ ہال میں داخل ہوئے تھے۔ اتوار ہونے کی وجہ سے وہ سب دیر سے ناشتہ کر رہے تھے صرف ان

http://paksociety.com

دونوں کا ہی انتظار ہو رہا تھا۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ کل آفس سے جلدی نکل گئے تھے اور رات کو کھانے کی ٹیبل پر بھی موجود نہیں تھے۔" ابرہیم لودھی نے اس کے بے حد سرخ چہرے کو دیکھ کر پوچھا تھا۔

"جی چاچو! بس کل طبیعت کچھ اچھی نہیں تھی۔ اس لیے جلدی گھر آکر سو گیا تھا۔ لیکن اب میں ٹھیک ہوں۔" وہ مسکرا کر بولا تھا اور اس نے ایشل کو کہا تھا کہ وہ اسے سلائس پر بٹر لگا کر دے دے۔

"قیمہ پوری لو، نا بہت مزیدار ہے۔" ہاشم نے کہا تھا۔

"نہیں یار، اس وقت میرا دل نہیں کر رہا۔ صرف سلائس لوں گا۔" اس نے کہتے ہوئے ایشل کے ہاتھ سے سلائس لے کر کھانا شروع کر دیا تھا۔

"پھر کیا ڈیسائیڈ ہوا، تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟" ہاشم نے ڈائریکٹ حارث سے پوچھا تھا۔

"میں مما کو بتا چکا ہوں۔" وہ گھونٹ گھونٹ کر کے دودھ پینے لگا تھا۔

"ہمیں بھی بتا دو، ہم نے کونسا تمہارے پیچھے آجانا ہے۔" اکرام لودھی نے بیٹے کو شرارت سے دیکھتے ہوئے متبسّم لہجے میں کہا تھا، وہ گڑبڑا گیا تھا۔

"یہ بات نہیں ہے بابا، ہم آؤٹ آف سٹی نہیں جا رہے ہمارا ارادہ۔۔" وہ خفیف ہو کر بول ہی رہا تھا کہ ہاشم نے ٹکڑا لگایا تھا۔

"کلفٹن پر ہنی مون منانے کا ہے۔" سب ہی ہنس دیئے تھے اور وہ غصے سے ہاشم کو گھورنے لگا تھا جبکہ ایشل سرخ چہرے کے ساتھ بیٹھی دودھ کے گلاس پر انگلیاں پھیر رہی تھی۔

"ہاں تم کیا ڑی گئے تھے ناں اسی لیے تو میں کلفٹن چلا جاؤں گا۔" وہ تپ کر بولا تھا۔ دبی دبی ہنسی، قہقہوں میں بدل گئی تھی۔

"تم دونوں ایک دوسرے کی ٹانگ ہی کھینچتے رہو گے یا ڈھنگ کی بات بھی کرو گے؟" اکرام لودھی آج بڑے موڈ میں تھے اس لیے ان دونوں کی شرارت میں حصہ ڈال رہے تھے وگرنہ وہ تو ایسی محفلوں سے کترا کر گزر جاتے تھے کہ کافی سنجیدہ مزاج کے حامل تھے۔

"بابا میں نے تو بات ڈھنگ کی ہی کی تھی مگر ہمارے سالے صاحب نے اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔" ایشل اسے دیکھنے لگی تھی۔ وہ اسے پرانا حارث لگا تھا جو ہاشم سے یونہی الجھتا تھا، شرارت سے اس کی ٹانگ کھینچتا تھا۔ سب کو مطمئن سا مسکراتا دیکھ کر ایشل کے لبوں پر بھی مسکراہٹ کھلی تھی جو وقتی ثابت ہوئی تھی کیونکہ حارث "محبت کدہ" جانے کی باتیں کر رہا تھا اور اس کا دل اندر ہی اندر بیٹھتا جا رہا تھا۔ اس رات کی اذیت اور توہین ذہن اور دل میں سر سرانے لگی تھی اور وہ خود کو مزید توہین کے لیے تیار کرنے لگی تھی لیکن انسان کتنا ہی ذہنی طور پر تیار کیوں نہ ہو جب جھٹکا لگتا ہے، تب کی تکلیف اور اس کا احساس ہی بیان نہ کرنے والا

http://paksociety.com

ہوتا ہے اور وہ بھی ایسی ہی اذیت میں گھرنے والی تھی۔

☆☆☆☆☆

"ڈیڈ آپ نے اپنا کیا حال بنایا ہوا ہے۔ زندگی اتنی ارزاں تو نہیں ہے کہ اسے یوں برباد کر دیا جائے۔" ہمیشہ سوٹڈ، بوٹڈ رہنے والے مراد خان، بڑھی ہوئی شیو اور ملگجے کپڑوں میں اس کے سامنے تھے۔

"میں نے زندگی کو زندگی کی طرح جیا ہی کب؟ اپنی پوری زندگی میں نے برائیوں میں بسر کر دی۔" ان کا لہجہ تھکن اور بے بسی لیے ہوئے تھا۔

"اور جب میری اصل زندگی موت کی آغوش میں مچلنے لگی تو احساس ہوا کہ میں کتنا غلط تھا میں نے وقت کو، زندگی کو گنوا دیا۔" مراد خان کی پہلے سے سرخ آنکھیں اب لہو چھلکانے لگی تھیں۔

"آپ نے اچھا وقت ضرور گنوا دیا ہے مگر زندگی اور وقت آج بھی آپ کے ہاتھ میں ہے۔" وہ بدل گیا تھا صراطِ مستقیم پر پلٹ گیا تھا اور اب وہ باپ کی دلجوئی کر رہا تھا۔ جیسے اس کے الجھن زدہ ذہن کو مہ رخ نے سلجھایا تھا اب وہ یہی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے باپ کی ہر ذہنی گرہ کھل جائے اور مراد خان کشمکش سے نکل آئیں۔

"میرے ہاتھ میں اب کچھ نہیں ہے۔ ایک مدت سے ایک خوش رنگ تتلی میری ہتھیلی میں قید تھی جس کے دھیرے دھیرے میں نے سارے رنگ چرا لیے۔ اسے میں نے بے رنگ کر دیا وہ تتلی اپنی ساری خوبصورتی اور جاذبیت کھو کر میری ہتھیلی میں پھڑ پھڑاتی رہی، اور میں اس بے رنگ ہو جانے والی تتلی کو آزاد نہیں کر سکتا تھا، کھل کر سانس لینے کا موقع نہیں دے سکتا تھا۔ کم از کم اس کی ہر سانس کو آزار بننے سے تو بچا سکتا تھا مگر میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اسے جسمانی، قلبی، روحانی وہ کون سی اذیت تھی جو اسے نہ دی۔۔۔ اس کو یوں بے بس کر دیا کہ وہ پروں کے ہوتے ہوئے بھی کبھی اڑان نہ بھر سکی میری خود ساختہ قفس سے نکل ہی نہ سکی اور میری جسمانی، قلبی اور روحانی راحت کا سامان کرتی رہی، میری بے وفائی، ہر جائی فطرت، بے رخی اور زیادتی کو سہتے ہوئے میری بے وفائی کے دامن میں اپنی وفا کے پھول ڈالتی رہی۔ اس خوش رنگ تتلی نے بے رنگ ہو کر بھی مجھے، میری زندگی کو رنگ عطا کیے۔" وہ خواب کی سی کیفیت میں دکھ اور تکلیف سے بول رہے تھے۔ کتنے ہی منظر ان کی آنکھوں میں گھوم گئے تھے جب انہوں نے سفاکیت دکھائی تھی۔

"میری زندگی، میرا حوالہ کبھی بھی فخر کے لائق نہ تھا مگر وہ اپنا نام میرے نام کے ساتھ جڑنے کے باعث فخر میں مبتلا رہی کہ وہ مجھے اپنی پہچان سمجھتی تھی۔ وہ کہتی تھی آپ جیسے بھی ہیں میرے شوہر ہیں، میری عزت کے محافظ، میرے سر کا سائبان ہیں۔ آپ چاہیں کیسے بھی ہیں آپ کے حصار میں میں خود کو محفوظ سمجھتی ہوں۔ آپ کا ساتھ مجھے میلی، گندی نگاہوں سے بچا لیتا ہے۔ آپ تو میرے لیے سایہ دار شجر ہیں، اب ہوا کے ساتھ کنکر میری آنکھوں میں آ چبھتے ہیں تو اس میں آپ کا کیا قصور؟ وہ بے

http://paksociety.com

قصور مجھے قصوروار ماننے کو بھی کبھی تیار نہ ہوئی۔ وہ نیک روح کیچڑ میں رہ کر بھی اپنی اچھائی سے پاک اور معطر رہی۔ اپنے کردار اور عمل کی حفاظت کرتی رہی اور مجھے بھی نیکی کا درس دیتی رہی مگر میں نے کبھی بند اور کھلی کتاب سے حیا کا درس نہ لیا کہ میں لینا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اس کی ذات کو میں نے کبھی اہمیت نہیں دی، اس کی بات کو کبھی اہم نہیں جانا مگر وہ کتنی اہم ہے میرے لیے یہ احساس تب ہوا جب وہ بے رنگ ہو جانے والی تتلی میرے ہاتھوں سے پھسلتی چلی گئی، اڑ نہیں سکی تو موت اور زیست کی کشمکش میں اٹک گئی اور میں اسے صرف اپنی قید میں رکھنا اور دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ میری مٹھی سے نکل کر مجھ سے بہت دور ہو گئی ہے۔ زید! تم اس سے کہو کہ اس کا صیاد اس بن اداس ہے، وہ اس کی قفس میں لوٹ آئے۔" وہ ماضی کو یاد کرتے کنول خان کے الفاظ ذہن میں تازہ کرتے کچھ اپنے الفاظ کے ساتھ دہراتے رو پڑے تھے۔

"میں نے تو ہمیشہ یہی چاہا کہ وہ چپ رہے مجھ سے سوال نہ کرے، جواب نہ مانگے مگر اب اس کی خاموشی مجھے ڈس رہی ہے۔ وہ کیوں خاموش ہو گئی ہے؟ اس سے کہو زید وہ مجھ سے بات کرے، مجھے دیکھے۔ میں اس کی آواز سننے کو ترس رہا ہوں۔ اس کو خود اذیت دیتا رہا ہوں مگر اسے اس نئی اذیت میں، میں دیکھ نہیں پا رہا ہوں کہ میں اسے اپنی قید میں دیکھنے کا عادی ہو گیا ہوں۔ اس سے کہو میری بنائی قفس اس کے لیے اداس ہے وہ اپنی قفس میں لوٹ آئے۔" اس نے باپ کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"ڈیڈ! مام، کی اس حالت کے میں اور آپ ذمے دار ہیں۔ اور اب ہمیں مل کر مام کو زندگی کی طرف واپس لانا ہو گا۔ مام کی خاطر خود کو بدل دیجئے۔ ایسے بن جائیں جیسا وہ آپ کو دیکھنا چاہتی تھیں۔" وہ باپ کے خاموش ہونے کے بعد بھرائے لہجے اور بھیگی آنکھوں کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

"مام کا حوصلہ بہت بلند ہے۔ اچھائی ان کے اندر بستی ہے، وہ آپ کو معاف کر دیں گی۔ وہ آپ کو خالی ہاتھ لوٹا ہی نہیں سکتیں کہ جس نے نفرتوں کے بدلے میں صرف چاہتیں نچھاور کیں وہ محبت کا جواب بے رخی اور نفرت سے نہیں دے سکتیں۔" وہ باپ کو سمجھا رہا تھا ان دونوں کا ضمیر جاگ ہی گیا تھا، ان کا دل اثر قبول کرنے لگا تھا اور وہ برائی کے راستے فراموش کرنے لگے تھے۔

رقص اور سرور کی محفلیں جوائن کرنا، ان کا حصہ بننا چھوڑ دیا تھا اور اللہ سے لو لگا لی تھی۔ مراد خان نے اپنے بزنس کو سمیٹنا شروع کر دیا تھا حرام کے سارے راستے بند کر دیئے تھے، جس کا اثر ان کے بزنس پر پڑ رہا تھا مگر اب وہ دنیاوی فائدے سے بے نیاز ہو گئے تھے اس لیے انہیں ذاتی طور پر کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ وہ برائی کے پیچھے عقل پر پتھر رکھے سرپٹ بھاگ رہے تھے اور اب اچھائی کے پیچھے ذہن اور دل کھولے چل پڑے تھے، یہی ان کی آخری منزل تھی۔

آجاؤ گے حالات کی زد پر جو کسی روز
ہو جائے گا معلوم خدا ہے کہ نہیں ہے

☆☆☆☆☆

http://paksociety.com

"مام!" وہ روز ان کے کمرے میں آتا تھا مگر مخاطب آج کیا تھا کہ وہ ان سے بات کرنا چاہتا تھا ورنہ روز گھنٹہ دو گھنٹہ خاموشی سے ان کے پاس بیٹھ کر چلا جاتا۔

"مام! آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ میں آپ کی ناراضگی چاہوں تو بھی دور نہیں کر سکتا۔ میں جانتا ہوں آپ مجھے نہ سُن کر بھی سن رہی ہیں اور میں آپ سے بہت ساری باتیں کرنا، جرم کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں۔" وہ مصنوعی سہاروں پر ساکت لیٹی تھیں۔ وہ ان کا ہاتھ تھامے دھیمے لہجے میں بول رہا تھا۔

"کیونکہ میں بہت تھک گیا ہوں، اپنی نظروں سے گر گیا ہوں۔ میں نے کتنی ہی معصوم زندگیاں دوستی اور محبت کے نام پر برباد کر دیں۔ میں نے عورت کو کبھی قابلِ احترام سمجھا ہی نہیں، صرف استعمال کی شے سمجھا۔ تسکین کا سامان اور اس سے زیادہ عورت کی کوئی وقعت ہی نہیں تھی میری نگاہ میں اور جب میں نے اس لڑکی کو دیکھا، اسے اپنی ذہنیت کے مطابق آفر کی اس کا کانپتا لہجہ، اہانت کے احساس سے تپ اٹھنے والے چہرے کا تاثر، آنکھوں کی بے بسی، میں فراموش نہیں کر پاتا، اس کا انکار مجھے اکسا رہا تھا، مجھے اسے تنگ کرنے میں مزہ آرہا تھا۔ اتنا وقت میں نے کسی لڑکی پر لگایا ہی نہ تھا مگر اس لڑکی کے میں پیچھے پڑ گیا تھا کیونکہ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ پہلی لڑکی نے زاہد خان کو انکار کیا ہے وہ کب تک اپنے انکار پر ثابت قدم رہتی ہے۔" وہ گزری زندگی کے جن لمحات کو شیئر کرنا چاہتا تھا کر رہا تھا اور وہ اب اسی موضوع پر آگیا تھا جو اس کے لیے آزار کا باعث تھا مگر اس کی اچھائی میں بھی اس واقعہ کا ہاتھ تھا کہ نہ وہ اس لڑکی کو تنگ کرتا نہ کنول خان کے علم میں آتا اور نہ وہ بیٹے کو احساس دلاتیں۔ اس کی اچھائی کے لیے یہی واقعہ روشنی بن گیا تھا۔

"میں یہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ اس کی طرف مجھے کیا چیز مائل کر رہی تھی؟ میری ہوس پرستی، تو وہ دنیا میں واحد حسین تو نہ تھی مگر میں یہ بھی نہ جان سکا کہ میں اس کو ثابت قدم کیوں دیکھنا چاہتا تھا۔۔۔؟ میں اس کو ہی کیوں آفر کر رہا تھا؟" وہ اپنی الجھن بیان کر رہا تھا۔ اس سوال نے اسے بہت ڈسٹرب کیا تھا مگر وہ ہزار ہا بے چینیوں کہ باوجود اس سوال کا جواب تلاش نہیں کر سکا تھا۔

" میں سیدھے راستے کے ہوتے ہوئے بھی کیوں بھٹک گیا؟ مگر مام! میں بہت بے سکون تھا اس وقت سے جب میں نے پہلی دفعہ ڈرنک کی تھی، غلط ناجائز رشتے کی بنیاد رکھی تھی اور میں رکا نہیں بڑھتا ہی گیا، برائی کی دلدل میں دھنستا چلا گیا۔ اور میرا سکون بھی کہیں دفن ہو گیا مگر مجھے شراب اور شباب کی محفلیں سجاتے کبھی یہ احساس نہ ہو سکا کہ میں اچھائی سے، پاکیزگی سے کتنا دور ہوتا جا رہا ہوں۔" اس کی آنکھیں شدتِ گریہ سے لہو رنگ ہو گئی تھیں اور وہ ماں کے قدموں پر سر رکھے سسکنے لگا تھا۔ کنول خان جو بیٹے کی ہر تکلیف پر تڑپ اٹھتی تھیں، ساکت اور جامد رہی تھیں۔ ان کے ساکت وجود میں کوئی ہلچل نہ تھی یہ الگ بات تھی کہ ممتا کا دل کانپنے لگا تھا بیٹے کی تکلیف پر۔

" مام! وہ مہ رخ کی دوست ہے اور میں نہیں چاہتا کہ مہ رخ کو میری گھٹیا ذہنیت کا پتہ چلے۔ کیونکہ گناہ میں نے کیا ہے تو سزا

http://paksociety.com

بھی مجھے ملنی چاہیئے۔ مہ رخ یہ برداشت نہیں کر پائے گی، وہ میری برائی قبول نہیں کر سکی۔ اسموکنگ، ڈرنک کرتے دیکھ کر وہ کیسے بے یقین تھی۔ میرے ساتھ باہر جاتی تو لڑکیوں کو میرے گلے کا ہار بنتے دیکھ کیسی اذیت سے دوچار ہوتی، نظریں چراتی تھی مگر اب وہ اپنی دوست سے نگاہیں چرائے گی تو میں برداشت نہیں کر پاؤں گا۔ میں آپ کی اور اپنی نگاہوں سے گر کر ہزار ہا اذیت کے باوجود ابھی بھی زندہ ہوں، مہ رخ کی نگاہوں سے گر کر بالکل مر ہی جاؤں گا۔ میں مہ رخ کو ڈیزرو نہیں کرتا، اس کے قابل نہیں ہوں میں ، لیکن اب اسے کھونا نہیں چاہتا۔ وہ اپنی سادہ اور معصوم فطرت کے ساتھ میری زندگی میں کافی اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ وہ روشنی ہے میرے لیے مام جس نے مجھے اندھیری رات سے نکال لیا ہے۔ مگر مام میں نے اس کی کم بے عزتی نہیں کی۔ اپنی سطحی سوچ سے اس کو اذیت دی۔ اس کی خوبصورتی کو عامیانہ انداز میں سراہا جبکہ وہ میری بیوی، میری عزت تھی۔ مگر میں عزت کرنا جانتا ہی کب تھا؟ اس لیے میں نے اسے عزت نہ دی، اسے اس لیے سراہا کہ وہ خوبصورت تھی جبکہ وہ سراہے جانے کے لائق تھی میرے نکاح میں تھی۔ سراہتا، محبت کرتا، عزت دیتا تو یہ اس کا حق تھا میں نے اس کے تمام حقوق اپنے انداز میں ہی ادا کئے۔" وہ اپنی کس کس غلطی سے نگاہ چراتا؟ کس کس گناہ کا اعتراف کرتا؟ کہ اس کی تو پوری زندگی غلطیوں اور گناہوں سے بھری تھی۔

"اور میں اپنی اصلیت مہ رخ سے ہی نہیں حارث سے بھی چھپانا چاہتا ہوں کہ جس کی میں عزت کے در پر تھا وہ حارث کی عزت ہے۔ میرے اس دوست کی عزت جس نے ہمیشہ میری بھلائی چاہی، مجھے برائی کے راستے سے روکنا چاہا۔ آپ کے علاوہ ایک وہی تھا جس نے میری خیر خواہی چاہی، مجھے بھٹکنے سے بچانا چاہا، مگر میں نہیں سنبھلا کہ مجھے تو چلتے چلتے، سرپٹ بھاگتے، منہ کے بل گرنا تھا اور میں بیچ چوراہے پر گر گیا ہوں۔ دوسروں کو بے عزت کرنے سے کبھی نہیں چوکا مگر اب خود بے عزت اور برہنہ ہونے سے ڈرتا ہوں۔ مہ رخ اور حارث کے سامنے سچائی کے آجانے کے خوف سے میری راتوں کی نیندیں اڑ گئی ہیں۔" وہ بہت اذیت سے دو چار تھا۔ جب تک ادراک نہ تھا بے سکون رہ کر بھی خوش تھا اور اب آگاہی ملی تھی تو لمحہ بھر کے سکون اور راحت کو ترس رہا تھا۔ وہ بولتے بولتے تھک کر ان کے پیروں پر ہی سر رکھے رکھے ہی سو گیا تھا۔ یہ بات بہت تکلیف دہ ہوتی ہے کہ ہم بول رہے ہوں اور ہمیں جواب میں خاموشی ملے اور وہ ماں کی اسی خاموشی کے ڈر سے ہی خاموشی سے آکر چلا جاتا تھا کہ اب اس نے خاموشی توڑ دی تھی تو کچھ سکون ملا تھا مگر ایک نئی اذیت ماں کی چُپ سے اس کے جسم اور جان میں اتر گئی تھی اور کنول خان کی صحت یابی کے لیے مناجات بڑھ گئی تھیں۔

☆☆☆☆☆

"حارث! پلیز تھوڑا سا تو کھالو۔۔" وہ اس کو اٹھتے دیکھ کر منمنائی تھی۔

"ایشل ابراہیم! میں بدمزہ کھانا کھانے کا عادی نہیں ہوں۔" وہ اسے خونخوار نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا اور وہ شرمندہ ہو گئی تھی کہ اس نے اپنی سی کوشش کی تھی مگر ناکام ہو گئی تھی۔ اس نے ایشل کو آلو گوشت بنانے کا کہا تھا اس نے ریسیپی بک سے دیکھ

http://paksociety.com

کر سالن بنایا تھا جو ذائقے میں تو ٹھیک تھا مگر مرچ تیز ہو گئی تھی اور وہ کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا تھا کہ اس نے روٹیاں بھی آدھی کچی، پکی جلی ہوئی بنائی تھیں۔ وہ کل رات کو "محبت کدہ" آ گئے تھے۔ اس نے ایشل سے کوئی بات نہیں کی تھی اور کمرے میں چلا گیا تھا۔ ناشتہ تو وہ ہلکا پھلکا ہی کرنے کا عادی تھا اس لیے اس نے چوکیدار سے ڈبل روٹی، مکھن وغیرہ منگوا لیے تھے اور مہینے بھر کا راشن بھی کہ وہ یہاں لمبے پروگرام سے آیا تھا۔

"میں کچھ اور بنا لیتی ہوں۔" وہ کرسی کھسکا کر اٹھی تھی۔

"جی بہت شکریہ، تمہیں کچھ بنانا آتا ہوتا تو بات ہی کیا تھی۔" وہ طنز سے کہتا اسے گھور رہا تھا۔ وہ لب چبانے لگی تھی کہ اس کی دو گھنٹے کی محنت ضائع ہو گئی تھی۔

"میں نے کبھی بنایا نہیں ناں تو اس لیے، مگر میں سیکھ لوں گی۔" وہ جاتے جاتے پلٹ کر اسے دیکھنے لگا وہ انگلیاں چٹخاتی شرمندہ سی کھڑی تھی۔ وہ محض رکا اس لیے تھا کہ اس کے فرمودات سے واقف تھا کہ اسے کام سے ایک طرح کا بیر تھا، وہ کچن میں تو قدم رکھتی ہی نہیں تھی اور کہاں اتنی آسانی سے سیکھنے کی باتیں کر رہی تھی۔ اور وہ اسے یہاں لایا ہی اس لیے تھا کہ اسے تکلیف پہنچا سکے اور گھر والوں کی جواب طلبی سے بھی محفوظ رہے۔ وہ اس کے اندر آنے والی تبدیلیوں کے باوجود متحیّر سا پلٹ گیا تھا اور وہ واپس کچن میں چلی گئی تھی جہاں وہ پہلے سے زیادہ دل جمعی سے کھانا بنانے لگی تھی۔

"حارث کھانا لگا دیا ہے آ جاؤ۔" وہ دوپٹے سے منہ صاف کرتی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اس نے مانیٹر کی اسکرین سے نگاہ ہٹا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ اس کی رنگت بے تحاشہ سرخ ہو رہی تھی۔ کچھ لٹیں پونی ٹیل سے نکل کر ہوا میں اڑ رہی تھیں جنہیں اس نے دائیں ہاتھ کی انگلی کی مدد سے کان کے پیچھے کیا تھا۔

"اونہہ! یہیں لے آؤ۔" واپس اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا تھا اور وہ کھانا ٹرے میں رکھ کر لے آئی تھی۔ اس نے روٹیوں کو حیرت سے دیکھا تھا جو گول تو نہیں تھیں مگر کچی، پکی جلی ہوئی بھی نہ تھیں۔ سالن کی شکل بھی اچھی تھی۔ اس نے خاموشی سے سالن نکالا تھا اور کھانا شروع کر دیا تھا۔ اسے امید نہ تھی کہ وہ اتنا مزیدار یکدم پرفیکٹ سالن بنا سکتی ہے۔ جبکہ وہ اس کو دیکھ منتظر ہی تھی کہ وہ اس کو بھی کھانے کا کہے گا۔ مگر اس کا انتظار رائیگاں گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے تھے اور وہ کپڑے نکالتی واش روم میں گھس گئی تھی۔

☆☆☆☆☆

"شادی خوشی سے من چاہی ہوئی ہوتی تو شاید مصروفیت بھی ہوتی،، ہنی مون پر بھی جاتا مگر میں تو محض اپنے انتقام کی آگ سرد کر رہا ہوں۔" اتوار کا دن تھا وہ سو کر ہی اٹھا تھا کہ حارث کی کال آ گئی تھی۔ زاہد خان نے سرد سانس خارج کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ "کیا ہو رہا ہے؟" جس پر حارث بیزاری سے بولا تھا۔

http://paksociety.com

"بور ہو تا رہتا ہوں؟" اس نے پوچھا تھا۔

"کیوں؟ تیری تو نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ لائف انجوائے کر۔ گھومنے چلا جا۔" حارث کی بیزاری میں ڈوبی آواز زید کو پریشان کر گئی تھی۔

"انتقام! میں سمجھا نہیں؟"

"سب کچھ جانتے ہوئے بھی کیوں انجان بن رہا ہے؟ میں عائزہ سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ مگر ایشل سے میری شادی ہو گئی۔ زید! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میری کزن میری بیسٹ فرینڈ ایشل یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں عائزہ کو چاہتا ہوں وہ زبردستی میری زندگی کا حصہ بن جائے گی۔" اس کی زہر میں ڈوبی آواز زاہد خان کو سن کر گئی تھی۔

"دنیا دکھاوے کو میرا نام اس کے نام کے ساتھ لگ گیا ہے مگر اسے میں ساری زندگی تشنہ ہی رکھوں گا، وہ اپنی محبت کو پا لینے کے بعد بھی پیاسی ہی رہے گی۔ میں دکھی ہوں، ہجر کاٹ رہا ہوں تو وہ کیسے خوشی خوشی وصل کے گیت گا سکتی ہے؟ اس کی زندگی عذاب بنا دوں گا۔" اس کا سنگدلانہ کسی بھی جذبے سے عاری لہجہ زاہد خان جیسے مضبوط اعصاب کے مالک شخص کے اعصاب چٹخاتا چلا گیا تھا۔

"حارث انتقام کی راہ سے پلٹ آ، اس لڑکی کے کچھ کرنے سے کچھ نہیں ہوا کہ عائزہ تیرے نصیب میں تھی ہی نہیں۔ اس حقیقت کو سمجھ اور اسے معاف کر دے۔" وہ خود کو کمپوزڈ کرتا کہہ رہا تھا۔

"میں ایشل کو معاف نہیں کر سکتا زید! اس لڑکی کو کیسے معاف کر دوں؟ جس نے میرے خواب چکنا چور کر دیئے۔ مجھ سے میری متاعِ جان میری ہنسی، میری خوشیاں چھین لیں۔" حارث کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا وہ اشتعال کی آخری حد پر تھا۔

"اس نے ایسا کیا بھی ہے تو در گزر کر دے حارث! تو یہی سوچ کر اسے معاف کر دے کہ اس نے جو کیا تیری محبّت میں کیا۔ تو نے محبت نہ پا سکنے کے سبب اپنے اندر کے انسان کو مار ڈالا، محبت انسان کو یونہی کمزور کر دیتی ہے، وہ کمزور پڑ گئی تھی، تو کمزور مت پڑ، اور اسے معاف کر دے۔" اسے نہ جانے کیوں یقین نہیں آیا تھا کہ ایشل ایسا کر سکتی ہے لیکن یہ وہ حارث سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ ہاں اسے سمجھا سکتا تھا اور وہی کر رہا تھا۔

"نہیں کر پاتا اسے معاف، احساس ہے مجھے کہ میں ایشل کے ساتھ غلط کرتا رہا ہوں اور مزید کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، مگر میں بے بس ہوں۔ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ ایشل کو روتے نہیں دیکھ پاتا کہ وہ میری اچھی دوست رہی ہے۔ وہ مما کی مجھ سے زیادہ چہیتی اور لاڈلی ہے۔ مگر اس وقت اسے روتے دیکھنے پر مجبور ہو جاتا ہوں، جب وہ منظر یاد آتا ہے جب عائزہ رو رہی تھی، عائزہ کے آنسو میرے دل پر آج بھی ٹھہرے ہیں اس لیے ایشل کے آنسوؤں کو ٹھہرنے کی جگہ نہیں ملتی۔ اسے روتے دیکھنے پر مجبور ہوں۔" وہ حارث کے لہجے میں نمی اور بے بسی محسوس کرتا بے چین ہو گیا تھا۔

http://paksociety.com

"عائزہ مجھے جس لمحے بے وفا لگی اس کے اگلے لمحے میں نے اسے فون کر کے ڈرایا، دھمکایا تھا مگر میں اسے رسوا کر ہی نہیں سکتا تھا اس لیے ایسی پیش رفت پھر کبھی نہ کی اور قدم بے بسی سے پیچھے ہٹا لیے اور وہ خوش ہوتی ناں زید! تو میں ایشل کو خوش بھلے نہ رکھ پاتا اسے خوش رہنے کی اجازت تو دے ہی دیتا۔ مگر عائزہ خوش نہیں ہے۔ اس نے زندگی سے محض سمجھوتہ کیا ہے۔ وہ لبوں سے نہیں آنکھوں میں مسکرایا کرتی تھی، ہماری شادی والے دن وہ جن نگاہوں سے ایشل کو دیکھ رہی تھی وہ انداز میرے دل میں کہیں ترازو ہو گیا ہے۔ عائزہ کی آنکھوں میں ایشل کے لیے فخر، حسد اور رقابت تھی۔ اس کی آنکھوں میں موجود کرب میں چاہوں تو بھی نہیں بھلا سکتا۔" وہ لحظہ بھر کو رکا تھا۔

حارث عائزہ کے جس کرب اور رقابت کی بات کر رہا تھا وہ اس نے صرف دیکھا تھا محسوس نہیں کیا تھا، کیا ہوتا تو صاف پتہ چلتا کہ وہ ایشل سے اس لیے خائف نہیں ہو رہی تھی کہ وہ اس کی پہلی محبت کی بیوی بن گئی۔ وہ تو اس لیے خائف تھی کہ وہ تو اس کے شوہر کے دل میں بستی تھی اور اس نے محبوب کو تو فراموش کر دیا تھا کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا مگر وہ شوہر کو فراموش نہیں کر سکتی تھی۔ حارث کی زندگی میں کون آتا ہے، کون جاتا ہے اسے فرق نہیں پڑتا کہ وہ آگے بڑھتی خزائن کی صورت میں اپنی منزل پا گئی تھی اور اس کو اب فرق پڑتا تھا کہ اس کی منزل اس کا شوہر کہاں رکتا اور کہاں مڑتا ہے؟ تب ہی تو ایشل سے عین اس کی شادی والے دن اس نے کہا تھا۔

"محبت کھونے کا درد کیا ہوتا ہے یہ تم نہیں جان سکتیں کہ تم محبت کھونے کے عمل سے نہیں گزریں اور خدا کرے کہ اس درد سے تمہیں کبھی گزرنا بھی نہ پڑے۔ میں نے محبت کی لطافت بھی محسوس کی تھی اور اس کا درد بھی سہہ چکی ہوں مگر آج کل جس تکلیف سے گزر رہی ہوں ہر لحظہ لگتا ہے کہ اب جان نکلی کہ تب نکلی کہ جو درد اب سہہ رہی ہوں وہ محبت کھونے کے درد سے بڑا ہے۔ کیونکہ یہ بات ایک عورت کے لیے بہت اذیت ناک ہوتی ہے کہ اس کا شوہر اس کو نہیں کسی اور کو چاہتا ہے اور اس اذیت سے میں گزر رہی ہوں مگر میری اذیت کا اندازہ اس دن ہو گا جب تمہیں یہ احساس ہو گا کہ تمہارا شوہر کسی اور کو چاہتا ہے۔" عائزہ بھرائے لہجے میں بول رہی تھی اور وہ اس کی بات سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"اس سے بڑھ کر ایک عورت کی اور کوئی توہین نہیں ہوتی کہ اس کا شوہر اس پر توجہ نہ دے اور اپنی محبوبہ کے خیال میں غرق رہے مگر عورت اپنی شناخت کھونے کا غم بھی اپنی ذات پر ہی سہتی ہے کیونکہ زمانہ اس عورت کو تو عزت دیتا ہے جو شوہر کی دھتکار اور نفرت سہتی ہے مگر اسے عزت دینے پر قطعاً راضی نہیں ہوتا جو شوہر سے علیحدگی اختیار کرتی ہے، متعلقہ ہوتی ہے کیونکہ عورت کی عزت چادر اور چار دیواری سے ہوتی ہے اور ایک چادر اور ایک چار دیواری کے لیے عورت کیا کیا سہتی ہے یہ تم بھی سمجھ جاؤ گی اور تب پتہ چلے گا ایشل کہ میرا رویہ تمہارے ساتھ کیوں برا ہو گیا ہے، تم سے بات کرنا مجھے کیوں اچھا نہیں لگتا۔ تم سے حسد کیوں محسوس ہوتی ہے۔ تم خوش قسمت کیوں لگتی ہو کیونکہ تم میرے شوہر کے دل میں رہتی ہو۔ جب میں اور خزائن ہوتے ہیں تم

http://paksociety.com

تب بھی ہوتی ہو کیونکہ خزائن صرف تم سے محبت کرتے ہیں مجھ سے تو صرف رشتہ نبھا رہے ہیں۔" عائزہ کے آنسو بڑی روانی سے بہہ رہے تھے اور ایشل کی تو وہ حالت تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے یا بد قسمتی کون جانے مگر بس یہی نصیب ہے کہ میرا شوہر تمہیں اور تمھارا شوہر مجھے چاہتا ہے اور یہ بات قابلِ دکھ ہے تو قابلِ توہین بھی ہے کہ عورت تو یہ بھی برداشت نہیں کر پاتی کہ اس پر اس کے محرم، اس کے شوہر کے علاوہ کسی اور کی نظر اٹھے، ٹھہرے، توصیف بیان کرے، خزائن کا تمہیں دیکھنا مجھے اذیت دیتا ہے تو حارث کا مجھے دیکھنا بھی مجھے اذیت دیتا ہے کہ میں صرف اپنے شوہر کی نگاہ کے حصار میں رہنا چاہتی ہوں اور یہ اذیت تمہارا بھی نصیب ہے کہ تم جو اعلیٰ خاندان میں پیدا ہوئیں اور میں جس کا نام و نشان مجھے خود کو بھی معلوم نہیں ہے ایک سا نصیب رکھتی ہیں۔ میں یہ سب بڑی مامی سے کہتی اگر مجھے اپنی عزتِ نفس عزیز نہ ہوتی۔" عائزہ اپنے آنسو صاف کرتی پلٹ گئی تھی اور اس کی باتوں کی تلخ حقیقت وقت نے ایشل پر ثابت کر دی تھی کہ وہ اسی خوف سے تو حارث سے، اپنی محبت سے دستبردار ہو رہی تھی لیکن قسمت!

"اور وہی کرب مجھے ایشل کو کرب سے دوچار کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اسی لیے میں ایشل کو تنہا کر دینا چاہتا ہوں۔" وہ لحظہ بھر کی خاموشی کے بعد پھر بولنے لگا تھا۔

"حارث جن کے اپنے دل ٹوٹے ہوئے ہوں وہ دل جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں دل توڑنے والوں میں شامل نہیں ہوتے۔" وہ اسے نرمی سے قائل کر لینا چاہتا تھا۔

"تو واقعی بدل گیا ہے زید۔!" اس نے قائل ہونا ہی نہ تھا اس لیے موضوع ہی بدل دینا چاہا تھا۔

"میں ٹھوکر کھا کر سنبھلا ہوں۔ تو میری طرح کم عقلی نہ دکھا حارث! گرنے سے پہلے سنبھل جا کہ لوگوں کی نگاہوں سے گر کر تو جی لیا جاتا ہے اپنی نگاہوں سے گر کر نہیں جیا جاتا۔ مام سے تو نگاہ چرا لیتا ہوں گر آئینہ سامنے آجائے تو راستہ بدل لیتا ہوں لیکن خود سے کیسے نظر چراؤں؟ کہاں تک چراؤں؟ راستہ بدل ہی نہیں سکتا۔ ایک لکیر ہے جس کے درمیان میں ہوں سامنے جانے کی کوشش کرتا ہوں، پیچھے سے کوئی کھینچ لیتا ہے۔ دائیں طرف مڑتا ہوں تو بائیں سے میرے نام کی صدائیں آنے لگتی ہیں۔ میں اس لکیر کے باہر نہیں جا سکتا کہ سیدھی لکیر ختم ہوتی ہے تو پلٹنا مجبوری بن جاتا ہے۔ اور جب پلٹتا ہوں تو زندگی ایک قفس کی مانند لگتی ہے۔" زاہد خان کے لہجے میں پچھتاوے بولنے لگے تھے، آنکھوں میں تھکن اتر آئی تھی۔

"میرے پاس ٹھہرنے کا ہی نہیں پلٹنے کا راستہ بھی نہیں ہے اس لیے میں ایشل کو چھوڑ تو سکتا ہوں بسا نہیں سکتا۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا تھا اور اسے حارث میں اپنی جھلک محسوس ہوئی تھی کہ جب حارث اسے قائل کرنا چاہتا تھا تو اس کے پاس بھی قائل نہ ہونے کے کئی جواز موجود ہوتے تھے اور ان جوازوں کو سامنے رکھتے ہوئے وہ خود کبھی قائل نہیں ہوا تھا کہ قائل اسے کیا جا سکتا ہے جو قائل ہونا چاہتا ہے۔

http://paksociety.com

"جیسے تیری بھلائی کی بات میرے سر سے گزرتی تھی وہی آج تیرا حال ہے کہ تو سوچنے، سمجھنے کی حدود سے نکل گیا ہے۔ میں صرف دعا کر سکتا ہوں اب اور میں دعا کروں گا کہ تو گرنے سے پہلے سنبھل جائے۔ اپنے مجرم کو عمر قید سے یکدم پھانسی دینے کی بجائے تو اسے معاف کر دے۔" اس کا اشارہ ظلم اور طلاق یعنی قفس اور رہائی کی طرف تھا۔

زاہد خان حقیقی معنوں میں مضطرب تھا، ایشل کے لیے، اس کی خوشیوں کے لیے دعا گو تھا کہ حارث کے انداز میں اس نے نرمی کی جھلک تک محسوس نہ کی تھی۔ اب اسے آخری امید اللہ سے تھی کہ وہ سوچ رہا تھی کہ شاید اس طرح اپنا کفارہ ادا کر سکے۔ اسی لیے وہ جب بھی دعا کے لیے ہاتھ بلند کرتا ہے پہلے ایشل کی خیر خواہی، اس کی خوشیاں، اس کی آسودگی طلب کرتا ہے پھر کہیں جا کر اپنے لیے دستِ سوال بلند کرتا ہے۔ وہ ایشل لودھی سے شرمندہ تھا اس سے معافی مانگنا چاہتا تھا مگر فی الحال ایسا کوئی موقع اسے میسر نہیں آسکا اس لیے اس نے اسے دعاؤں میں شامل کر لیا تھا۔ یہ جانے بغیر کے بعض لوگوں کے مقدر کی سیاہی دعاؤں سے بھی نہیں مٹتی۔

☆☆☆☆☆

مراد خان نے کئی دن بعد اپنے کمرے میں قدم رکھا تھا اور کنول خان کو دیکھنے لگے تھے جو مصنوعی سہاروں کے باوجود بے سدھ لیٹی تھیں۔ وہ بیڈ کے کنارے ان کا ہاتھ تھامے بیٹھ گئے تھے۔ آنسو قطرہ قطرہ ان کی آنکھوں سے گرنے لگے تھے۔

"کنول! میرے لیے، زید کے لیے زندگی کی طرف لوٹ آؤ۔ ہم نے تمہارے ساتھ بہت برا کیا، نہ عزت، نہ اہمیت، نہ ہی محبت دی مگر تم ہمارے لیے بہت اہم ہو، ہم تم سے بہت محبت کرتے ہیں۔ تمہاری عزت اور احترام کرتے ہیں۔ پلیز ہماری خاطر ہمیں معاف کر دو۔" وہ اپنے اور بیٹے کی طرف سے ہم کا صیغہ استعمال کر رہے تھے۔

"تم چاہتی تھیں نہ کہ ہم شراب، جوا، لڑکیاں سب چھوڑ دیں تو ہم نے کچھ سب چھوڑ دیا ہر قبیح فعل سے توبہ کر لی ہے۔ ہم نے وہ تمام راستے چھوڑ دیے ہیں جو ہمیں اللہ سے اور تم سے دور لے گئے تھے۔ تم ہمیں سچائی اور دین کے راستے پر چلتے دیکھنا چاہتی تھیں نہ تو آنکھیں کھولو اور دیکھو ہم نے سچّے دین کو اپنا لیا ہے اور نیکی کی طرف چلنے لگے ہیں۔" وہ دل گرفتگی سے ان کا ہاتھ تھامے بول رہے تھے۔

"میں ایک عمر سے بے سکون تھا، دین کو اپنا کر سکون پا لیا ہے۔ اور جو معمولی سی کمی رہ گئی ہے وہ تم پوری کر سکتی ہو ہمیں معاف کر کے ہمیں راحت دے سکتی ہو۔ میں آج ایک اعتراف کرنا چاہتا ہوں، اپنی خوش نصیبی کا اعتراف کہ اللہ نے کنول خان کو میری قسمت میں لکھ کر مجھے بہت خوش نصیب بنایا تھا کہ اچھی، باکردار، باسیرت بیوی خدا کی طرف سے انمول عطیہ ہوتی ہے اور میں نے اس انمول عطیہ کی قدر نہ کی، خوش نصیبی کے باوجود بدبختی کو گلے لگا لیا۔ مجھے معاف کر دو میں اچھا نہیں ہوں اور نہ ہی کبھی تمہارے لیے اچھا ثابت ہوا، میں تم پر تمہارے ساتھ پر بجا طور پر فخر کر سکتا ہوں مگر مجھ میں، میرے عمل اور کردار میں کچھ ایسا

http://paksociety.com

نہیں ہے کہ تم مجھ پر فخر کر سکو۔" وہ اب کنول خان کو دیکھ رہے تھے۔

"لیکن میں جو چند سانسیں بچی ہیں انہیں تمہارے لیے قابلِ فخر بنا دینا چاہتا ہوں میں تمہیں اپنی تمام خود ساختہ نفرتوں سے آزاد کرتا ہوں اور اعتراف کرتا ہوں کہ میں تم بن کچھ نہیں ہوں۔ مجھے تھام لو، بہت دن ہوئے تمہاری آواز سنے، مجھے پکار لو۔ میرے شکستہ وجود کو سنبھال لو، ضرورت ہے تمہاری، تمھاری محبت کی، مجھے اپنا لو کنول! لوٹ آؤ خرد کی جانب، میرے لیے، زید کے لیے، مہ رخ کے لیے۔ ہم سب تمہارے بغیر اداس ہیں۔ معاف کر دو ہمیں اور لوٹ آؤ زندگی کی طرف۔" وہ ان کے ہاتھ پر سر رکھے ہوئے تھے ان کے آنسو کنول خان کے ہاتھ کی پشت پر گر رہے تھے۔

اس شخص نے ان کو 28 برس تڑپایا تھا مگر وہ اس شخص کو 28 منٹ بھی تڑپتے ہوئے نہیں دیکھ سکی تھیں ان کا کپکپاتا ہوا بایاں ہاتھ مراد خان کے شانے پر آ رکا تھا۔ انہوں نے لمحے کے دسویں حصے میں آنکھیں کھولی تھیں اور مراد خان بیوی کو دیکھنے لگے تھے جس کے لبوں سے ان کا نام ٹوٹ، ٹوٹ کر نکلا تھا۔

قفس میں رہتے رہتے ہو گئی صیاد سے الفت۔۔۔!

میں خود ہی نوچ لیتا ہوں میرے جب پر نکلتے ہیں

"مم۔۔۔ مم۔۔۔۔ مر۔۔۔ مراد۔۔۔۔۔۔" کنول خان کا تنفس بگڑ رہا تھا اور وہ کچھ امید سی پا کر تشکر کے آنسو بہاتے نرس کو آواز دینے لگے تھے۔

☆☆☆☆☆

"حارث!" ایشل کی چیخ سن کر بھی وہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں اور چائے کے سپ لیتے ہوئے مکمل یکسوئی سے ٹی وی دیکھتا رہا۔

"مما، پاپا۔۔" اب وہ اپنوں کو پکار رہی تھی اور اس کی آواز پہلے سے بلند تھی اب کے وہ بے اختیار اٹھا تھا اور لاؤنج سے نکل کر وہ بڑی تیزی سے کچن کی طرف بڑھا تھا اور اس کی آنکھیں وحشت سے پھٹنے کے قریب ہو گئی تھیں۔ وہ بڑی عجلت میں اس کی طرف بڑھا تھا جو آنکھیں میچے۔

"تائی اماں، ہاشم بھیا۔!" چیخے جا رہی تھی اور اس کے شانے پر رکھا سبز آنچل آگ کی لپٹوں میں، سرخ روشنی بکھیر رہا تھا اس نے پہلی فرصت میں اس کے دائیں شانے پر جھولتے آنچل کو کھینچا تھا۔ وہ اس کی کاروائی سے انجان تھر تھر کانپتی اپنوں کو پکارے جا رہی تھی۔

"تڑاخ!" وہ تھپڑ کھا کر جیسے ہوش میں آئی تھی اور آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی تھی جو اسے خونخوار نگاہوں سے تک رہا تھا۔

http://paksociety.com

"بے وقوف لڑکی، آنکھیں بند کر کے چیخی جا رہی تھیں اتنا نہ ہوا کہ دوپٹہ اتار پھینکتیں۔۔" وہ حقیقی معنوں میں متفکر ہوا تھا اس لیے اسے ڈپٹ رہا تھا اور وہ اس وقت ساکت رہ گیا تھا جب وہ اس کے سینے سے لگی بلک اٹھی تھی۔

"مم، میں بہت ڈر گئی تھی حارث!" وہ اس کی شرٹ پشت سے مٹھیوں میں جکڑ گئی تھی۔

"ریلیکس، ایشل! اب تم سیف ہو۔ ڈونٹ یو وری۔" وہ شادی کے بعد پہلی دفعہ اتنی نرمی سے بولا تھا، آہستگی سے اسے خود سے الگ کر کے اسے پانی پلایا تھا۔ جبکہ وہ ابھی بھی خوف کے زیر اثر تھی۔ وہ اسے دیکھنے لگا تھا۔ سیاہ کاٹن کے ایمبرائیڈڈ سوٹ میں وہ اپنے دلکش سراپے کے ساتھ اس کے سامنے تھی۔ اس کے خوبصورت چہرے پر بے انتہا خوف درج تھا، آنکھیں بری طرح برس رہی تھیں۔ اسے اعتراف کرنا پڑا تھا کہ وہ حسین نہیں بے حد حسین تھی۔ سوگواریت، خوف اور بے نیازی نے مل کر اس کے حسن کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ اس کی نگاہوں میں اس کے لیے واضح ستائش تھی۔ اتنے عرصے میں وہ اسے پہلی دفعہ نفرت اور غصّہ سے ہٹ کر سوچ رہا تھا اور وہ اسے بے پناہ حسن، سادگی اور لاپرواہی کے ساتھ اپنی جانب مائل کرنے لگی تھی۔

"حارث! پلیز، لودھی ہاؤس واپس چلو۔ مجھے سب گھر والے بہت یاد آ رہے ہیں۔" اس کی آواز پر اس کی محویت کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ وہ بچوں کی طرح سوں سوں کرتے ہوئے ماتھے پر آئے ہوئے بال پیچھے کر رہی تھی۔ اس نے دراز بالوں کی چٹیا بنائی ہوئی تھی اور اس کی ناگن سی سیاہ چوٹی پشت پر پڑی حارث کے صبر کا امتحان لے رہی تھی۔

"نہ ہی میں نے تمہیں یہاں لانے سے پہلے مشورہ کیا تھا اور نہ ہی میں تمہارے حکم پر واپس جاؤں گا۔ آیا اپنی مرضی سے ہوں اور جاؤں گا بھی اپنی مرضی۔ اپنے مشورے اپنے پاس رکھو۔" وہ ابھی تک سابقہ کیفیت میں تھا اس لیے لہجہ اتنا ترش نہ تھا بس الفاظ ہی ذرا سخت تھے۔

"تم خود کو حق بجانب سمجھتے ہو نا تو سب کچھ ڈنکے کی چوٹ پر کرو، چھپا کیوں رہے ہو؟ اور مجھے میرے اپنوں سے دور کر کے تمہیں کیا حاصل ہو گا؟" وہ کرسی سے اٹھ کر اس کی راہ میں کیا آئی تھی اس کے ضبط کو آزما گئی تھی۔

"شٹ اپ! بحث مت کیا کرو۔ ورنہ کسی دن جان سے جاؤ گی۔" ایشل کو گھورنا چاہا تھا مگر نگاہ میں بے اختیاری سی اتری تھی اور اپنی ہی حالت اس کے لیے حیران کن تھی۔

"دھیرے دھیرے کیوں جان کھینچ رہے ہو؟ ایک دفعہ ہی جان لے لو ناں تاکہ تمہیں بھی سکون ملے اور مجھے بھی۔" اس کی بے حسی ہر بار کی طرح اسے تڑپا گئی تھی اور آنسوؤں پر تو اس کا بس اب چلتا نہ تھا کہ اس سے تو کبھی کسی نے اونچی آواز سے بات نہ کی تھی اور وہ اس پر ہاتھ اٹھانے سے دریغ نہیں کرتا تھا۔ ذلت اور اہانت کے علاوہ وہ اسے کچھ نہیں دے رہا تھا۔

"اتنی آسانی سے تو تمہیں مرنے نہیں دوں گا اس لیے یہ خوش فہمی تو دل سے نکال دو کہ تم آسان موت مرنے والی ہو۔" وہ بے رحمی سے بولا تھا اور سائیڈ سے نکلتے ہوئے اسے کچھ خیال آیا تھا کہ وہ رک کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا تھا۔

http://paksociety.com

"رات کا کھانا میں کھا چکا ہوں، چائے بھی تم نے بنالی تھی تو پھر کچن میں کیا کر رہی تھیں؟ کہیں تم بزدلوں کی طرح خودکشی تو نہیں کر رہی تھیں؟" وہ لب کچلتی شکایتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی تھی اور اس کے ذہن اور دل کی کشمکش اس کے جان لیوا انداز پر مزید بڑھ گئی تھی۔

"میں بزدل نہیں ہوں حارث اور خودکشی حرام ہے اور میں مر کر بھی حرام کام کرنے کا تصور نہ کروں۔" اس نے اپنے آنسو رگڑے تھے اور اس کی نگاہ اس کے ہاتھ پر ٹھہر گئی تھی۔ بلاشبہ اس کا ہاتھ نہایت خوبصورت، گورا گداز تھا۔ لمبی مخروطی انگلیوں نے جس کی شعبہ بڑھادی تھی۔

"کھانا تو روز کی طرح صرف تم نے کھایا تھا اور یہ خیال بھی نہیں آیا تھا کہ میں نے کھانا کھایا، یا نہیں؟" وہ آج بے اختیار، پہلی دفعہ شکوہ کر گئی تھی۔

"میں اپنے لیے کھانا گرم کر رہی تھی۔ نہ جانے کیسے دوپٹے نے آگ پکڑلی، خودکشی نہیں کر رہی تھی۔ تم بدتر زندگی دو یا بدتر موت۔ سب قبول ہے۔ صرف حرام موت قبول نہیں ہے۔" وہ ایک نم پر شکوہ نگاہ اس پر ڈالتی تقریباً بھاگتے ہوئے وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔

ذہنی اور قلبی حالت کی تبدیلی تھی یا ایشل سے اپنی دوستی اور ریلیشن شپ یاد آئی تھی وجہ کچھ بھی ہو اس نے کچن میں جا کر کھانا گرم کر کے ٹرے سیٹ کی تھی اور اس کے کمرے میں آگیا تھا۔ وہ آہٹ پر چونکی تھی اور اسے ہاتھ میں ٹرے لیے کھڑے دیکھ کر سرعت سے اٹھ بیٹھی تھی اور اسے بے یقینی سے دیکھنے لگی تھی۔

"تمہیں مارنا چاہتا ہوں، تم پر ظلم کرنا چاہتا ہوں مگر یہ نہیں چاہتا کہ تم حادثاتی یا بھوک اور فاقہ کشی کی وجہ سے موت کا شکار ہو۔" وہ اس کی بے یقینی محسوس کرتا گڑبڑایا مگر اپنے تاثرات کو تلخی میں چھپا گیا تھا مگر وہ نہ جانے کس احساس کے تحت مسکرادی تھی۔

"تھینکس، حارث!" اس کے ہاتھ سے ٹرے لیتے ہوئے وہ مبہم سا مسکرائی تھی۔ بھیگے چہرے پر مسکراہٹ نے عجیب ہی بہار دکھائی تھی، نگاہ بے اختیار ہوئی تھی مگر وہ عجلت میں پلٹ گیا تھا۔ وہ اب بھی مسکرا رہی تھی اور پلٹنے پر اس کی مسکراہٹ دیکھ کر وہ چڑ گیا تھا۔

"کھانا کھا کر مجھے چائے بنا دینا، آدھی چائے لاؤنج میں یونہی پڑی ہے۔" وہ کہہ کر باہر نکل گیا تھا اور وہ اب کے کھل کر مسکرائی تھی اور بہت دنوں بعد اس نے سیر ہو کر کھانا کھایا تھا۔ چائے بناتے ہوئے بھی مسکراہٹ اس کے لبوں پر چپکی ہوئی تھی۔

☆☆☆☆☆

"یس کم اِن" اس نے دستک دی تھی اور اجازت پاتے ہی اندر داخل ہوئی تھی اور اسے دیکھ نظریں چرا گئی تھی کیونکہ وہ

http://paksociety.com

ٹراؤزر پہنے ہوئے تھا اور بنیان پہن کر اس کے ہاتھ سے چائے لی تھی۔

"یہ ایک بنیان اور ٹراؤزر پورے پندرہ منٹ کی تلاش کے بعد ملے ہیں۔ کپڑے دھونے کا کہا نہیں تو تمہیں خیال بھی نہیں آیا۔" گھونٹ بھر کر بولا تھا اور وہ الماری کے سارے کپڑے نیچے دیکھ ان کو سیٹ کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی چونکی اور اسے نظر اٹھا کر دیکھا، اس کے خوبرو چہرے کے نقوش قدرے تنے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھوں میں اجنبیت بھرا سرد تاثر آج ماند سا تھا۔

"حارث ہم یہاں زیادہ دن تو رہیں گے نہیں۔ کپڑے اتنے تو ہیں کہ تمہیں پرابلم نہ ہو۔ واپس جائیں گے تو میں نوراں سے دھلوالوں گی۔" وہ رسانیت سے بولی تھی۔ اس کی نگاہ نیچے کارپٹ کے پھولوں پر جمی تھی کہ اسے حارث سے لاج آرہی تھی۔ بنیان میں اس کا کسرتی جسم بڑا ہی نمایاں اور دلکشی لیے ہوئے تھا۔

"نوراں سے کیوں دھلواؤ گی؟ جب میں تم سے دھونے کے لیے کہہ رہا ہوں۔" وہ برہم ہوا تھا اور اسے دیکھ رہا تھا میرون کشمیری شال وجود کے گرد لپیٹے، لانبے بالوں کی چٹیا بنائے، نگاہ جھکائے وہ اس کے سامنے تھی۔

"حارث! میں کپڑے نہیں دھو سکتی۔" وہ پہلی دفعہ اپنے انداز میں انکار کر گئی تھی اور اس کا غصہ عود کر آیا تھا۔

کپڑے تو تم ہی دھوؤ گی اور آج اسی وقت دھوؤ گی۔" وہ چیلنجنگ انداز میں اسے دیکھتا گھونٹ بھرنے لگا تھا۔

"میں نہیں دھوؤ گی، تم جانتے ہو یہ کام نہ مجھے پسند ہیں نہ میں نے کبھی کئے۔ کھانے کی حد تک تو ٹھیک تھا اور ماسی نہ ہونے کی وجہ سے میں نے صفائی تک کر لی مگر یہ کام میں نہیں کرنے والی۔ آئی ہیٹ دِس" وہ اسے انکار کرتی ایشل ابراہیم لگی تھی جو صرف اپنی مرضی اور پسند کے مطابق کام کرتی تھی۔

"تمہیں کام نہیں پسند اور مجھے تم نہیں پسند اور بیوی تو میں تمہیں سمجھ نہیں رہا۔ اچھا کیا تم نے خود ہی اپنی حیثیت کا تعیّن کر لیا۔ میں یہاں تمہیں ماسی ہی بنا کر لایا ہوں تاکہ مجھے کسی چیز کا مسئلہ نہ ہو۔" وہ پلٹ کر جاتی ایشل کا بازو تھامے رعونت سے کہتا اس کی عزت اور ذات کے پرخچے اڑا گیا تھا، اس کی جھیل سی آنکھیں سرخ پڑتیں بہنے لگی تھیں۔

"اور جب تم میری پسند کے مطابق کام نہیں کرو گی تو مجھے اس جاب کے لیے کسی اور کو اسائن کرنا پڑے گا۔" اس کی بے بسی اسے عجیب ہی راحت دیتی تھی۔

"ہاں! تم کسی دوسری کو ہی اسائن کر لو میں یہ تمام کام ہرگز نہیں کروں گی۔" وہ بازو چھڑاتی چیختے لہجے میں بولی تھی۔

"اور نہ ہی یہاں ایک پل کے لیے بھی ٹھہروں گی۔" وہ فیصلہ کن لہجے میں بولی تھی اور اس کے روکنے پر بھی کمرے سے نکلی تھی۔ وہ غصے سے کھولتا اس کے پیچھے بڑھا تھا جبکہ وہ تقریباً بھاگتے ہوئے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی اس نے ایشل کو لابی میں جالیا تھا۔

http://paksociety.com

"کیا تماشہ ہے، کہاں جارہی ہو؟" وہ اس کے سامنے کھڑا اسے تیکھے چتونوں سے گھورتا استفسار کررہا تھا۔

"لودھی ہاؤس اپنے مما، پاپا کے پاس۔" وہ بھڑک کر بولی تھی۔

"شٹ اپ یہ نخرے اور ایٹی ٹیوڈ کسی اور کو دکھانا سمجھیں۔" غصے سے کھولتے ہوئے بولا تھا اور بازو سے پکڑ کر اندر کی طرف دھکیلا تھا۔

"میں تمہیں نخرے دکھاؤں گی حارث لودھی! کس حق، کس رشتے سے، جب تم مجھے اپنی بیوی مانتے ہی نہیں ہو تو میں کیوں تنہائی میں تمہارے ساتھ رہوں؟ ایشل ابراہیم لودھی اتنی ارزاں نہیں ہے کہ عزتِ نفس اور پندار گروی رکھ کر تمہاری چاکری کرتی رہے۔ میں تمہاری بات اس لیے سنتی مانتی رہی کہ تم سے نکاح ہوا تھا شوہر ہو تم میرے اور تم مجھے بیوی نہیں سمجھتے، پھر کیا سمجھتے ہو مجھے حارث لودھی کوئی بکاؤ مال؟ ایک ماسی جو تمہاری چاکری کرے، میں ایشل ابراہیم لودھی نہ ہوتی حارث! ایک غریب ماسی بھی ہوتی تو بھی تمہاری نوکری کو لات مار کر چلی جاتی یوں ایک اکیلے مرد کے ساتھ تن تنہا نہ رہ رہی ہوتی، اور تم مجھے بیوی نہیں سمجھتے، مجھے تمہاری یہ چاکری نہیں قبول کہ ایشل ابراہیم، شوہر کا دل دل تو بہلا سکتی ہے، اس کا ظلم برداشت کر سکتی ہے۔ اپنے مالک کا دل بہلاتی۔ اس کی چاکری نہیں کر سکتی۔" وہ اس کو بولنے کا موقع دیئے بغیر روتے ہوئے بول رہی تھی۔ اس کا روم روم اہانت اور تذلیل کے احساس سے سلگ رہا تھا اور وہ آنکھیں کھولے شعلہ جوالہ بنی ایشل کو دیکھ رہا تھا۔

"اس جاب پر مجھے رکھنے سے پہلے میری مرضی پوچھی ہوتی نہ تو اتنے دنوں اور گھنٹے خود کو ارزاں نہ کرتی۔" وہ بلکتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

"تمہیں میرا بننے، میری بیوی بننے کا زیادہ ہی شوق نہیں چڑھا؟" وہ غصے میں ہمیشہ کی طرح بدلحاظی کی بلندیوں کو چھونے لگا تھا۔

"تڑاخ! زبان سنبھال کر بات کرو حارث لودھی! نکاح ہوا ہے ہمارا" وہ اشتعال میں اس کی طرف بڑھی تھی اور اسے تھپڑ دے مارا تھا اور وہ تو یوں متحیّر ہوا تھا کہ کوئی ردّعمل ظاہر نہیں کر سکا تھا۔

"میں نے تم سے کبھی اپنے لیے بھیک تو کیا اپنے جائز شرعی حق کے لیے بھی مطالبہ نہیں کیا۔ میرے جذبے اتنے سطحی اور گھٹیا نہیں تھے حارث! جتنا تم نے انہیں میرے لیے گالی بنا دیا ہے۔ میں نے تمہیں حاصل کرنا نہیں چاہا تھا، تم سے محبت کی ضرور مگر محبت طلب نہیں کی۔ شادی ہوئی ہے ہماری، تم محبت نہیں تو کم از کم عزت تو دے ہی سکتے ہو۔ لیکن تم مجھے کیا سمجھ رہے ہو، ہر حق رکھتے ہوئے میں نے کب تمہاری جانب پیش رفت کی یا ناز اور انداز سے تمہیں لبھانے کی کوشش کی۔ میں نے تو ایسا کچھ نہیں کیا حارث کہ مجھے تمہاری توجہ کی بھیک نہیں چاہئے تھی، صرف عزت چاہئے تھی، اپنا مان، وقار، عزت نفس بچانے کو ہی تو اس رات اور اس سے آگے کے لمحات کا کسی سے ذکر نہیں کیا اور تم کہتے ہو مجھے بیوی بننے کا شوق ہے اور تم مجھے بیوی نہیں سمجھتے، پھر کیا سمجھتے ہو

http://paksociety.com

ایک بازاری عورت۔۔" وہ اس کا سینے سے بنیان ہاتھوں میں دبوچے بلک رہی تھی، تڑپ رہی تھی اسے جھنجھوڑ رہی تھی، اس کے لفظ لفظ کا کرب اس نے محسوس کیا تھا تب ہی تو تھپڑ کھا کر بھی شرمندگی سے کھڑا اس کی لعن طعن سن رہا تھا مگر اس کے آخری الفاظ پر اس کی ہمت جواب دے گئی تھی اور اس کے ہاتھ بے دردی سے جھٹک کر اس کے نم رخسار پر اپنے بھاری ہاتھ کا طمانچہ دے مارا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر فرش پر گری تھی۔

☆☆☆☆☆

"مسٹر مراد، آپ کی مسز کو مکمل صحت یاب ہونے میں وقت لگے گا۔" ڈاکٹر افضل ہر روز باقاعدگی سے کنول خان کے چیک اپ کے لیے آرہے تھے وہ بہت جلدی صحت یابی کی منازل طے کر رہی تھیں۔

"کوئی گھبرانے والی بات تو نہیں ہے؟"

"او نہوں، بالکل بھی نہیں مسٹر زاہد! آپکی مام بالکل ٹھیک ہیں اور جو کمی بیشی رہ گئی ہے وہ ٹریٹمنٹ اور آپ لوگوں کی توجہ سے دور ہو جائے گی۔" وہ سب مطمئن ہو گئے تھے۔

"مہ رخ! بیٹا آپ اپنی آنی کا خیال رکھنا، میں جا کر آتا ہوں۔" وہ نرمی سے بولتے کمرے سے نکل گئے تھے۔

"انکل اور زید بہت بدل گئے ہیں آنی!" وہ ان کی آنکھوں میں ہلکی سی میں حیرت دیکھ مسکرا کر بولی تھی۔

"آپ کی نیکی، آپ کا صبر رائیگاں نہیں گیا آنی! آپ کی زندگی کی ساری مشکلات اللہ نے اپنی رحمت سے ختم کر دی ہیں۔" کنول خان نیم دراز تھیں، وہ ان کے سامنے بیٹھ کر نہایت حلیم لہجے میں بول رہی تھی، وہ مسکرا دی تھیں۔

"اللہ کا شکر ہے کہ مراد اور زاہد صراطِ مستقیم پر چلنے لگے ہیں۔ اللہ نے دونوں کو مزید بھٹکنے سے بچا کر رحمت کے سائے میں لے لیا ہے۔" ان کا نحیف لہجہ بھیگا ہوا تھا، آنکھوں میں تشکر کے آنسو جگمگا اٹھے تھے۔ وہ دھیمی سی چال چلتا ماں کے پھیلے پاؤں کے نزدیک گھٹنے پر ہاتھ رکھ کے بیٹھ گیا تھا۔

"مام! آپ مجھ سے اپنی ناراضی دور کر لیجئے، مجھے میری ہر خطا، بدتمیزی اور نافرمانی کے لیے معاف کر دیجئے۔۔" اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی وہ بیٹے کے پیارے روپ کو خوشی سے دیکھنے لگی تھی اور اس نے مسکرا کر ماں کو دیکھا اور وہ پیر سمیٹتیں بیٹھ گئی تھیں۔

"زاہد میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ غصہ تھی، افسوس تھا مجھے تمہاری سوچ پر، تمہارے عمل پر مگر اب مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ تم نے برائی کی زندگی چھوڑ دی ہے۔ جب اللہ نے تمہیں معاف کر دیا ہے تو بیٹا میں تمہیں معاف نہ کرنے والی کون ہوتی ہوں؟ معاف کر دیا میں نے تمہیں اور مراد کو، میں آپ دونوں سے ہی ناراض نہیں ہوں۔ بہت خوش ہوں آپ دونوں کی مثبت تبدیلی پر، اللہ آپ دونوں کو ثابت قدمی عطا فرمائے۔" کنول خان کا وہی نرم، شیریں لہجہ تھا وہ بیٹے کے ہاتھ کو تھامے نرمی سے تھپک رہی تھیں۔

http://paksociety.com

"مام ہم نے آپ کو اتنے سال پریشان کیا، دکھ دیئے اور آپ نے ہمیں اتنی آسانی سے معاف کر دیا۔ ایک شکوہ تک آپ کے لبوں پر نہیں آیا۔" وہ ماں کی عظمت دل سے محسوس کرتا ماں کو عقیدت سے دیکھ رہا تھا۔

"اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے، یہ میرے اللہ کی خاص نظر کرم ہے۔ میں نے زندگی کی تمام کٹھنائیاں اللہ کی رضا جان کر صبر اور شکر سے برداشت کیں، اور اللہ نے اپنا کرم کر دیا۔ اللہ کو میری آزمائش منظور تھی مگر اس نے مجھے حوصلہ اور صبر عطا فرمایا اور اب تمام کٹھنائیاں دور کر دیں۔ میرا اکلوتا بیٹا دینِ محمدی ﷺ کی جانب لوٹ آیا، خسارے کی زندگی چھوڑ کر اپنی پہچان کو گلے لگا چکا ہے۔ مراد اپنے اصل اور صراطِ مستقیم کے راہی بن چکے ہیں۔ شکوہ کرتی تو رب بھی ناراض ہوتا اور سکون سے بھی جاتی۔ اللہ کا شکر ہے اس نے جیسے جس حال میں رکھا۔"

وہ ماں کے نرم لہجے کی ہر بات غور سے سن رہا تھا۔ ان کے لفظ لفظ سے عاجزی اور انکساری ٹپک رہی تھی۔ خدا کی بڑائی ظاہر ہو رہی تھی اور وہ ماں کو عقیدت سے دیکھتا ان کے لفظوں کی روشنی اپنے دل پر محسوس کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اس نے ابھی ماں سے بہت کچھ سیکھنا ہے، خدا سے محبت کا والہانہ پن اور عقیدت، ہر حال میں شکر ادا کرنے کا گُر سیکھنا ہے۔ ویسے تو محبت کرنا سیکھا نہیں جا سکتا ہاں انسپائریشن لی جا سکتی ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کی تعلیمات، رسول اللہ ﷺ کا کردار اور عمل رول ماڈل کے طور پر موجود ہے۔ اس کی ماں بھی ایک رول ماڈل کی طرح ہے۔ بس اسے اب عمل کو سچا اور سیدھا کرنا ہے۔ نیک لوگوں کے نقشِ قدم پر چلنا ہے۔ نیت اور ارادہ نیک ہو تو اللہ بہتری کی راہیں خود ہی فراہم کر دیتا ہے۔ اس لیے وہ مطمئن تھا۔

☆☆☆☆☆

"ریسیور واپس کرو حارث!" فون اٹھا کر ایشل نے نمبر ڈائل کرنا چاہا تھا کہ حارث نے ریسیور اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا تھا۔ وہ اس افتاد کے لیے تیار نہ تھی اور سلگ اٹھی تھی۔ وہ اسے دیکھ رہا تھا، چہرہ اور آنکھیں سرخی مائل اور سوجے ہوئے تھے۔ آواز بے حد بھاری ہو رہی تھی کہ وہ رات بھر روتی رہی تھی۔

"میں نے تمہیں فون کو ہاتھ لگانے سے منع کیا تھا، ایک دفعہ کی بات تمہیں سمجھ نہیں آتی؟" اس کی سادگی دیکھ کر وہ چاہ کر بھی غصہ نہیں دکھا سکا تھا۔

"پلیز حارث! مجھے ریسیور دو، میں نے پاپا کو فون کرنا ہے۔" وہ ملتجی ہوئی تھی۔

"کیوں کرنا ہے فون؟ وجہ کیا ہے؟ پہلے تو بڑے دعوے کئے تھے کہ تم میرا ہر ظلم برداشت کر لو گی، محض ڈیڑھ ماہ میں ہی ہمت جواب دے گئی۔ فرار چاہتی ہو تو ڈائریکٹ مجھ سے کہو، طلب کرو مجھ سے طلاق۔" وہ نہ جانے کیوں اس کے معاملے میں بے حس ہو جاتا تھا۔ اس کی حالت ایسی نہ تھی کہ اسے تکلیف دی جاتی مگر وہ جیسے بہت مجبور تھا۔ ڈائری میں جو پڑھا تھا وہ بھول نہیں پاتا تھا اسے دیکھ وہ سب یاد آتا تھا اور وہ سنگدلی کی اعلیٰ تصویر بن جایا کرتا تھا۔

http://paksociety.com

"حارث! ظلم، نفرت، حقارت، ذلت کا ہر ایک روپ برداشت کر سکتی ہوں مگر اپنی نسوانیت کی بے توقیری اور ذلت نہیں سہہ سکتی اور جب تم بیوی سمجھتے ہی نہیں ہو تو کیوں ظلم سہوں؟ اور میں نہ اب تم سے بات کرنا چاہتی ہوں نہ ہی بحث میں الجھنا۔ اس لیے تم مجھے فون دو، میں پاپا کو فون کر کے بلانا چاہتی ہوں۔ مجھے یہاں نہیں رہنا مجھے اپنے گھر، اپنے پیرنٹس کے پاس جانا ہے۔" وہ دکھ سے کہتی کرب سے آنکھیں میچ کر خود کو کمپوزڈ کر کے بات خود ہی بدل گئی تھی۔

"یہ ناممکن ہے۔ میں تمہیں تب آزاد کروں گا جب کرنا چاہوں گا۔ تم اپنی توہین برداشت کر سکتی ہو تو بھی میرے ساتھ بندھی رہو گی اور اگر توہین برداشت نہیں کر سکتیں تو بھی تعلق نہیں توڑ سکتیں، نہ ہی فرار حاصل کر سکتی ہو۔ خاموشی سے برداشت کر کے رہو یا جبر کر کے رہو، جب تک میں چاہوں گا رہنا میرے ساتھ ہی پڑے گا اور گھر والوں کا ڈراوا تو مجھے دینا بھی مت کہ میں سب کے سامنے اپنے بدترین روپ کے ساتھ آنے سے بالکل نہیں ڈرتا۔ یہاں تمہیں خود کو لوگوں سے چھپانے کے لیے نہیں تمہیں اذیت دینے کے لیے لایا ہوں۔" وہ اذیت سے اسے دیکھ رہی تھی کہ اس شخص کو نہ جانے کتنے روپ بدلنے تھے؟

"یہ پکڑو فون اپنے پاپا کو بلاؤ یا تائی کو، میں جب تک نہیں چاہوں گا تمہیں کوئی بھی نہیں بچا سکے گا۔" اس کا ہاتھ تھاما تھا اور اس کی ہتھیلی پر ریسیور دھر دیا تھا۔ اس نے ایک نظر ریسیور پر ڈالی تھی اور اس بے رحم شخص کو دیکھتی اپنی آنکھوں کو نم ہونے سے نہیں روک پائی تھی۔ اس نے ریسیور دیوار پر دے مارا تھا۔

"حارث میں اپنی توہین اور اپنے رشتوں کی توہین تمہیں کبھی بھی معاف نہیں کروں گی۔" وہ کمرے سے نکل گئی تھی اور وہ ہارے ہوئے انداز میں صوفے پر ڈھے گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

"میں اس سنڈے کو محفلِ میلاد منعقد کرانے کا سوچ رہی ہوں۔ آپ لوگوں کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟" کنول خان آج کئی دن کے بعد ڈائننگ ٹیبل پر سب کے ساتھ کھانا کھا رہی تھیں۔

"نیک خیال ہے۔ تم، مہ رخ بیٹی کے ساتھ مل کر پروگرام ترتیب دے لو، انتظامات میں دیکھ لوں گا۔" مراد خان شائستگی سے بولے تھے۔

"آنی! اس سنڈے کی بجائے نیکسٹ سنڈے کا رکھ لیں تو زیادہ اچھا رہے گا۔" وہ تینوں اسے دیکھنے لگے تھے۔

"اس سنڈے کو کیوں نہیں؟" زید نے پوچھا تھا۔

"میری فرینڈ ہے نہ ایشل وہ حارث بھائی کے ساتھ گئی ہوئی ہے۔ اس سنڈے کو وہ نہیں آسکے گی جبکہ میں چاہتی ہوں کہ وہ بھی شرکت کرے۔" وہ نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولتی اس کے چہرے پر سائے بکھرا گئی تھی۔ بیٹے کی حالت کنول خان سے پوشیدہ نہیں رہ سکی تھی کہ جب تک ضمیر سویا ہوا تھا چٹان سی بات اور حرکت چیونٹی کے برابر لگتی تھی اور جب سے ضمیر جاگ

http://paksociety.com

اٹھا تھا باریک کنکر بھی دل، دماغ اور آنکھوں میں چبھنے لگتا تھا۔

"میلاد تو اسی اتوار کو رکھ لیتے ہیں کہ شکر منانے میں دیر نہیں کرنی چاہیئے اور رہ گئی بات تمہاری دوست کی، وہ واپس آئے گی تو اسے دعوت پر بلا لینا کہ اپنوں کو بلانے کے لیے وجہ اور وقت اہمیت نہیں رکھتا۔" وہ بیٹے کی حالت سمجھ رہی تھیں مگر بہو کو مطمئن کرنا بھی لازم تھا جبکہ وہ کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا تھا۔

"زید! کھانا کھائے بغیر کہاں جا رہے ہیں؟" وہ حیران پریشان سی اُسے پکار گئی تھی۔

"میں کھا چکا ہوں۔ چائے کمرے میں بھجوا دینا۔" وہ ٹھہرا نہ تھا اور وہ بے دلی سے کھانا ختم کرنے لگی تھی۔

☆☆☆☆☆

"آپ کی چائے، آپ اسموکنگ کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟" وہ کپ اس کو پکڑاتے ہوئے ہلکی سی خفگی سے بولی تھی۔

"تمہارے کہنے پر کم تو کر دی ہے، یار اب اتنی بھی پابندیاں نہ لگاؤ کہ سگریٹ اتنی بھی بری شے نہیں ہے۔" وہ خود کو کمپوزڈ کر چکا تھا۔ اس کے من موہنے چہرے پر خفگی بھلی لگ رہی تھی اس لیے وہ شرارت سے بولا تھا۔

"کم بری، زیادہ بری کیا ہوتی ہے زید! بری چیز ہر حال میں بری ہوتی ہے۔" اس کی خفگی بڑھی تھی۔

"اچھا اطلاع دینے کا شکریہ۔" وہ اس کی ناراضگی کو انجوائے کرتا چھیڑ رہا تھا اور اس کا منہ بن گیا تھا۔

"آپ سے بات کرنا، آپ کو سمجھانا فضول ہے۔" وہ تپ کر بولی تھی اور اس نے جاندار قہقہہ لگا کر اسے کنفیوژ کر دیا تھا اور وہ تکیہ درست کرتی لیٹ گئی تھی۔

"ناراض ہو گئی ہو؟" وہ اس کی خاموشی کو کچھ اور سمجھا تھا۔

"نہیں میں آپ سے ناراض کیوں ہوں گی؟ نیند آ رہی ہے سونا چاہتی ہوں۔" وہ سادگی اور معصومیت سے بولی تھی وہ چند ثانیے اسے دیکھتا رہا اور اس کے برابر دراز ہو گیا۔

"کبھی تو ناراض بھی ہوا کرو۔ ضد کیا کرو۔ فرمائش کیا کرو۔" وہ اس کا ہاتھ تھامے گھمبیر لہجے میں بولتا اسے متحیّر کر گیا تھا۔

"میں آپ کی بات کا مطلب بالکل نہیں سمجھی؟" وہ اسے دیکھنے لگی تھی۔

"آئی لو یو مہ رخ!" اس کی پیشانی پر لب رکھے تھے۔

"آپ سچ میں مجھ سے پیار کرتے ہیں؟" وہ اس کے پہلو سے اٹھ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن اور معصوم سی حیرانگی کا عجیب سا امتزاج تھا۔

"میں سچ میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔" وہ سچائی سے بولا تھا مگر اس کی آنکھوں میں الجھن برقرار تھی۔

"مہ رخ! بلیو می، آئی رئیلی لو یو سو مچ۔۔" وہ اٹھا تھا اور بغور اس کے چہرے کو تک رہا تھا۔

http://paksociety.com

"مجھے پہلی نظر میں تم نے اپنی خوبصورتی سے دیوانہ بنا دیا تھا۔ مگر تمہارا عمل، تمہاری سیرت اور کردار نے میری زندگی کو خوبصورت بنا دیا ہے۔ مجھے متاثر کرنے والی تمہاری خوبصورتی تھی، اس تاثر کو گہرائی اور جاذبیت عطا کرنے میں تمہاری معصومیت اور باکرداری کا ہاتھ ہے۔ میں خود کو بہت خوش قسمت محسوس کرنے لگا ہوں کہ اللہ نے میری زندگی میں ایسی لڑکی کا ساتھ لکھا جو تن، من، عمل اور کردار ہر لحاظ سے خوبصورت ہے۔ تمہیں پا کر تو لگتا ہے رخ کے میں نے ساتوں آسمان پا لیے ہیں۔" وہ خوبصورتی اور دل کی گہرائی اور سچائی سے پہلی دفعہ اظہارِ محبت کرتا، اسے سراہتا اس کے ذہن اور دل پر پڑے بوجھ کو سرکا گیا تھا۔

"میں بھی آپ سے بہت محبت کرتی ہوں زید! مگر میں ڈرتی تھی کہ مجھے لگتا تھا کہ آپ مجھ سے نہیں میری خوبصورتی سے محبت کرتے ہیں۔ آپ کو میں نہیں، میری خوبصورتی اچھی لگتی ہے۔ کبھی مجھے اپنی خوبصورتی اچھی لگتی کہ جس کی وجہ سے آپ مجھے چاہتے ہیں اور کبھی بری کہ آپ میری خوبصورتی کے خاتمہ، چھن جانے پر مجھے چھوڑ نہ دیں۔ اگر کسی حادثے میں میرا چہرہ بگڑ گیا، میری خوبصورتی متاثر ہو گئی کیا تب بھی آپ مجھے چاہیں گے؟ مجھے چھوڑ تو نہیں دیں گے ناں زید۔۔۔؟" وہ پہلی رات کے جواب کے زیرِ اثر پریشان رہی تھی اور اسی کے تحت الجھن سے کہہ رہی تھی۔

"نہیں! کیونکہ میں جان گیا ہوں کہ تن کا نہیں، من کا، کردار اور عمل کا خوبصورت ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اللہ نہ کرے کہ تم کسی حادثے کا شکار ہو جاتی ہو تو بھی میری چاہت میں کمی نہیں آئے گی۔ تمہارے کردار اور من کی خوبصورتی کے بعد میرے لیے ہر دوسری بات غیر اہم ہو گئی ہے۔ میں تمہیں اس لیے چاہتا ہوں، چاہوں گا، چاہتا رہوں گا کہ تم چاہے جانے کے لائق ہو اور زندگی خوبصورت نہیں بدصورت کانٹوں بھری بھی ہو تو پیاری لگتی ہے عزیز ہوتی ہے اور تم مجھے بہت پیاری، بہت عزیز ہو۔" وہ بہت نرمی اور حلاوت سے جذبوں سے چور لہجے میں بول رہا تھا اور وہ اندر تک شانت ہو گئی تھی۔

وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ قدرت کی صناعی کا اعلیٰ شاہکار تھی مگر وہ ظاہری نہیں، باطنی طور پر بھی خوبصورت تھی اور ظاہری خوبصورتی تو وقت اور عمر کے ساتھ ڈھل جاتی ہے جبکہ باطنی خوبصورتی وقت اور عمر کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔ آج اسے زاہد خان کی قربت میں اپنا دم گھٹتا، وحشت سی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اسے اپنے دل کی سرزمیں کھلتی محسوس ہوئی تھی اور وہ آسودگی سے رب کا شکر ادا کرتی حیا سے مسکرا دی تھی۔

☆☆☆☆☆

"میں کتنی تنہا اور اکیلی ہو گئی ہوں۔ لگتا ہے تین ماہ نہیں تین صدیاں گزر گئی ہیں۔ عائزہ، مہ رخ سے کب سے بات نہیں ہوئی۔ مما سے تو کبھی کبھار حارث بات کروا دیتا ہے لیکن تائی اماں میں انہیں کتنا مس کر رہی ہوں۔ حارث کو مجھ سے کیوں نفرت ہو گئی ہے؟ اور مجھے یہ نہیں سمجھ میں آتا کہ وہ اس نفرت میں مجھے تکلیف دے رہا ہے، اذیت پہنچا رہا ہے مگر تائی اماں سے مجھے دور کیوں کر رہا ہے؟ ان سے بات کرنے کیوں نہیں دیتا؟" وہ بے چینی سے کروٹیں بدلتی سوچ رہی تھی مگر ذہن الجھ رہا تھا اور گھتیاں

http://paksociety.com

سلجھ نہیں پا رہی تھیں، ہوا کی سرسراہٹ کے ساتھ بلّی کی آواز خاموش فضا میں عجیب سا ہراس دوڑا گئی تھی اور وہ اٹھ بیٹھی تھی۔ اس کو نئی جگہ پر خوف آتا تھا اکثر سو نہیں پاتی تھی لیکن یہ سب وہ اس بے رحم ہو جانے والے شخص سے کہہ نہیں سکتی تھی۔ کل رات بلّی کے رونے کی آوازیں اس کے اعصاب چٹخاتیں اس کے سونے کی راہ میں رکاوٹ بنی رہی تھیں اور اب بھی یہی ہوا تھا عجیب سا خوف اس کے ذہن اور دل پر سوار ہونے لگا تھا۔ اور آج اتنا بڑھا تھا کہ وہ کمرے سے نکل آئی تھی۔

"حارث! مجھے اپنے کمرے میں آنے دو۔ مجھے اکیلے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ سونے کے لیے لیٹا ہی تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی تھی اور اس نے اٹھ کر ناچار دروازہ کھولا تھا۔ سامنے ہی وہ کھڑی تھی، چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔

"میں اپنے گھر میں تمہارا وجود برداشت کر رہا ہوں یہی بہت نہیں ہے جو تمہیں اپنے کمرے میں آنے دوں؟" وہ اس کے لیے بہت کٹھور بن گیا تھا۔

"پلیز، حارث! میں کل رات سو نہیں سکی تھی، مجھے اس وقت بہت نیند آ رہی ہے مگر سو نہیں پا رہی۔ میرے ساتھ ایسا مت کرو۔ ڈر کے مارے میری جان نکل جائے گی۔" وہ بہت بے بسی سے بولی تھی کہ رات کے ڈھائی بج رہے تھے جبکہ وہ سونے کے لیے گیارہ بجے ہی کمرے میں چلی گئی تھی مگر نہ جانے کیسا ڈر تھا جو نیند کی راہ میں رکاوٹ بن رہا تھا اور اس نے بالآخر دروازہ بجا ڈالا تھا۔

"اوہو، اس سے اچھی بات کیا ہو گی۔ اپنی ڈیتھ وش بتا دو۔" وہ سینے پر ہاتھ باندھے بے رحمی کی انتہاؤں پر تھا اور وہ اسے چند ثانیے دیکھتی مایوسی سے پلٹ گئی تھی۔ وہ روتے، ڈرتے سو ہی گئی تھی کہ نیند تو کانٹوں کے بستر پر بھی آ جاتی ہے۔ یہی حال حارث کا بھی تھا وہ ڈسٹرب ہو چکا تھا، رہ رہ کر اس کا خیال آ رہا تھا مگر اس نے ذہن اور دل کی آواز پر توجہ نہ دی اور بالآخر سو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

زندگی یکدم ہی بہت کٹھن ہو گئی تھی۔ حارث اسے وہاں لا کر بھول گیا تھا۔ وہ اپنوں سے بات کرنے کو ترس گئی تھی کہ اس نے لینڈ لائن کی وائر نکالی ہوئی تھی۔ وہ کھانا ٹھیک بناتی تو خاموشی سے کھا لیتا، ذرا سی بھی کمی بیشی ہوتی تو بناء کھائے اٹھ جاتا اور وہ پھر سے کچن میں جا پہنچتی تھی۔ 500 گز پر بنا وہ گھر اس کی صفائی اس کے ذمہ تھی جو کمرے استعمال میں نہ تھے ان کی صفائی بھی وہ روز کر رہی تھی اور کہیں بھی ذرا سی بھی گرد نظر آ جاتی تو حارث کو اسے بے عزت کرنے کا موقع مل جاتا کہ وہ کھانے کے معاملے میں تو زیادہ کچھ نہیں کر پاتا تھا حیرانگی سے کھانا کھا لیتا کیوں کہ وہ کھانا بلاشبہ مزیدار بنا رہی تھی کہ لگن سچی ہو تو مشکل، مشکل کب رہتی ہے؟ مگر وہ پورے گھر میں بولائی بولائی پھرتی تھی کہ وہ کمرے سے باہر ہی نہیں نکلتا تھا کہ وہ کافی عرصے سے ایک پراجیکٹ پر کام کرنا چاہ رہا تھا مگر وقت نہیں مل رہا تھا مگر اب اسے فرصت ہی فرصت تھی اس لیے اب وہ تھا اور اس کا کمپیوٹر تھا۔ وہ اس کو تنہائی کی مار، مار رہا تھا۔ وہ خود تو پیٹ بھر کر کھاتا تھا مگر وہ اس سے انجان ہی تھا کہ وہ کب اور کتنا کھاتی ہے؟ اس کی خوراک نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی۔

http://paksociety.com

☆☆☆☆☆

وہ نک سک سے تیار، کی رنگ انگلی پر گھماتا، سیٹی پر کوئی شوخ دھن گنگناتا سیڑھیاں اتر کر اب لان کی طرف بڑھ رہا تھا اور اس کے قدم ٹھٹھک گئے تھے۔ سیاہ رنگ کے سوٹ میں لانبے بالوں کی چوٹی دائیں کاندھے پر ڈالے وہ کین کی کرسی پر سوگوار سی بیٹھی، ملگجے سے اندھیرے میں ڈھلتی شام کا ایک سوگوار حصہ لگ رہی تھی۔ اس کے بالوں کی لٹیں ماتھے اور رخساروں پر اٹھکیلیاں کر رہی تھیں۔ ایک عجیب سا احساس اس کے دل میں جاگا تھا، وہ اپنے دل میں در آنے والے احساس کو کوئی نام ہی نہیں دے سکا تھا اور اسے ٹک ٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ تب ہی نہ جانے کہاں سے ایک بلّی وہاں چلی آئی تھی اور اس کی میاؤں، میاؤں پر وہ کرسی سے ڈر کر اٹھ گئی تھی۔ وہ اس کی خوبصورت اداس آنکھوں میں خوف صاف دیکھ رہا تھا جبکہ وہ دیوار پر چڑھتی بلّی کو دیکھتی باقاعدہ کانپ رہی تھی۔ وہ ایشل کو بچپن سے جانتا تھا اس کی خود اعتمادی کے ساتھ اس کی ڈرپوک فطرت سے بھی واقف تھا۔ اس لیے اسے اس حالت میں دیکھ نہ سکا اور پلٹ گیا۔ چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ وہ اسے آواز دے گئی۔

"حارث!" اس کا بھیگا، کانپتا لہجہ اس کے قدم جکڑ گیا تھا۔ مگر پلٹنے کی اس میں ہمت نہ تھی۔ وہ خود ہی چل کر اس کے سامنے آ گئی تھی۔

"پلیز مجھے اکیلا چھوڑ کر مت جاؤ حارث! تمہارے جانے کے بعد مجھے بہت خوف آتا ہے۔" وہ نظر انداز کرنے کے لائق نہ تھی۔

"تمہیں یہ خوش فہمی کب سے لاحق ہو گئی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں؟" مگر وہ اسے یکسر نظر انداز کر گیا تھا۔

"تم ساتھ نہیں ہو مگر تمہارے ساتھ ہونے کا احساس تو رہتا ہے اور جب تم چلے جاتے ہو تو میں بالکل اکیلی پڑ جاتی ہوں۔" وہ ہر بار سوچتی تھی کہ اس بے رحم شخص سے اپنے لیے رحم کی بھیگ نہیں مانگے گی مگر مجبور ہو جاتی تھی۔ اس نے پچھلے تین چار دنوں سے اسے ٹارچر کرنے کا نیا طریقہ نکالا تھا۔ شام گئے گھر سے نکلتا اور رات گئے لوٹتا تھا۔ اور وہ جب تک نہ آ جاتا وہ خوف سے کانپتی رہتی تھی اور اسے دیکھ یوں پرسکون ہوتی تھی جیسے دنیا کی بھیڑ میں کوئی اپنا مل گیا ہو۔ وہ اس کی بے حسی اور سنگدلی دیکھنے کے بعد بھی اس سے ہی امیدیں اور توقعات رکھے ہوئے تھی کہ وہ چاہ کر بھی آج بھی اس سے نفرت نہیں کر پا رہی تھی۔

"ابھی نہ گھبراؤ ایشل! کہ اکیلا پن تو تم نے ابھی برداشت کیا ہی نہیں ہے، تم نے ابھی کرنا ہے۔ تمہیں میں اتنا اکیلا کرنے والا ہوں کہ تم اپنے سائے سے بھی ڈرا کرو گی۔" وہ اس کے لیے بے حسی اور نفرت کی سنگلاخ چٹان ثابت ہو رہا تھا۔

"میں نہیں رہوں گی، مجھے یہاں نہیں رہنا ہے مجھے واپس جانا ہے۔ پلیز حارث! مجھے مما، پاپا بہت یاد آ رہے ہیں۔ مجھے یہاں سے لے جاؤ۔" وہ اس کا بازو جکڑ کر بچوں کی طرح رو رہی تھی مگر وہ اس کا ہاتھ جھٹکتا، پورچ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس کے رونے، پیٹنے پر پلٹ کر دیکھا تک نہیں تھا۔ اس نے گاڑی کھلے گیٹ سے باہر نکالی تھی اور روز کی طرح کچھ فاصلے پر جا کر روک دی تھی۔ وہ وہاں

http://paksociety.com

اسے اکیلا چھوڑ کر نہیں جاسکتا تھا۔اس کا مقصد صرف اسے تنہائی کی مار، مارنا، اسے ٹارچر کرنا تھا۔اس لیے وہ گھر سے نکل جاتا تھا مگر وہ اس کی بیوی، اس کی عزت تھی وہ شہر کے اس بے رونق علاقے میں اسے چھوڑ کر نہیں جاسکتا تھا کہ وہ اپنے غصے اور نفرت میں کتنا ہی آگے کیوں نہ بڑھ گیا ہو مگر اپنی عزت کی حفاظت کرنا جانتا تھا۔

☆☆☆☆☆

"حارث! مما، بات کر رہی ہوں کیسے ہو؟"

"جی، مما بالکل ٹھیک ہوں۔" اس کے سامنے چائے رکھتی وہ چونک اٹھی اور بہت بے قراری سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"ایشل بھی ٹھیک ہے نہا رہی ہے۔ آتی ہے تو بات کروادوں گا۔" وہ سامنے کھڑی ایشل کو دیکھ کر مسکرا کر بولا تھا اور وہ انگلیاں مڑوڑتی آنسو بہانے لگی تھی۔

"تین ماہ ہو گئے ہیں تم دونوں کو گئے بس اب واپس آجاؤ۔ ایشا، کو ہم سب بہت مس کر رہے ہیں۔ ایشا، کیا گئی گھر کی رونق چلی گئی۔ اور ذہن اور دل بھی کچھ کثافت کا شکار ہے۔ عجیب وہم ستاتے رہتے ہیں۔ تم بس ایشل کو لے کر واپس آجاؤ۔ ایشا، کے بغیر گھر سونا ہو گیا ہے۔" وہ ماں کے لہجے میں اداسی اور بے قراری صاف محسوس کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے مما! ہم آرہے ہیں۔ آپ فی الحال ایشل سے بات کر لیں۔" وہ ضبط نہ کرتے ہوئے پلٹی تھی کہ وہ اس کی کلائی تھام گیا تھا اور ریسیور اس کی طرف بڑھایا تھا جسے اس نے بہت تڑپ کر تھاما تھا اور بے قراری سے بولی تھی۔

"ہیلو۔۔"

"کیسی ہو ایشا؟" ان کا وہی ممتا بھرا لہجہ تھا۔

"میں ٹھیک ہوں تائی اماں! مما کہاں ہیں؟ بات کروایئے۔" اس کے آنسو تیزی سے مژگانوں پر لڑھک رہے تھے اور وہ اسے نامانوس احساس کے تحت تک رہا تھا۔

"ایشا؟ تم ٹھیک ہو؟ تمھاری آواز کو کیا ہوا؟ تم رو کیوں رہی ہو؟" وہ بے چینی سی محسوس کرنے لگی تھیں۔

"تائی اماں، مجھے فلو ہے، آپ مما کو فون دیجئے ناں۔" وہ کوثر لودھی سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی کہ حارث بھی کیونکہ یہی چاہتا تھا اور اسے تائی کی محبت سے ڈر لگنے لگا تھا۔ کیونکہ وہ بیک وقت نفرت اور محبت کے حصار میں تھی۔ ایک کی محبت اور ایک کی نفرت کا گرداب اسے سکون کی سانس لینے نہیں دے رہا تھا۔ اس کی ہر سانس اس کے لیے قفس بنتی جارہی تھی۔

"شی جی تو ابراہیم کے ساتھ عائزہ کی طرف گئی ہوئی ہے۔ عائزہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ نرمی سے بول رہی تھیں کہ وہ ان کی بات کے درمیان میں فکرمندی سے بولی تھی۔

"کیا ہوا ہے عائزہ کو، وہ ٹھیک تو ہے؟" وہ حقیقی معنوں میں اپنا دکھ بھول کر عائزہ کے لیے متفکر ہوئی تھی اور وہ بے ساختہ

http://paksociety.com

چونکا تھا اور اس کی تمام حسیات فون پر بات کرتی ایشل پر مرکوز ہو گئی تھیں۔

"عائزہ کے ہاں خوشخبری ہے، تم آنی بننے والی ہو۔" اس کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے تھے۔

"یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔ آپ عائزہ کو میری طرف سے مبارک باد دیجئے گا۔" وہ مسکرائی تھی اور اس نے ریسیور اس کے ہاتھ سے چھین لیا تھا۔ وہ کچھ کہتا یا پوچھتا لائن کٹ گئی تھی۔

"تم اتنی خود غرض کیسے ہو سکتی ہو ایشل کہ تم عائزہ کی بیماری کا سن کر خوش ہو رہی تھیں۔" ریسیور کریڈل پر ڈال کر اس کی طرف گھوما تھا۔

"میں نے تم سے پوچھا کبھی حارث کہ تم اتنے خود غرض کیسے ہو سکتے ہو کہ مجھے یوں تنہائی اور اکیلے پن کی مار، مار رہے ہو۔" وہ تلخ ہوئی تھی اور اس نے کھینچ کر اسے ایک لگایا تھا۔

"شٹ اپ! اب میری نفرت کا تم عائزہ کا براچاہ کر بدلہ لو گی؟" وہ سخت مشتعل ہوتا اسے گدی سے تھامے سختی سے جواب طلبی کر رہا تھا۔

"چھوڑو مجھے حارث میں کیوں عائزہ کا برا چاہوں گی؟" وہ اس کی وحشیانہ گرفت سے اپنے بال چھڑانے کی کوشش میں ہلکان ہوتے ہوئے سسکی تھی۔ مگر وہ آج تمام دنوں کی نسبت زیادہ مشتعل تھا بالکل ہی حواس کھو بیٹھا تھا۔ اسے بے دردی سے گھسیٹتے ہوئے نیچے لایا تھا اور اسے باہر دھکیل دیا تھا۔

"حارث میں عائزہ کو کبھی دکھ دینا نہیں چاہتی تھی۔ میں اس کے دکھ پر کبھی خوش نہیں ہو سکتی۔ وہ پریگننٹ ہے میں تو صرف مبارکباد دے رہی تھی۔ بلیومی حارث! عائزہ ٹھیک ہے اسے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ میں اس کے دکھ پر نہیں اس کی خوشی میں خوش ہو رہی تھی۔" وہ بے دردی سے گھسیٹے جانے کے بعد کہاں کہاں سے زخمی ہوئی تھی، کہاں کتنی لگی تھی یہ کچھ نہیں سوچ رہی تھی بلکہ وہ تو ایک اور رات کھلے آسمان تلے گزارنے کے خیال سے خوفزدہ ہوتی سرعت سے اس کی طرف بڑھی تھی، ہاتھ بڑھا کر اس کے پیر پکڑ لیے تھے تاکہ وہ جا نہ سکے۔ وہ اپنے پیر تو لمحے میں چھڑا گیا تھا مگر وہاں سے جا نہیں سکا تھا۔ وہ ساکت رہ گیا تھا، وہ سسکتے ہوئے کوئی تیز آرا اس کے وجود میں اتار گئی تھی۔ اس کی چال میں شکست در آئی تھی وہ کھڑے کھڑے فنا ہو گیا تھا۔ وہ اس کے پیچھے لپکی تھی مگر وہ بے خیالی میں دروازہ بند کر گیا تھا، وہ خود کو ہوا میں معلق محسوس کر رہا تھا۔ وہ چیخ رہی تھی اسے پکار رہی تھی مگر اس کے کانوں میں ایک ہی بازگشت تھی۔

"عائزہ پریگننٹ ہے۔" اور دوسری کوئی آواز اس کی سماعت تک نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر سیڑھی پر گرا تھا۔ جالی کے دروازے سے اسے دیکھ کر اُسے پکارتی ایشل تڑپ اٹھی تھی۔

"حارث!" دروازہ جھنجھوڑ رہی تھی اور وہ اٹھ کر پھر چلنے لگا تھا۔ حارث دیکھتے ہی دیکھتے اسے نظر آنا بند ہو گیا تھا مگر وہ اب

http://paksociety.com

بھی اسے پکار رہی تھی۔

"ایسا مت کرو حارث! پلیز دروازہ کھولو۔" دروازہ پیٹتے، پیٹتے اس کے ہاتھ سرخ اور شل ہو گئے تھے۔

"مجھے سردی لگ رہی ہے۔ اندھیرے سے خوف آرہا ہے۔ مجھے اندر آنے دو حارث! مجھے محبت کرنے، محبت نبھانے کی اتنی کڑی سزا نہ دو۔ مجھے اس جرم کی سزا نہ دو جو مجھ سے سرزد ہی نہیں ہوا۔ مجھے اندر آنے دو، ورنہ اندھیرے اور خوف سے میں مر جاؤں گی۔" وہ دیوار سے سر لگائے سسک رہی تھی، بین کر رہی تھی۔

اگست کا اوائل تھا جاتی ہوئی گرمیاں تھیں۔ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں اس کا دوپٹہ سیڑھیوں پر گر گیا تھا۔ جارجٹ کے ہاف سلیو سوٹ میں اسے ہوا اپنے وجود میں، ہڈیوں میں گھستی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ پتوں کی سرسراہٹ اسے ہولا رہی تھی اور وہ اس بے رحم کو مدد کے لیے بلانے لگی تھی مگر وہ تو اندھا، بہرا ہو گیا تھا کچھ نہیں سن رہا تھا۔ صوفے پر ساکت سا بیٹھا تھا۔ آج اسے صحیح معنوں میں لگ رہا تھا کہ اس نے عائزہ کو کھو دیا ہے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا ادھر یہ رو رہا تھا ادھر وہ تڑپ رہی تھی۔

"جس کی محبت کو سچ سمجھ کر اپنی محبت کے لیے ہجر میں لپٹی قفس خود اپنے ہاتھوں تشکیل دی۔ اُس کو مجھ سے محبت تھی ہی نہیں۔۔۔ شادی کر لی۔۔۔ ماں بننے والی ہے۔۔۔ اور میں یہاں اُس بے وفا کے لیے ہجر کاٹ رہا ہوں۔" حارث خود کلامی کر رہا تھا وہ خود سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ ماتم کرے تو کس بات پر، اپنی بے مروتی، خود غرضی پر، عائزہ کی بے وفائی پر یا ایشل کی وفا پر۔۔۔!

"تائی اماں؟ آپ تو جانتی ہیں میں نے حارث اور عائزہ کو الگ نہیں کیا ہے۔ آپ بتائیں حارث کو، اس کی غلط فہمی دور کر دیں۔ تائی اماں! اور اس سے کہیں کہ مجھے اندر آنے دے ورنہ میں مر جاؤں گی۔ آ کے دیکھیں مما، تائی اماں آپ کی ایشل، ایشا بہت تکلیف میں ہے۔ مجھے اس تکلیف سے نکالیے۔ پاپا، پلیز آ کر مجھے بچا لیجئے، ہاشم بھیّا۔۔" وہ روتے ہوئے اپنے رشتوں کو، اپنوں کو پکار رہی تھی۔

"حارث تمہاری دوست کو تمہاری ضرورت ہے۔ حارث مجھے تمہاری ضروت ہے۔ آئی لو یو حارث! مجھے خود سے محبت کرنے کی اتنی بڑی سزا نہ دو۔" وہ روتے ہوئے چیختے چیختے تھکنے لگی تھی، آواز بڑبڑاہٹ میں ڈھل گئی تھی۔

"تمہاری قفس میری جان لے لے گی حارث۔۔۔!" وہ سزا اس کو ہی نہیں خود کو بھی دے رہا تھا۔ وہ تڑپ رہی تھی تو وہ بھی تڑپ رہا تھا فرق صرف اتنا تھا کہ وہ اپنے لیے ہی نہیں حارث کے لیے بھی تڑپ رہی تھی جبکہ وہ صرف اپنے لیے تڑپ رہا تھا۔ محبت کھونے کا، ہجر کا غم منا رہا تھا۔

ہم رات بہت روئے، بہت آہ و فغاں کی
دل درد سے بوجھل ہو تو پھر نیند کہاں کی
اس گھر کی کھلی چھت پہ چمکتے ہوئے تارو

http://paksociety.com

کہتے ہو کبھی جا کے وہاں بات یہاں کی
ہوتا ہے یہی عشق میں انجام سبھی کا
باتیں یہی دیکھی ہیں محبت زدگاں کی
اچھا ہمیں بنتے ہوئے، مٹتے ہوئے دیکھو
ہم موج گریزاں ہی سہی، آبِ رواں کی
ہم جائیں کسی سمت، کسی چوک میں ٹھہریں
کہیو نہ کوئی بات کسی سود و زیاں کی

☆☆☆☆☆

رات کے کسی پہر جب وہ رو رو کر چپ ہو گئی تھی وہ اسے جس طرح دھکے مار، مار کر وہاں چھوڑ گیا تھا اسی طرح زبردستی گھسیٹتے ہوئے کمرے تک لے آیا تھا۔ اسے حارث کے سرخ چہرے اور آنکھوں سے بے تحاشہ خوف محسوس ہوا تھا۔ ریڑھ کی ہڈی تک سنسنی دوڑ گئی تھی اور وہ اس کے حکم کے مطابق بڑی خاموشی سے منہ دھو کر آ گئی تھی۔ آنے والے وقت کے خوف سے اس کا خون خشک ہو رہا تھا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے اپنے گرد ڈوپٹہ لپیٹ کر اسے دیکھا تھا جو صوفے پر بیٹھا کش پر کش لگا رہا تھا۔

کمرے میں دھواں اور سگریٹ کی بو بری طرح پھیل چکی تھی۔ اس کی خاموشی طوفان سے پہلے کی تھی یا بعد کی ایشل کو اندازہ نہیں ہوا تھا کہ ایک طوفان سے گزر کر آئی تھی اور دوسرا لگتا تھا اس کا منتظر تھا۔ اسے اس وقت حارث سے حقیقتاً خوف محسوس ہو رہا تھا اس لیے اس نے راہ فرار اختیار کرنا ہی مناسب سمجھتے ہوئے وہاں سے دبے پاؤں نکلنا چاہا مگر وہ اس سے اتنا انجان نہ تھا جتنا اس نے سمجھا تھا وہ اسے آواز دے گیا تھا۔

"ایشل!" وہ دھک سے رہ گئی تھی، خوف سے کانپتے ہوئے پلٹی تھی۔ وہ اس کے مقابل آ کھڑا ہوا تھا اور اسے بغور دیکھنے لگا تھا۔ تیکھے نین نقش سے مزیّن کتابی چہرہ سرخی مائل ہو رہا تھا، آنکھیں قدرے موٹی موٹی سوجی ہوئی لگ رہی تھیں، کھڑی ناک بے تحاشہ سرخ تھی، رخسار پر انگلیوں کے نشان واضح تھے، کٹاؤ دار لب اور متناسب سراپا کپکپا رہا تھا، وہ بے ساختہ چند قدم دور ہوئی تھی مگر وہ اس کے بہت نزدیک آ گیا تھا اتنا کہ وہ اس کی سانسوں کی تپش اپنے چہرے اور گردن پر محسوس کرنے لگی تھی مگر اتنی ہمت نہ تھی کہ پیچھے ہٹتی، اس نے اسے دیکھا، ایک بار، دو بار، پھر دیکھتا چلا گیا اور اس کے رخسار پر ہتھیلی جما دی اور انگلیاں کان اور بالوں پر جا ٹھہریں، وہ اسے حواس میں نہیں لگ رہا تھا اور اسے اپنے حواس گم ہوتے محسوس ہونے لگے تھے وہ بے اختیار فاصلے پر ہوئی تھی کہ اس نے جارحانہ انداز میں اس کا بازو جکڑ لیا تو یکایک اس کا خوف دوچند ہو گیا۔

"میں اپنا نام اب مزید تمہارے نام کے ساتھ جوڑے نہیں رکھ سکتا میں تمہیں اپنے نام نہاد رشتے سے آزاد کر دینا چاہتا

ہوں۔" اس کی آنکھیں سرد کسی بھی جذبہ سے عاری تھیں اور وہ ہوا میں معلق ہو گئی تھی، خوف کی وجہ بدل گئی تھی۔

"نہیں حارث! تم ایسا نہیں کرو گے۔ تمہیں تائی اماں کی قسم، تایا ابو کی قسم، تم جو چاہے سلوک کرو، جان سے مار دو لیکن مجھے خود سے الگ مت کرو۔" وہ تڑپ کر بولی تھی۔

"میں تمہارے ساتھ اچھا، برا کسی بھی قسم کا تعلق نہیں رکھنا چاہتا۔ تمہارے ساتھ اچھا سلوک، برا سلوک کیسا بھی سلوک نہیں کرنا چاہتا۔" اس کا بازو آزاد کر کے وہ پیکنگ کرنے لگا تھا۔

"حارث! ایک بار، صرف ایک بار، میری بات سن لو۔ مجھے صرف ایک بار صفائی کا موقع دے دو۔" وہ اس کا بازو تھام گئی تھی۔

"صفائی کی ضرورت اس وقت ہوتی، جب کوئی گنجائش نکل سکتی ہوتی۔" وہ اسے پرے دھکیل گیا۔

"کیوں نہیں نکلتی گنجائش۔۔۔؟ بد زبان ہوں۔۔۔؟ بے حیا، بد کردار ہوں۔۔۔؟ ایسی کونسی برائی ہے مجھ میں کہ تم مجھے بیوی بنا کر نہیں رکھ سکتے؟" وہ اس کا گریبان ہاتھوں میں جکڑ گئی تھی اور ہذیانی انداز میں پوچھ رہی تھی۔

"تم میں کوئی برائی نہیں ہے ایشل۔۔۔! میں ہی تمہارے قابل نہیں ہوں۔ میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتا، نہ توجہ اور دھیان، نہ عزت اور امان، نہ محبت اور میلان، میں اندر سے خالی ہوں۔ میں نے صرف عائزہ سے محبت کی ہے۔ اس بات پر اُس کے اندر کوئی بہت زور سے ہنسا تھا۔ عائزہ کسی اور سے شادی کر کے اس کے بچے کی ماں بن سکتی ہے مگر میں نہیں کر سکتا، اس کے علاوہ کسی کو بھی اپنے قریب آنے نہیں دے سکتا۔ اُسے اپنے خیال، اپنے دل سے نہیں نکال سکتا۔ تمہیں جب جب دیکھتا ہوں تم سے نفرت محسوس کرتا ہوں۔ یہ جانتا ہوں کہ تم نے مجھے عائزہ سے دور نہیں کیا، مگر خود کو دھوکا دیتا ہوں، اپنی قسمت سے خائف ہوں، عائزہ کی قسمت سے خائف ہوں، خزائن رانا کی قسمت سے خائف ہوں۔ مجھے یہ حقیقت، یہ خیال سونے نہیں دیتا کہ اللہ نے تمہیں اتنا خوش قسمت کیوں بنایا کہ تم نے مجھے پالیا۔ مجھے یہ خیال چین نہیں لینے دیتا کہ اللہ نے عائزہ کو اتنا بد قسمت کیوں بنایا کہ وہ مجھے پا نہ سکی۔ یہ خیال مجھے سکون سے دور کر دیتا ہے کہ میں خزائن رانا جیسی قسمت لے کر پیدا کیوں نہیں ہوا؟ یہ خیال مجھے تڑپاتا رہتا ہے کہ میں اتنا بد قسمت کیوں ہوں کہ اپنی محبت نہ پا سکا؟ خزائن رانا اتنا خوش قسمت کیوں ہے کہ وہ عائزہ کو پا گیا؟ تمہیں اللہ نے کیوں میری قسمت میں لکھا؟ عائزہ کو کیوں میری قسمت میں نہیں لکھا؟ میں یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ ہم چاروں میں سے سب سے زیادہ خوش قسمت کون ہے؟" وہ ہارے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے اور اس کے گریبان پر اس کی گرفت کمزور ہو گئی تھی۔

"ہم چاروں میں سے صرف میں خوش قسمت ہوں حارث! کہ ایک واحد میں ہوں جس نے جو چاہا وہ پایا ہے۔ ورنہ عائزہ کو تو خزا

http://paksociety.com

چاہے پالیا ہے اور میں نے جو چاہا وہ پایا مگر تم سب میں سب سے بد قسمت بھی تو میں ہی ہوں کہ عائزہ بھی اپنی زندگی شروع کر چکی ہے، اپنی زندگی میں خوش اور مگن ہے۔ خزائن نے بھی قسمت سے جیسے تیسے سمجھوتہ کر لیا ہے۔ ایک میں ہی ہوں جو ہزار خواہشات کی تکمیل اور سمجھوتے کے باوجود برہنہ پا کھڑی ہوں۔ تمہارے نزدیک میں خوش قسمت ہوں، لیکن میں تو اس دنیا کی سب سے بد قسمت عورت ہوں کہ میرا شوہر جو میری پہلی اور آخری چاہت بھی ہے، مجھے اپنے قابل نہیں سمجھتا، جو خود کو میرے قابل نہیں سمجھتا۔ میں کہاں سے، کیسے خوش قسمت ہوں حارث! کہ سب کچھ پا کر بھی تشنہ اور خالی ہاتھ کھڑی ہوں۔ تم خزائن کی قسمت سے خائف ہو، انہیں خوش قسمت سمجھتے ہو مگر وہ خود کو بڑا بد قسمت سمجھتے ہیں کہ وہ جو چاہتے تھے، جسے چاہتے تھے نہ پا سکے۔ عائزہ تو انہیں ان چاہے مل گئی جیسے میں آپ کو ان چاہے مل گئی۔ لیکن حارث! قسمت اچھی ہو یا بری اپنی اپنی ہوتی ہے، کسی کا دکھ، خوشیاں اور قسمت ادھار نہیں لی جا سکتی، نہ ہی تبدیل کی جا سکتی ہے۔ ہمارے نزدیک جو ہماری بد قسمتی اور دوسرے کی خوش قسمتی ہوتی ہے اس کی حقیقت ہمیں پتہ نہیں ہوتی، انسان کو وہ ملتا ہے جو اس کے نصیب میں ہوتا ہے اور ہم خود سے تو لڑ سکتے ہیں مگر نصیب سے نہیں لڑ سکتے۔" وہ بیڈ پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھی روتے ہوئے بول رہی تھی۔

"عائزہ تمہارا نصیب نہیں ہے میں تمہارا نصیب ہوں۔ وہ تمہیں پا نہ سکنے کی وجہ سے بد نصیب نہیں ہے اور نہ ہی میں تمہیں پا لینے کی وجہ سے خوش نصیب ہوں۔ تم مجھے پا لینے کی وجہ سے بد نصیب نہیں ہو، خزائن عائزہ کو پا لینے کی وجہ سے خوش نصیب نہیں ہے۔ نصیب کے آگے خوش اور بد اللہ لگاتا ہے اپنی حکمت کے مطابق اور انسان اس نصیب کے آگے صبر اور شکر کے ذریعے خوش لگا کر خوش نصیب بن جاتا ہے۔ بے صبری اور ناشکری کے ذریعے بد لگا کر بد نصیب بن جاتا ہے جو اللہ کے لکھے کو تسلیم کر لیں وہ خوش نصیب ہوتے ہیں، اور جو تسلیم نہیں کرتے وہ بد نصیب ہوتے ہیں۔ خزائن، عائزہ اور میں کچھ پا کر، کچھ کھو کر بھی خوش نصیب ہیں۔ تم بھی خوش نصیب ہو حارث، اگر تم سمجھو، سوچو تو، اللہ کی حکمت اور فیصلوں کا انحراف کرنے والے بد نصیب ہوتے ہیں، حارث تم بد نصیب نہیں ہو۔" وہ زمین پر گھٹنوں کے بل گرتا چلا گیا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اُس تک آئی تھی۔ وہ اس کے ہاتھ تھامے بلکنے لگا تھا۔

"انسان کم عقلی اور نا فہمی کے سبب خوش نصیبی کو بد نصیبی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ ورنہ اللہ تو سب کو نصیب والا ہی بناتا ہے۔" وہ اس کے ساتھ ساتھ رو رہی تھی۔

"ایشل! خدا کے لیے میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔۔۔ ایسا نہ ہو میرے ضبط کی طنابیں بکھر جائیں۔۔۔ میں تمہیں اپنی قفس سے آزاد کر دوں۔۔۔" حارث کے انداز میں سب کچھ فنا کر دینے کی لہریوں سر اٹھا رہی تھی کہ وہ بے اختیار اس سے فاصلہ پر ہوئی تھی اور خالی خالی نظروں سے اُسے دیکھنے لگی تھی جو سرد تاثرات چہرے پر سجائے اس سے صدیوں کے فاصلے پر تھا اور جانے یہ فاصلے کبھی مٹنے بھی تھے یا زندگی ہی مٹ جانی تھی۔

http://paksociety.com

اتنا ٹوٹا ہوں کے چھُونے سے بکھر جاؤں گا

اب اگر اور دعا دو گے تو مر جاؤں گا

پوچھ کر میرا پتہ، وقت رائیگاں نہ کرو

میں تو بنجارا ہوں، کیا جانے کدھر جاؤں گا

ہر طرف دھند ہے، جگنو ہے نہ چراغ کوئی

کون پہچانے گا، بستی میں اگر جاؤں گا

زندگی، میں بھی مسافر ہوں تیری کشتی کا

تو جہاں مجھ سے کہے گی میں اُتر جاؤں گا

پھول رہ جائیں گے گلدان میں یادوں کی نظر

میں تو خوشبو ہوں، فضاؤں میں بکھر جاؤں گا

ایشل ڈوبتے دل، بھیگتی نظر کے ساتھ حارث لودھی کو پل پل خود سے دور جاتا دیکھ رہی تھی، وہ اس پر حق رکھتی تھی مگر اس کے لب سِل گئے تھے وہ اُسے جانے سے روک نہیں پائی تھی۔ حارث لودھی اس کی زندگی سے دور بہت دور جا چکا تھا اور وہ ہر فریاد سینے میں دبا گئی تھی اُس کا دل اس کی محبت کا قفس تھا جہاں اس کی محبت پھڑ پھڑاتی تھی مگر آزاد نہ ہوتی تھی۔

نہ کر آزاد اب قیدِ قفس سے

نہیں ہے طاقت پرواز مجھ میں

☆☆☆☆☆

1984-03-28

"آج میں بہت خوش ہوں، میں اپنے پیرنٹس ہی کی نہیں اپنے تایا تائی کی بھی بے حد لاڈلی ہوں، آج میرا آٹھویں جماعت کا نتیجہ نکلا ہے میں نے جماعت میں اول پوزیشن لی ہے، میں بہت زیادہ خوش ہوں۔"

1984-04-02

"مجھے سائنس میں بالکل دلچسپی نہیں ہے مگر میری دوستیں عائزہ اور مہ رخ سائنس لے رہی تھیں تو میں نے بھی سائنس لے لی، میں اپنی دوستوں کے ہمیشہ ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔"

1984-04-18

"آج ہمارا پریکٹیکل تھا مگر مجھے بہت ڈر لگ رہا تھا مینڈک کو دیکھ کر تو میری جان ہی نکل گئی تھی، میں خوف سے بے ہوش ہو

http://paksociety.com

میں دونوں سے بالکل بات نہیں کروں گی، میں ان سے ناراض ہو گئی ہوں۔"

1984-04-20

"مہ رخ اور عائزہ آج گھر آئی تھیں، عائزہ نے گلابی گلاب کے پھولوں کا گلدستہ دے کر مجھے منایا اور مہ رخ میرے لیے میری پسندیدہ چاکلیٹس لائی تھی، ان دونوں کی اتنی محبت پر میں اپنی ناراضی بھول گئی کہ میں اپنی دونوں سہیلیوں سے ناراض نہیں رہ سکتی ہوں۔"

1984-07-10

"اسکول کی چھٹیاں ہیں ہم روز کہیں گھومنے جاتے ہیں، کل میں عائشہ پھپھو (عائزہ کے گھر) کے گھر رہنے جا رہی ہوں، وہاں عائزہ کے ساتھ خوب مستی کروں گی، لیکن آج کل میں مہ رخ کو بہت مس کر رہی ہوں۔"

1984-07-20

"میں ایک ہفتے کے لیے پھپھو کے گھر رہنے گئی تھی مگر پانچویں دن ہی لوٹ آئی، حارث پر بہت غصہ ہے وہ مجھے تائی اماں کے کہنے پر لے آیا، جبکہ ہاشم بھیا لینے آئے تھے تو میرے منع کرنے پر واپس چلے گئے تھے مگر حارث اپنے آگے کسی کی سنے تب ناں۔۔۔"!

1984-07-26

"آج مہ رُخ میرے گھر آئی تھی میں نے عائزہ کو بھی بلا لیا، ہم نے بہت انجوائے کیا، مجھے آئسکریم بہت پسند ہے، ہمارے فریج میں میری وجہ سے ہر وقت آئسکریم موجود رہتی ہے مگر رات حارث کے کچھ دوست آئے تھے اس لیے آئسکریم ختم ہو گئی تھی، مہ رخ کو بھی آئسکریم بہت پسند ہے، میں نے حارث سے کہا کہ وہ بازار سے جا کر لا دے مگر اس نے صاف منع کر دیا، میرے انسسٹ کرنے پر بھی نہیں مانا، میں نے تائی اماں سے شکایت لگا دی اور تائی اماں سے ڈانٹ کھا کر اس نے ہمیں آئسکریم لا دی، عائزہ اور مہ رخ کے جانے کے بعد میں نے اسے آئسکریم دی تو اس نے نہیں کھائی، وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے اور یہ بات میرے لیے پریشان کن ہے کہ حارث میرا کزن ہے مجھ سے عمر میں بڑا ہے مگر میرا بیسٹ فرینڈ ہے، ہم دونوں میں اکثر لڑائی اور ناراضی ہو جاتی ہے کبھی وہ مجھے اور کبھی میں اسے منا لیتی ہوں، اس بار بھی میں اُسے منا لوں گی"!

1984-07-28

"حارث سے میں شدید ناراض ہوں، وہ مجھے بہت ستاتا ہے، اکثر مما سے مجھے اس کی وجہ سے ڈانٹ پڑتی ہے، تائی اماں نہ ہوں تو مما تو ہر وقت روکتی ٹوکتی ہی رہیں، چھٹیوں میں بھی مجھے صرف حارث کے شکایت لگانے پر صبح سویرے اٹھنا پڑتا مگر تائی اماں کی وجہ سے بچت ہو گئی، حارث لودھی مجھے تائی اماں کا بیٹا لگتا ہی نہیں ہے، تائی اماں مجھے اتنا چاہتی ہیں اور حارث ہر وقت لڑنے مرنے کو تیار۔۔ مگر وہ سڑے ہوئے بینگن جیسا حارث مجھے اچھا لگتا ہے کہ لڑائی ایک طرف وہ بھی میرا بہت خیال رکھتا ہے۔"

1984-08-03

http://paksociety.com

"حارث نہ جانے خود کو کیا سمجھتا ہے۔۔۔ چودہ اگست کی صبح ہمارے اسکول میں جشنِ آزادی کے حوالے سے ملّی نغموں کا اور تقریری مقابلہ ہے، مہ رُخ نے تقریر خود لکھ کر اپنے بابا سے تصحیح کروالی جبکہ عائزہ کی مدد پھپھا جان نے کر دی ہے، ان دونوں نے تقریر تیار کر لی ہے اور میں تو ایک لفظ بھی نہیں لکھ پائی، مجھ سے نہیں لکھی جا رہی، میں نے پاپا سے کہا وہ تقریر لکھ دیں تو انھوں نے کہا میں حارث سے لکھوالوں، کیونکہ حارث غیر نصابی سرگرمیوں میں ہمیشہ آگے آگے رہتا ہے اور بیسٹ اسپیچ کے لیے وہ بچپن سے ہی کتنے میڈل جیت چکا ہے، وہ اپنی تقریر ہمیشہ خود لکھتا ہے، میں نے حارث سے کہا کہ وہ مجھے تقریر لکھ دے مگر اس نے صاف منع کر دیا، اب میری کتنی بے عزتی ہو گی جب میں نام لکھوانے کے بعد مقابلے میں شرکت نہیں کروں گی، اب تو میں حارث سے بات کروں گی ہی نہیں، دوست ایسے تو نہیں ہوتے ناں کہ مشکل وقت میں ساتھ چھوڑ دیں، حارث بہت برا دوست ہے۔"

1984-08-14

"میں آج بہت خوش ہوں میں نے تقریری مقابلے میں اوّل پوزیشن لی ہے، حارث نے مجھے تقریر لکھ کر دے دی تھی وہ تو مجھے تنگ کر رہا تھا، اس نے مجھے تقریر کرنے کا طریقہ اور لب و لہجے کا اتار چڑھاؤ بھی سکھایا تھا، آج میں صرف حارث کی وجہ سے جیتی ہوں، حارث تم میرے سب سے اچھے دوست ہو، عائزہ اور مہ رخ سے بھی زیادہ اچھے۔۔۔!"

1984-09-16

"حارث بہت بد تمیز ہے اس نے کل میرے پینسل باکس میں کاکروچ رکھ دیا تھا، پینسل باکس کھولتے ہی کاکروچ نکلا جسے دیکھ کر میں چیخ پڑی۔ مجھے ٹیچر سے ڈانٹ پڑی اور انھوں نے مجھے کلاس سے بھی نکال دیا آج کا لیکچر بھی نکل گیا، صرف حارث کی وجہ سے میری کتنی بے عزتی ہوئی اور میرا نقصان بھی ہوا، گھر آ کر شکایت کی تو ممانے بھی مجھے ہی ڈانٹا کہ میں ہی ہر وقت چیخ و پکار کرتی رہتی ہوں، اب میں نے بھی تائی اماں کے آنے کے بعد حارث کو ڈانٹ نہ پڑوائی تو میرا نام بھی ایشل لودھی نہیں۔۔"

1984-12-16

"آج میری برتھ ڈے تھی۔ سب نے مجھے وش کیا، گفٹ دیئے، کنجوس حارث نے مجھے گھڑی گفٹ کی ہے جو بہت خوبصورت ہے۔ میں سب کے دیئے ہوئے وشنگ کارڈز سنبھال کر رکھوں گی، آج کا دن بہت یادگار تھا۔"

1986-07-08

"وقت کتنی جلدی بیت جاتا ہے، میں نے میٹرک بورڈ میں تیسری پوزیشن لی ہے مگر میں خوش نہیں ہوں کہ حارث آج ہائیر ایجوکیشن کے لیے باہر جا رہا ہے، تائی اماں بھی بہت رو رہی تھیں مگر حارث کے بہترین کیریئر کے لیے وہ اسے لندن جانے دے رہی ہیں۔"

1986-07-20

"عائزہ اور مہ رخ نے میری وجہ سے کامرس لے لی ہے کہ سائنس پڑھنا مجھے خوفزدہ کرتا ہے، پریکٹیکل کرنا مجھے مشکل لگتا ہے، آج کل میں حارث کو بہت مس کر رہی ہوں، چار سال نہ جانے کب گزریں گے؟"

http://paksociety.com

1986-09-07

"مشل کی شادی ہو گئی مگر میں انجوائے نہیں کر سکی کیونکہ حارث نہیں آیا تھا میں نے اس کی کمی شدت سے محسوس کی، مہ رخ کہتی ہے میں جو حارث کو سوچتی ہوں اس کی اتنی پرواہ کرتی ہوں تو صرف اس لیے کہ میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں، مہ رخ شاید ٹھیک کہتی ہے حارث کا خیال ہر وقت میرے ساتھ رہتا ہے، حارث کے لیے میرے احساسات بدل گئے ہیں وہ میرے لیے دوست سے بڑھ کر کچھ بن گیا ہے، حارث لوٹ آؤ یار! آئی مس یو۔"

1988-12-30

"حارث پورے دو سال بعد پاکستان واپس آیا ہے، وہ پہلے سے زیادہ ہینڈسم ہو گیا ہے، مگر میں اس سے چاہ کر بھی اپنی فیلنگز کہہ نہیں پا رہی۔ نہ ہی اس سے پوچھ پا رہی ہوں کہ اس نے مجھے مس کیا تھا؟ کاش! کہ میں اسے بتا پاؤں کہ میں نے اسے کتنا مس کیا تھا، وہ میرے لیے خود مجھ سے زیادہ اہم ہے۔۔۔"!

1989-01-06

"ہاشم بھیا اور فائزہ کی شادی کی تیاریاں چل رہی ہیں، میں انٹر کے اگزامز دے کر فارغ ہوں، اکثر حارث کے ساتھ شاپنگ پر چلی جاتی ہوں، آج اس نے مجھے بہت خوبصورت سوٹ دلایا ہے جو میں ہاشم بھیا کے نکاح پر پہنوں گی، حارث کے دل میں نہ جانے کیا ہے؟ وہ میرا بہت خیال رکھتا ہے، میری زندگی کے ہر اہم دن کو یاد رکھتا ہے، مجھے وش کرتا ہے، مجھے گفٹ دیتا ہے، مہ رخ کہتی ہے وہ یہ سب میری محبت میں کرتا ہے، حارث مجھ سے محبت کرتا ہے تو کہتا کیوں نہیں؟ آجکل مجھے یہ احساس ستانے لگا ہے کہ اگر ایسا نہ ہوا اگر حارث کو بھی مجھ سے محبت نہ ہوئی تو کیا ہو گا؟ میں تو مر ہی جاؤں گی، حارث کے ساتھ رہنے کے سپنے سجا رہی ہوں، ٹوٹے تو بکھر ہی جاؤں گی، حارث کبھی تو کہو کہ مجھ سے محبت ہے"!

1989-01-16

"آج میں بہت اداس ہوں، حارث کے دلائے سوٹ میں لائٹ سے میک اپ کے ساتھ میں بہت اچھی لگ رہی تھی سب نے میری تعریف کی، ممانے تو میری نظر بھی اتاری مگر حارث نے ایک لفظ بھی توصیف کا میری شان میں ادا نہ کیا، جبکہ عائزہ کی اس نے میرے سامنے تعریف کی تھی، وہ اچھی تو لگ رہی تھی مگر میں عائزہ سے زیادہ اچھی لگ رہی تھی ایسا سب نے ہی کہا تھا، میں عائزہ سے جیلس نہیں ہوں مگر ہمیشہ مجھے ہر جگہ ہر شخص نے اہمیت دی مگر آج حارث نے میری نہیں عائزہ کی تعریف کی تو مجھے نہ جانے کیوں برا لگا؟ میں حارث کی تعریف کی منتظر رہی اور وہ کسی اور کی تعریف کرتا رہا، وہ ہمیشہ ہی مجھے ہرٹ کرتا ہے۔ حارث بہت برا ہے۔"

1989-01-24

"حارث واپس چلا گیا ہے، میرا بی کام میں داخلہ ہو گیا ہے، مصروفیت اور فراغت کے ہر ایک عالم میں وہ مجھے یاد رہتا ہے، اب اس سے زیادہ بات نہیں ہو پاتی کہ اس کی پڑھائی بہت ٹف ہے، وہ بہت مصروف رہتا ہے اور میں بس یہی دعا کرتی ہوں کہ

http://paksociety.com

وہ بہت کامیاب انسان بنے، جو چاہے وہ پالے پر مجھے فراموش نہ کرے، اگر وہ مجھ سے محبت کرتا ہے تو بس اب اظہار کر دے اور نہیں کرتا۔۔۔ تو کرنے لگے میں بس اسی سے محبت کرتی ہوں، وہ میرے لیے میری سانسوں سے بڑھ کر ہے۔"

1990-10-11

"لگتا ہے سب کچھ ختم ہو گیا ہے، میں نرم چھاؤں سے تپتے صحرا میں آ گئی ہوں، یہ انکشاف میری سانسیں کھینچ رہا ہے کہ حارث مجھ سے محبت نہیں کرتا وہ حارث جس کو میں بہت چاہتی ہوں وہ عائزہ کو چاہتا ہے، کاش! آج عائزہ کے گھر نہ جاتی، اور کاش! میں وہ کارڈز نہ دیکھتی جو حارث نے عائزہ کو بھیجے تھے۔

جس شخص کو میں چاہتی ہوں جس کو ہر دعا میں مانگتی ہوں، جس کا شدتوں سے انتظار کرتی ہوں وہ شخص عائزہ کی محبت کا دم بھرتا ہے، حارث مجھ سے نہیں عائزہ سے محبت کرتا ہے، میری پہلی چاہت ادھوری رہ جائے گی، میرے سپنے تعبیر نہ پا سکیں گے۔ میں بالکل تہی داماں رہ گئی ہوں عائزہ نے مجھ سے حارث کو، میری محبت کو چھین لیا ہے، میں عائزہ سے زیادہ خوبصورت ہوں مگر میں حارث کی نگاہ میں نہ سما سکی، حارث کے خواب عائزہ سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہوتے ہیں، عائزہ میری بیسٹ فرینڈ ہے مگر مجھے اس سے نفرت سی محسوس ہو رہی ہے، میں اسے اپنی محبت چھیننے نہیں دوں گی، حارث صرف میرا ہے، میں اسے عائزہ کا نہیں ہونے دوں گی، حارث! آئی لو یو! آئی ریئلی لو یو! تمہیں مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا، تم میرے نہ ہوئے تو کسی کے بھی نہ ہو گے، میں تمہیں عائزہ کا نہیں بننے دوں گی، تمہیں اس سے چھین لوں گی۔"

1990-10-12

"میں صرف تم سے محبت کرتی ہوں حارث اور تم عائزہ سے اور میں تمہاری خوشی کے لیے تمہاری چاہت کے لیے، اپنی محبت سے دستبردار ہو جاؤں گی کہ میری محبت ادھوری رہ جائے تو برداشت کر ہی لوں گی مگر تمہارا کوئی سپنا، کوئی خواہش ادھوری نہیں رہے گی، تم عائزہ کو چاہتے ہو اور میں صرف تمہیں اور میں اتنی خود غرض نہیں ہوں کہ اپنی خوشی اور چاہت کے لیے تمہاری خوشی اور چاہت چھین لوں، میری دعا ہے حارث کہ تمہیں دنیا جہاں کی خوشیاں ملیں، تمہاری ہر خواہش پوری ہو، کوئی بھی دکھ تمہاری قریب نہ آئے، میرا ہجر تمہیں راس آ جائے، عائزہ تمہیں مل جائے۔"

1990-12-26

"حارث واپس آنے والا ہے، ممانے کل جو مجھ سے کہا قسمت کی ستم ظریفی پر میں نہ ہنس سکی نہ ہی رو سکی اور میں نے حارث سے شادی کے لیے انکار کر دیا کہ حارث میری محبت ہے، میرا نصیب نہیں ہے، وہ چمکتا ہوا چاند صرف عائزہ کا ہے۔ کاش! مجھے حارث سے محبت نہ ہوئی ہوتی یا میں اتنی خوش قسمت ہوتی کہ حارث کی نگاہ میں محبت بن کر سما جاتی۔۔۔ لیکن! قسمت پر کس کا زور چلتا ہے، میں حارث کی محبت اپنے نصیب میں لکھوا کر ہی نہیں لائی کاش! لکھوا لاتی۔۔"

1991-01-03

http://paksociety.com

"زندگی مجھ پر ہمیشہ مہربان رہی ہے مگر اب قسمت کا پھیر بدل گیا ہے، آج میں اس ذلت سے گزری کہ اللہ کسی دشمن کو بھی نہ گزارے، میں نے تو کبھی خوابوں، خیالوں میں بھی تصور نہ کیا تھا کہ کوئی لڑکا میرے پیچھے پڑ جائیگا، مجھے گھٹیا قسم کی آفر کرے گا، کوئی کسی سے اتنی گھٹیا باتیں بھی کر سکتا ہے میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا، میں آج اذیت اور توہین سے دوچار ہوں، وہ شخص اب کبھی میری راہ میں نہ آئے ورنہ۔۔"

1991-01-11

"وہ شخص میرے پیچھے ہی پڑ گیا ہے اور وہ جو آفر مجھے کر رہا ہے، وہ میرے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے، میری نسوانیت کی توہین ہے، میں بہت تکلیف میں ہوں، اتنی تکلیف تو اس وقت بھی نہ ہوئی تھی جب حارث سے دوری کا، اس سے بچھڑنے کا سندیسہ ملا تھا کہ میں محبت کے بغیر رہ سکتی ہوں، عزت کے بغیر نہیں اور وہ اجنبی تو میری عزت۔۔۔۔۔۔۔۔"

1991-01-23

"آج کل میں دوہری اذیت سے گزر رہی ہوں، ایک طرف اس شخص نے عزت سے جینا محال کیا ہوا ہے، دوسری طرف مما حارث سے شادی پر زور ڈال رہی ہیں۔

اسی لیے میں نے آج عائزہ کو سب گھر والوں کی خواہش کا بتا دیا اور اس نے اپنے دل کی بات مجھ سے کہہ دی، میں نے ان دونوں سے وعدہ کیا ہے کہ میں ان کے لیے تائی اماں کو راضی کروں گی۔"

1991-01-28

"میرے دل کے کسی کونے میں آج بھی حارث کو پانے کی خواہش مچل رہی ہے اسی لیے حارث کی خوشیوں کے لیے میں نے دل کی خواہش اور اپنے جذبات پر بند باندھ لینے کے باوجود، جب تائی اماں سے بات کی تو دل میں سدا ابھری تھی کہ وہ نہ مانیں، لیکن وہ بیٹے کی خوشی کے لیے ایسی لڑکی کو بہو بنانے کے لیے راضی ہو گئیں جس سے انہیں شدید نفرت ہے۔"

1991-02-04

"ہمیشہ ہماری امیدوں کے بر خلاف ہی ہوتا ہے اور انسان قدرت کے فیصلوں کو ماننے پر دل سے یا جبراً تیار ہو ہی جاتا ہے اور ہم سب کی امیدوں کے بر خلاف عائزہ کی شادی مہ رخ کے بھائی سے طے ہو گئی ہے لیکن میں حارث کو دکھی دیکھ کر بہت تکلیف میں ہوں، یہ دوہری اذیت اور پریشانی لگتا ہے میری جان ہی لے لے گی، حارث نے آج دھکے مار کر مجھے اپنے کمرے سے نکال دیا، وہ مجھے اپنا مجرم مانتا ہے، اسے لگتا ہے میں اس کے اور عائزہ کے درمیان میں آگئی ہوں، میں اسے کیسے بتاؤں میں تو صرف اس کی خاطر تکلیف میں ہوں، اسے وصل دینے کی خواہش میں ہجر کاٹ رہی ہوں۔"

1991-02-09

"میری زندگی تو عذاب بن کر رہ گئی ہے اس شخص نے تو جیسے میرے شفاف دامن کو داغدار کرنے کا تہیہ ہی کر لیا ہے اور میں اتنی بے بس ہوں کہ نہ خود کچھ کر پا رہی ہوں نہ ہی کسی سے کہہ پا رہی ہوں کہ اس میں بھی میری توہین ہے، عائزہ کی شادی کے

http://paksociety.com

بعد حارث بالکل ٹوٹ گیا ہے، اسے جیسے اپنا بھی ہوش نہیں رہا، اگر وہ پہلے والا حارث ہوتا تو شاید میں توہین اور اذیت سے گزر کر اسے سب کچھ بتا دیتی، مگر اب میں ایسا بالکل نہیں کر سکتی کہ وہ مجھے دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے اور میں اپنے دکھوں کے ساتھ اس کے دکھ پر ماتم کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتی اور میں نے کبھی کسی کو بد دعا نہیں دی مگر اس شخص نے میرے لیے زندگی اتنی کھٹن بنا دی ہے کہ میں اس کے ساتھ ساتھ اپنی موت کی دعا کرنے پر بھی مجبور ہوں اور گھر والے میری شادی کے پیچھے پڑے ہیں، میری بیماری کو لے کر پریشان ہیں، کاش! وہ شخص میری زندگی میں نہ آتا یا کاش میں کسی سے وہ سب کہہ سکتی۔۔۔۔۔۔"!

1991-05-16

"عائزہ نے اپنی زندگی اور قسمت سے سمجھوتا کر لیا ہے مگر حارث اب بھی اسی مقام پر کھڑا ہے جہاں سے اس کی محبت عائزہ بچھڑی تھی اور میں ایک ایسے شخص سے شادی نہیں کر سکتی جو کسی اور لڑکی سے محبت کرتا ہے مگر میں مما اور تائی اماں کو کیسے سمجھاؤں؟ تائی اماں نے تو کل زبردستی میرے ہاتھ میں حارث کے نام کی انگوٹھی سجا دی تھی اور میرے لوٹانے پر وہ صدمے سے دو چار ہوتیں ہاسپٹل پہنچ گئیں اور میں اب بہت مجبور ہو گئی ہوں کہ میں اپنوں کے لیے بڑی سے بڑی قربانی بھی دے سکتی ہوں اور تائی اماں نے تو ہمیشہ مجھے پیار دیا اور میں اتنی خود غرض نہیں ہوں کہ اپنوں کے پیار کی قدر نہ کروں، میں نے مثبت جواب دے کر انگوٹھی واپس پہن لی ہے کہ میں نے حارث سے محبت کی ہے، حارث کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا، مگر حارث کی جگہ کوئی بھی ہو تو کیا فرق پڑے گا اور جب کوئی فرق ہی نہیں پڑے گا تو ٹھیک ہے اسی شخص کی بن جاتی ہوں جس کا میں نے بننا چاہا تھا مگر وہ میرا نہ بن سکے گا، اگر اپنوں کا خیال نہ ہوتا اور اس شخص سے پیچھا نہ چھڑانا ہوتا تو میں کبھی بھی حارث سے شادی نہیں کرتی کہ خود کو گنوا کر اپنی ذات کا احساس اور مان کھو کر میں جی نہیں پاؤں گی، حارث کو جانتی ہوں وہ کتنا شدت پسند ہے وہ کبھی بھی اپنی پہلی محبت کو نہیں بھولے گا اور میں اپنی پہلی محبت کو بھلا کر حارث سے شادی کروں گی کہ کھو جانے والی محبت اور جو آپکا اپنا نہ ہو وہ آپ کو کبھی نہیں ملتا اور میرے مقدر میں حارث لودھی کی چاہت نہیں لکھی اور اب دیکھنا یہ ہے کہ شوہر کی محبت میرے مقدر میں لکھی ہے یا نہیں؟"

1991-05-28

"زندگی کیوں آزمائش بن گئی ہے، ایک کے بعد ایک تکلیف دہ دل دہلا دینے والا انکشاف مگر میرا دل سکڑتا تو ہے مگر بند نہیں ہو پاتا کہ جب تک موت نہ آئے ہزاروں خواہشوں اور دعاؤں کے باوجود زندگی کی ڈور کھنچتی چلی جاتی ہے اور جس شخص کی موت کی دعائیں طلب کرتی رہی ہوں وہ مہ رخ کا نصیب بن گیا ہے اور میں اس کے لیے خود کو کبھی معاف نہیں کر پاؤں گی کہ میں، مہ رخ کو اس بھیڑیئے سے بچا نہ سکی، جس سے میں شدید نفرت کرتی ہوں اس سے مہ رخ شدید محبت کرتی ہے، اب تو بس یہی دعا ہے کہ میرا بھرم مہ رخ کے سامنے قائم رہے ورنہ زندگی مزید صبر آزما بن جائے گی کہ وہ اگر اپنے شوہر کی ذہنیت اور اِرادے جان گئی تو میں مُجرم نہ ہوتے ہوئے بھی مجرم ٹھہرائی جاؤں گی اور میں مہ رخ سے نگاہ نہیں ملا سکوں گی۔"

1991-06-18

http://paksociety.com

"وہ شخص تو میری سوچ سے بڑھ کر گھٹیا اور کمینہ نکلا، میں تو سوچ رہی تھی کہ مہ رخ سے شادی کے بعد اور میری شادی کا سن کر وہ اپنی مکروہ سوچ کو بدل لے گا، لیکن نہیں وہ تو ہنوز اپنے مطالبے پر ڈٹا ہے، وہ میرے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا ہے اور اس مطالبے نے میرے دن کا چین اور رات کا سکون چھین لیا تھا مگر کل کی اس کی بات، کاش! وہ سب سننے سے پہلے مجھے موت آگئی ہوتی یا میں بہری ہو جاتی، میرے کان وہ کبھی نہ سنتے، مگر میرا کسی پر کوئی اختیار نہیں ہے، میں اپنی نظروں سے گر کر بھی زندہ ہوں، خود پر اُٹھیں غلاظت بھری نگاہیں نکال نہیں سکتی، میں نے بچپن سے ہمیشہ بہت توصیفی کلمات سنے، توصیفی نگاہیں مجھ پر اُٹھیں، مگر تصور بھی نہ کیا تھا کہ میری خوبصورتی یوں میرے من اور عزت کا روگ بن جائے گی، توصیفی نگاہوں کے ساتھ ہوس بھری نگاہیں بھی شامل ہوتیں میرے جسم ہی نہیں میری روح کے بھی آر پار ہو جائیں گی، مجھے اپنی خوبصورتی سے گھن آنے لگی ہے، اپنا خوبصورت وجود مجھے آسیب کی طرح لگنے لگا ہے مگر جس سے میں چاہ کر بھی جان نہیں چھڑا سکتی، اس شخص نے اپنے نفس کی تسکین کے لیے مجھے ذلت کے دہانے پر رکھ چھوڑا ہے، کاش! میں اتنی بد صورت ہوتی کہ کوئی مجھے دیکھنا تو دور مجھ پر تھوکنا بھی برا سمجھتا کہ میری خوبصورتی میری عزت کے لیے آزار بن گئی ہے، میری طبیعت اور حالت کا سبب میرے گھر والوں سے پوشیدہ ہے سب کو یہی لگتا ہے کہ میں حارث سے شادی نہیں کرنا چاہتی اس لیے پریشانی سے ایسی حالت ہو گئی ہے مگر اب میں کیسے اپنی ذِلت کی داستان اپنوں کو سناؤں؟ میں بہت کم ہمت ہوں، بہت تکلیف میں ہوں، بہت اذیت میں ہوں، کاش! ایسا ہو میں اس عذاب سے نکل آؤں کہ میں حرام موت مرنا نہیں چاہتی۔"

1991-06-12

"زندگی جا چھوڑ دے پیچھا میرا! ذلت اور توہین تو لگتا ہے میرا مقدر بن گئے ہیں۔ تمام برے حالات حارث کے نہ چاہنے، میرے نہ چاہنے، میری بیماری کے باوجود میری حارث سے شادی ہو گئی ہے، میں جو سمجھی تھی کہ مشکلات ختم ہو گئی ہیں، میری زندگی نئے کرب کا شکار ہو گئی ہے، حارث نے مجھے، اپنی بیوی کو دھتکار دیا ہے، اتنی توہین تو آج تک کسی کٹر دشمن نے بھی اپنے دشمن کی نہ کی ہو گی جیسی حارث نے میری کی، حارث کو مجھ سے محبت نہیں تو ٹھیک تھا ناں میں کب چاہ رہی تھی کہ وہ مجھ سے محبت کرے، محبت نہیں کر سکتا تھا تو اتنی حقارت اور نفرت سے بھی نہ دھتکارتا، وہ مجھے اپنے "محبت کدہ" میں لے گیا جہاں عائزہ کی محبت اور حارث کی چاہت بستی ہے، جہاں ایک ناکام محبت بڑی شان سے رہ رہی ہے، جہاں میرا کچھ نہ تھا وہ گھر حارث نے مجھے منہ دکھائی میں گفٹ کیا اور گھر کا دروازہ میرے منہ پر بند کر کے مجھے چوکھٹ پر منتظر چھوڑ گیا، میں نے چند منٹوں کی تاخیر کے سبب یا حارث کے انتقام کے سبب ارمانوں بھری رات سردی میں ٹھٹھرتے، بارش میں بھیگتے، خوف سے کانپتے گزاری، جبکہ حارث جانتا تھا کہ مجھے اندھیرے اور بارش سے ڈر لگتا ہے، بادلوں کی گرج مجھے سہما دیتی ہے مگر اس نے کچھ نہ سوچا، وہ مجھے وقتی طور پر ساتھ رکھ رہا تھا وہ بھی تب، جب میں اس کا وار اور توہین خاموشی سے برداشت کرتی کہ میں پلٹ تو آسانی سے سکتی تھی مگر میں نے نہ پلٹنے کا فیصلہ کیا تھا

http://paksociety.com

کہ حارث اب میرا شوہر ہے اور مشرقی بیوی اپنی ذات کو بکھیر کر رشتوں کو بکھیرنے سے بچاتی ہے اور میں اپنی ماں کی تربیت کی لاج رکھنے کو جیسے جس حال میں میرا شوہر رکھے گا میں رہوں گی کہ پلٹنے پر بدنامی ہے اور رہنے پر ذلت اور وہ ذلت جو اپنی ذات پر سہنی پڑے وہ کم ہوتی ہے بہ نسبت اُس ذلت کے کہ جب کسی کو صفائی دینا پڑے، نگاہ جھکا کر تاویل دینی پڑے اور مجھے عائزہ کی باتیں یاد آرہی ہیں اس نے میری رُخصتی کی شام کہا تھا کہ میں اسی درد سے گزروں گی جس درد سے وہ گزر رہی ہے کیونکہ خزائن مجھ سے محبت کرتے ہیں اور بٹا ہوا شوہر کس تکلیف سے دوچار کرتا ہے، اس تکلیف سے گزروں گی تو پتہ چلے گا، لیکن جس اذیت سے میں گزری ہوں تم عائزہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتیں کہ تمہارے شوہر کے دل کی بات کبھی لبوں سے ادا نہیں ہوئی تم کم از کم خود کو تسلی، دلاسے، خوش فہمیوں میں مبتلا کر کے جی سکتی ہو مگر میں نہیں کر سکتی ایسا کچھ کہ تمہیں صرف شک ہے، تمہارے محسوسات ہیں اور میرے شوہر نے تو برملا مجھ سے کہا اور اپنے "محبت کدہ" میں لے گیا جہاں میرا دم گھٹ گیا تو میری روح سکون نہ پا سکے گی کہ اپنے نصیب کا تو برزخ بھی جیسے تیسے برداشت ہو جاتا ہے لیکن دوسرے کے نصیب کی جنت آنکھوں کو بری طرح کھٹکتی، نگاہ چرانے پر مجبور کر دیتی ہے۔"

1991-06-26

"حارث کے گرد جلتی آگ دیکھ کر مجھ پر انکشاف ہوا کہ یہ شخص اگر مجھے جان سے بھی مار دے گا، میرے روم روم میں چنگاریاں بھی بھر دے گا تو بھی میں اسے مشکل میں نہیں دیکھ سکوں گی، اس کو مشکل اور تکلیف میں دیکھ کر تو میں دوہری اذیت سے گزری اور جس شخص کا مجھے خود سے بڑھ کر خیال ہے، جس کی ذات کے مان کو برقرار رکھنے کے لیے میں اپنا جھوٹا بھرم رکھ رہی ہوں وہ مجھے میرے اپنوں کی نگاہوں سے ہی گرا دینا چاہتا ہے، کہیں بھی جانے کو وہ راضی نہیں ہے اور سارا الزام میرے سر پر، مجھے سمجھ نہیں آتا حارث کیوں میرے ساتھ ایسا کر رہا ہے؟ وہ کیوں مجھے اور خود کو اذیت دے رہا ہے؟ وہ عائزہ کو یاد رکھنا چاہتا ہے تو رکھے ناں میں نے کب روکا ہے لیکن یوں خود کو اذیت تو نہ دے، نارسائی کی آگ میں جلتا وہ کتنا برا کر رہا ہے اور میں اس کو پچھتاتا ہوا نہیں دیکھنا چاہتی۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ وقت سے پہلے سنبھل جائے کہ اس کا برا روپ سامنے آیا تو تائی اماں برداشت نہیں کر پائیں گی اور میں تائی اماں کو دکھی نہیں دیکھ سکتی، کاش! حارث وقت کے چلتے دیر ہونے سے پہلے سنبھل جائے۔"

1991-07-02

"میں جو کہا کرتی تھی کہ میں بڑے باپ کی بیٹی ہوں، مجھے سیکھنے کچھ کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ میرے آگے پیچھے تو نوکروں کی لائن لگی ہے مگر وقت نے میرے منہ پر ایسا طمانچہ مارا ہے کہ میں بلبلا تک نہیں سکی، اذیت دینے کو حارث مجھے "محبت کدہ" لے آیا، گھر کی صفائی اور کھانا پکانے کی ذمہ داری مجھ پر ہے، جس نے خود کبھی ہل کر پانی نہیں پیا وہ شوہر کے آگے پیچھے پھرتی ہے، ذرا سی غلطی پر صلواتیں سنتی، تھپڑ کھاتی ہے، اگر اس سب میں ہی حارث کی خوشی ہے تو ایسے ہی سہی مگر افسوس تو اس بات کا

http://paksociety.com

ہے کہ جس شخص کے ساتھ خوشگوار زندگی گزارنے کا سوچا تھا وہی شخص مجھے اپنوں سے دور کرتا، تنہائی کی مار، مارتا اندھیرے دے رہا ہے یہ جانتے ہوئے بھی کہ مجھے اندھیرے سے ڈر لگتا ہے وہ مجھے اکیلا چھوڑ کر نہ جانے کہاں چلا جاتا ہے اور اس کے لوٹ کے آنے تک میرا دل پتے کی طرح لرزتا رہتا ہے وہ آجائے تو سکون ملتا ہے مگر پھر نئی اذیت کے در کھل جاتے ہیں۔"

پھر چاند کھلا پھر رات تھمی
پھر دل نے کہا اِک تیری کمی
پھر یاد کے جھونکے بہک گئے
پھر جنت سی لگتی ہے زمیں
پھر دل نے کہا ایک تیری کمی
پھر گزرے لمحوں کی باتیں
پھر جاگی جاگی سی راتیں
پھر ٹھہر گئی پلکوں پہ نمی
پھر دل نے کہا اِک تیری کمی

1992-04-06

"کتنی ہی صُبحیں شاموں میں ڈھلیں اور راتوں کا پیراہن اوڑھ کر سو گئیں، دن اور رات کا سلسلہ جاری رہا اور میری اذیتوں کے منہ بھی کھلے رہے نہ صبح سے فرق پڑا، نہ شام نے رنگ بکھیرے، بس چار سو، ہر لحظہ رات کی سی تاریکی وجود کے گرد حصّار کئے رہی، مگر بس اب ذلت کا سلسلہ بند کر دو حارث! اور خدا کے لیے لوٹ آؤ، 9 ماہ سے اذیت میں ہوں، تمھاری راہ دیکھ رہی ہوں، تم بیوی نہیں سمجھتے، نفرت کرتے ہو، تمھارا ہر وار سہہ گئی مگر تمہاری جدائی نہیں سہہ پا رہی، میں تھکنے لگی ہوں آ کے میری تھکن سمیٹ لو کہ میرے پاس کوئی دوست نہیں ہے، عائزہ مجھ سے بد گمان ہے وہ سمجھتی ہے کہ اس کی زندگی میں جو ادھورا پن ہے بے اختیار سی محبت کا خالی پن ہے اس کا سبب میں ہوں کہ میں اس کے شوہر کے دل میں بستی ہوں، یہ بات میرے لیے قابلِ فخر نہیں ہے اور نہ ہی میں نے خزائن رانا سے کہا کہ مجھ سے محبت کرو وہ اپنی محبت، دل کے آگے مجبور ہوں گے مگر عائزہ مجھے کیوں مجبور کرتی ہے وہ کیوں نہیں سمجھتی کہ اس میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے، اس نے اپنی بد گمانی میں مجھ سے میری دوست چھین لی ہے، حارث نے اپنی محبت اور انتقام میں میرا بہت اچھا دوست چھین لیا ہے اور مہ رخ اس کی تو شکل دیکھے ہی چھ ماہ ہو گئے ہیں، اس سے مگر فاصلے میں نے خود بڑھائے ہیں کہ اس کی صورت مجھے زاہد خان کی یاد دلاتی ہے اور اس کا خیال میری اذیت کے زخم ہرے کر دیتا ہے، وہ میرے گھر آئی مجھے اپنے بیٹے کی برتھ ڈے میں بلایا اپنی ہر خوشی میں مجھے یاد رکھا مگر میں اس کی محبت اس کے خلوص کا جواب چاہ کر بھی

http://paksociety.com

خلوص سے نہ دے سکی اور چھ ماہ قبل تو میری بے رخی کا جواب طلب کرتی میری خاموشی پر ناراض ہو کر چلی گئی، مہ رخ بھی مجھ سے ناراض ہو گئی، زاہد خان کی بد نیتی اور بد نگاہی نے مجھ سے میری دوست چھین لی، حارث تم مجھے اکیلا کر دینا چاہتے تھے میں بہت تنہا اور اکیلی ہو گئی ہوں، بہت تنہا، کوئی اپنا نہیں ہے کہ مما اور تائی اماں سے اتنے جھوٹ بول چکی ہوں کہ ان سے نگاہ ملاتے شرم آتی ہے، حارث میں ریزہ ریزہ ہو گئی ہوں، میری ذات کا مان تو تم اپنے قدموں تلے روند ہی چکے ہو، قسمت کے لکھے کو تسلیم کر لو، خود کو اور مجھ کو کرب اور اذیت سے بچالو، میں اپنوں سے جھوٹ بول کر بھرم رکھتے تھکنے لگی ہوں، بس اب آجاؤ، میرے لیے نہ سہی، تائی اماں کے لیے آجاؤ، بہت تکلیف میں ہوں مگر کھل کر رو بھی نہیں سکتی، مجھے صرف اتنا حق دے دو کہ میں تم سے دل کی بات کہہ سکوں، تمہارے کاندھے پر سر رکھ کر رو سکوں، میں اپنی تنہائی اور اکیلے پن سے گھبرانے لگی ہوں۔ پلیز، حارث لوٹ آؤ"!

کہاں ہو تم چلے آؤ محبت کا تقاضا ہے
غمِ دنیا سے گھبرا کے تمہیں دل نے پکارا ہے
تمہاری بے رخی اِک دن ہماری جان لے لے گی
قسم تم کو ذرا سوچو کہ دستورِ وفا کیا ہے
کہاں ہو تم چلے آؤ محبت کا تقاضا ہے

☆☆☆☆☆

پورے ایک سال بعد وہ ستم گر وطن اور اپنے گھر لوٹ رہا تھا اس کی وحشت اور دل کا درد تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اس کے لوٹ آنے کی خوشی من کی سوکھی کھیتی کو زرخیز بنا رہی تھی مگر اس کا رویہ، بیتے ماہ اور سال کی اذیت اس کے بنجر وجود کو مزید بنجر کر رہی تھی۔

میں شاخ سے اڑا تھا ستاروں کی آس میں
مرجھا کے آگرا ہوں مگر سرد گھاس میں
سوچو تو سلوٹوں سے بھری ہے تمام روح
دیکھو تو اک شکن بھی نہیں ہے لباس میں
صحرا کی بود و باش ہے کیوں نہ اچھی لگے
سوکھی ہوئی گلاب کی ٹہنی گلاس میں
تارہ کوئی روائے شبِ ابر میں نہ تھا
بیٹھا تھا میں اداس بیابانِ یاس میں

http://paksociety.com

جوئے رواں، دشت، ابھی سوکھنا نہیں
ساون ہے دور اور وہی شدت ہے پیاس میں
کانٹوں کی باڑ پھاند گیا تھا مگر شکیب
رستہ نہ مل سکا مجھے پھولوں کی باس میں

اس نے دنیا دکھاوے کو سرخ رنگ کی اسٹائلش لائٹ سے موتیوں کے کام والی ساڑھی پہنی تھی، خوبصورتی سے میک اپ کیا تھا۔ ایک ہاتھ میں بھاری جڑاؤ کے کنگن، دوسرے میں کانچ کی سرخ بھر بھر چوڑیاں اور لائٹ سی جیولری پہنے وہ ہمیشہ کی طرح دل کش لگ رہی تھی۔ مگر اس کے چہرے پر عجیب سا سوز اور حزن تھا جو اس کی شخصیت کا حصہ بن گیا تھا اور یہ حصہ بھی اس کے لیے کافی دل کشی کا باعث تھا۔ وہ سنجیدگی میں حزن اور ملال کے ساتھ دیکھنے والی ہر آنکھ کو آج بھی ٹھٹھکانے کا سبب بنتی تھی کہ اس کی بے نیازی اور سوز نے بھی اس کے حسن کو جلا بخشنے میں اپنا کردار بڑی خوبصورتی سے ادا کیا تھا۔ وہ خود کو آئینے میں تنقیدی نگاہ سے دیکھتی کمرے سے نکلی تھی، ساڑھی کا پلّو تھامے ساڑھی کی فال درست کرتی آگے بڑھی ہی تھی کہ سامنے آجانے والے شخص کو دیکھ قدم ہی نہیں سانس بھی رک سی گئی تھی۔ وہ اپنے خوبرو کسرتی سراپے کے ساتھ اس کے سامنے تھا۔ چہرے پر گہری سنجیدگی کی چھاپ لیے، آنکھوں پر فریم لیس گلاسز لگائے، ہونٹوں سے اوپر ناک کے نیچے سیاہ ترشی مونچھیں رکھے وہ اس کا دل دھڑکا گیا تھا، جبکہ اس نے محض ایک نگاہ اس کے دلکش سراپے، ٹھہر جانے والی آنکھوں پر ڈالی تھی اور آگے بڑھ گیا تھا اور وہ اپنے اندر اس کے آج بھی نظر انداز کئے جانے پر اداسیاں اور ویرانیاں اترتی محسوس کرنے لگی تھی مگر اس نے ہمیشہ کی طرح کمال کا ضبط دکھایا تھا۔

"اسلام علیکم! کیسے ہو حارث؟" اس کا لہجہ اذیت یا مسرت سے بھیگ گیا تھا۔

"ہاں! زندہ ہوں۔" اس کا گھمبیر لہجہ خود اذیتی لیے ہوئے تھا۔

"ایک سال چار ماہ کم نہیں ہوتے حارث، زندگی کیا کائنات کا ہی نقشہ بدل جاتا ہے۔ مگر تم نہیں بدلے کہ تم بدلنا ہی نہیں چاہتے تھے۔" وہ تکلیف سے سوچ رہی تھی۔ خوش نصیبی اور بد نصیبی کی بحث ہی ان کے درمیان آخری بحث ثابت ہوئی تھی، وہ دونوں اسی شام لودھی ہاؤس لوٹ آئے تھے مگر وہ بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ وہ پندرہ دن کی خاموشی کے بعد ایبروڈ چلا گیا تھا۔ وہ اپنی پُر اذیت زندگی سے نہ خوش تھی، نہ ہی مطمئن مگر سرِ بزم اپنا بھرم رکھنے کو مسکراتی پھرتی تھی۔ اپنے آنسو تک اپنوں سے اس نے چھپا لیے تھے۔

ہم مسکرا رہے تھے اپنا بھرم رکھنے کو
آنسو بہانے پر آتے تو سمندر سے جیت جاتے

http://paksociety.com

اس نے خود ٹوٹ کر اذیت سہہ کر حارث لودھی کا بھرم رکھا تھا۔اس نے گزرے سال میں ایک دفعہ بھی پلٹ کر نہیں دیکھا تھا،نہ ہی رابطہ کیا تھا مگر وہ جھوٹے رابطوں کی داستان اور مسکراہٹ لیے اپنا بھرم رکھتی رہی تھی۔

حارث لودھی نے نہ جانے خود کو سزا دی تھی یا ایشل کو، کہ اگر اس نے ایشل کو تشنہ رکھا تھا تو خود بھی تشنگی کا عذاب سہتا رہا تھا۔ایک سال بعد لوٹا تھا بیگانگی اور خود اذیتی کا وہی عالم تھا۔وہ شام کے سات بجے لوٹا تھا اور ایک گھنٹے آرام کے بعد سب کے ساتھ شام کے کھانے میں شامل ہوا تھا۔رونق سی لگی تھی، محفل سی سجی تھی،وہ خود کو خوش اور بشاش ظاہر کر رہا تھا مگر وہ آج ہمیشہ سے بڑھ کر تھکن اپنے وجود میں،اپنی ذات میں اترتی محسوس کر رہی تھی تب ہی جب گھر کے مرد باتوں میں مشغول تھے،حارث سے اس کی مصروفیات آگے کا لائحہ عمل پوچھ رہے تھے وہ بڑے نامحسوس انداز میں اٹھ کر کمرے میں آگئی تھی، ملحہ سازی کو جو لباس اور میک اپ کیا تھا سب کچھ اتار کر اس نے نماز ادا کی تھی اور ایک فیصلہ کرتی مطمئن سے انداز میں حارث لودھی کا کمرے میں آنے کا انتظار کرنے لگی تھی جو تقریباً ڈھائی گھنٹے بعد آیا تھا۔نیم دراز ہو کر سگریٹ سلگائی تھی اور وہ اپنے نام کی پکار پر اس کی جانب متوجہ ہوا تھا جسے وہ سوتا سمجھ رہا تھا وہ اٹھ کر بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔

"حارث!میں نے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" وہ اسے دیکھ رہا تھا جو پہلے سے اور حسین ہو گئی تھی۔اس کی سوگوار آنکھیں رونے کی چغلی کھا رہی تھیں۔

"اس وقت میرا موڈ نہیں ہے۔میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔تم اپنی ضروری بات کل کر لینا۔" نگاہ پھیری تھی اور راکھ ایش ٹرے میں جھاڑ کر گہرا کش لیا تھا۔

"تم صرف اپنے مزاج کی غلامی نہ کیا کرو حارث!دوسروں کے مزاج ان کی بات کو بھی کچھ اہمیت دے لیا کرو۔" وہ نہایت تلخی سے بولی تھی اور اس نے قدرے ناگواری سے اسے دیکھا تھا اور وہ بیڈ سے اٹھ کر جاتا کہ وہ اس کا ہاتھ تھام گئی تھی۔

"ایشل میں نے تم سے بات نہیں کرنی۔مجھے اس وقت پریشان نہ کرو میں پہلے ہی قدرے ڈسٹرب ہوں۔" وہ مشتعل سا چیخا تھا۔

"مسٹر حارث لودھی!آپ کب ڈسٹرب نہیں ہوتے۔۔۔؟ایک سال چار ماہ سے ڈسٹرب ہی تو ہو اور میں آپ سے بات کرنے کے لیے مر نہیں رہی۔میں آپ سے آج آخری فیصلہ کروانا چاہتی ہوں۔" وہ اس کا ہاتھ جھٹکتا اٹھ گیا تھا اور وہ اس کے مقابل آتے ہوئے اس سے زیادہ ترشی اور مشتعل انداز میں بولی تھی اور وہ اس کے غیر معمولی رویّے کا نوٹس لینے پر مجبور ہو گیا تھا اور اس نے جو کہا تھا اسے سن اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا تھا۔

"حارث لودھی!مجھے آزاد کر دو،مجھے طلاق دے دو حارث لودھی!میں تمہارے ساتھ اب مزید تعلق نہیں رکھ سکتی۔" اس کے آنسو تواتر کے ساتھ رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

http://paksociety.com

"مجھے اس جرم سے آزاد کر دو جو مجھ سے سرزد نہیں ہوا۔ مگر اِتنا یاد رکھنا میں آزادی اپنے لیے نہیں تمہارے لیے چاہتی ہوں، تمہاری اذیت برداشت نہیں ہوتی مجھ سے۔۔۔" اس کے رونے میں اور حارث کی حیرانگی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اس کا مطالبہ ہی اس کے لیے غیر یقینی کا باعث تھا کہ اس کی بات پر وہ اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"محبت کی تھی میں نے تم سے حارث! بے حد اور بے حساب۔۔ ہر اِک دعا میں صرف تمہیں مانگا تھا۔ اپنی زندگی تمہارے نام انتساب کی تھی۔ مگر جب مجھے پتہ لگا کہ تم عائزہ سے پیار کرتے ہو تو میرے دل کی دنیا ویران ہو گئی تھی۔ اُس شب میں پہلی دفعہ بہت روئی تھی۔ میں نے ڈائری میں لکھا تھا کہ میں تمہیں عائزہ کا کبھی نہیں ہونے دوں گی۔ تمہیں عائزہ سے چھین لوں گی۔ تم صرف میرے ہو۔ یہ آخری سوچ بڑی منتقمانہ تھی جسے تحریر کر کے میں سو گئی تھی۔ اور میری منتقم سوچ بھی سو گئی تھی کہ میں تمہیں دکھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اگلی رات میں نے پھر روتے ہوئے گزاری تھی اور میں نے ڈائری میں لکھا تھا کہ میں تمہاری خوشی کے لیے اپنی ہر اِک خوشی اور خواہش دان کر دوں گی۔ تمھاری خواہش اور محبت کے لیے مجھے اپنی خوشی کے نصیب میں ہجر لکھنا پڑا تو میں لکھوں گی اور پھر فیصلہ ہو گیا تھا میں نے اپنی محبت کی طرح اس کا دردناک انجام بھی اپنے اندر ہی مدفن کر لیا تھا۔ تم نے میری پرانی ڈائری پڑھی تھی جس میں تمہاری باتوں، تمھاری چاہت کی داستان میری منتقمانہ سوچ پر جا کر ختم ہو گئی تھی۔ تم نے میری ڈائری کی وہ تحریر نہیں پڑھی تھی جس میں، میں نے تمہاری خوشی کے لیے تمہیں اپنے طور پر تمہاری محبت کو سونپ دیا تھا۔" وہ دھیرے دھیرے کہہ رہی تھی اور وہ لب بھینچے اسے سن رہا تھا۔

"میں نے تائی اماں سے بات کی تھی اور وہ تمہاری شادی عائزہ سے کرنے کو تیار بھی ہو گئی تھیں۔ میں نے اپنا وعدہ پورا کیا تھا جو میں نے تم سے اور عائزہ سے کیا تھا، ہاں میں خود سے کیا وعدہ پورا نہیں کر سکی تھی کہ تمہیں تمہاری خوشی دینے کا وعدہ میں نے خود سے کیا تھا مگر ناکام رہی تھی۔ میں تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی کہ مجھے اپنی "میں" اپنی عزتِ نفس بہت عزیز تھی۔ میں ٹھکرائے جانے کے ڈر سے تمہیں نہیں پانا چاہتی تھی کہ تم وہ نہیں رہے تھے جس سے میں محبت کرتی تھی۔ میں نے حارث لودھی سے محبت کی تھی اور وہ کسی اور کو چاہتا تھا۔ میں اپنی محبت سے تائب ہو گئی تھی کہ میں نے تمہیں اس دن کھو دیا تھا جب مجھے پتہ چلا تھا کہ تم عائزہ سے محبت کرتے ہو اور کھوئی ہوئی چیز تو مل جاتی ہے مگر محبت نہیں ملتی۔ تم سے شادی اپنی گم گشتہ محبت کی تلاش میں نہیں کی تھی صرف تائی اماں کی خواہش کے احترام میں کی تھی اور میں اپنی "میں" اور عزتِ نفس کو عزیز رکھتی تھی اور تم نے میری "میں" میری عزتِ نفس پیروں تلے کچل ڈالی۔ اس رات کی اذیت آج بھی مجھے سونے نہیں دیتی، سو جاؤں تو خوابوں سے دور کر دیتی ہے، خواب دیکھ لُوں تو تعبیر کھو جاتی ہے۔ وہ لمحے جو میں نے "محبت کدہ" میں گزارے جہاں میرے علاوہ پوری کائنات سمائی تھی۔ ان لمحوں کی اذیت ایسی تھی کہ مجھے کتّے، بلّی بھی اپنے آگے معتبر لگتے تھے۔" اس نے اذیت سے یکدم اپنے لب کچل ڈالے تھے، نچلے لب کو دانتوں تلے ایسا کچلا تھا کہ خون رسنے لگا تھا۔

http://paksociety.com

"مگر میں پھر بھی تمہارے ساتھ رہنا چاہتی تھی کہ تم میرے شوہر تھے۔ میری محبت، میری پسند میری خواہش نہ تھے کہ میں صبر کرتی تم سے دستبردار ہو جاتی۔ محبت سے دستبردار ہو گئی تھی یہ سوچ کر کہ تم میرے نہیں ہو، وہ حارث لودھی میرا نہیں ہے جس سے محبت کی ہے میں نے، مگر یہ حارث لودھی صرف میرا تھا، میرا شوہر تھا، میں اپنی چیز سے کیوں، کیسے دستبردار ہوتی؟ میں اپنے احساس کی موت برداشت کر گئی تھی مگر رشتے کی موت کیسے برداشت کر سکتی تھی؟ اپنے شوہر سے کیوں دستبردار ہوتی؟ میں تمہارے ساتھ اپنی محبت کے لیے نہیں اپنے رشتے کے لیے جڑے رہنا چاہتی تھی۔ اپنا گھر بنانا چاہتی تھی۔ چاہے اس گھر کی تعمیر میں مجھے اپنی "میں" اپنی عزتِ نفس کو ہی دفن کیوں نہ کرنا پڑتا، ارمانوں کے خون کو حوصلے کے گارے سے منسلک کر کے ہی کیوں نہ عمارت تعمیر کرنا پڑتی۔ تمہاری دی ہوئی ہر ذلت کو صرف اس لیے برداشت کیا کہ تم میرے شوہر تھے، میرے مجازی خدا! اور میں نے خود کو تمہاری پسند، تمہارے مزاج میں ڈھالنا تھا۔ میں ویسے ہی بن گئی، جیسا تم بنانا چاہتے تھے۔ اس میں میری گم گشتہ محبت کا نہیں، تم سے جُڑے رشتے کا ہاتھ تھا۔ میری شادی تم سے نہیں کسی اور سے ہوتی تو اپنے رشتے کے لیے اتنی قربانی تو میں نے دینی ہی تھی۔ مگر تم میری ہر قربانی، میرے صبر کو میری گم گشتہ محبت سے نتھی کرتے رہے۔ تم آج بھی عائزہ سے محبت کرتے ہو کہ تم ایسا کر سکتے ہو مگر عائزہ وہ تم سے محبت کے سارے سبق اسی دن فراموش کر گئی تھی جب اس کا خزائن سے نکاح ہوا تھا۔ تم تو مرد ہو چار بیویوں کا حق ساتھ لکھوا کر لائے ہو۔ تم ایک کو پہلو میں رکھ کر دوسری، تیسری، چوتھی کو سوچ سکتے ہو مگر عورت صرف ایک سائبان، ایک ساتھ لکھوا کر لائی ہے اور اس کی فطرت کی پاکیزگی کبھی یہ گوارہ نہیں کر پاتی کہ وہ ایک کے پہلو میں سج کر کسی دوسرے کا خیال اپنے قریب بھی پھٹکنے دے۔ تم اپنی فطرت پر چلے، میں اپنی فطرت پر چلی۔ تم سے وفا اس لیے نبھائی کہ یہی میری وفا کا، میری فطرتِ نسواں کا تقاضہ تھا۔ جب تم میرے کچھ نہ تھے تب تمہیں سوچا تو پھر کسی کو نہ سوچا اور پھر جب تم میرے بنے تو ہر اِک خیال، ہر اِک مرد خود پر حرام کر لیا اور آج تم سے طلاق چاہتی ہوں تو صرف تمہاری آسودگی کے لیے کہ میں بیوی ہوں تمہاری میرا فرض تھا کہ تمہیں راحت دیتی، دینا چاہی میں نے مگر تم نے اہمیت نہ دی۔ میں مایوس تو آج بھی نہیں ہوں، یہ فیصلہ مگر میں لے رہی ہوں تو صرف تمہارے فرائض کی ادائیگی کے لیے، کہ تمہیں راحت صرف مجھ سے دور ہو کر ہی مل سکتی ہے تو ایسے ہی ٹھیک کہ مجھے تو صرف تمہاری خوشی کا خیال رکھنا تھا جس میں، میں ناکام ہوئی تو یہ فیصلہ لے لیا۔ تم مجھے طلاق دیتے ہو تو ٹھیک ورنہ میں دوسرا آپشن استعمال کروں گی۔" اس نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے تھے۔

"میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔ میں گھر والوں کو اپنے فیصلے سے خود ہی آگاہ کر دوں گی۔ تمہیں کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہونا پڑے گا۔ میں ہر ممکن کوشش کروں گی کہ تمہارا بھرم قائم رہے اور میری عزتِ نفس تمہارے اور میرے سامنے تو رہی نہیں، باقی گھر والوں کے سامنے بنی رہے ہمارے چار ماہ ایک سال کے رشتے کا ادھورا پن اور اذیت کسی کے سامنے نہ آئے۔" وہ اس کی سوچ، اس کی باتیں جان کر اور سن کر اتنا شاکڈ تھا کہ ایک لفظ نہ ہی بولا تھا، نہ ہی کسی ردِّ عمل کا اظہار کیا تھا اور وہ کمرے سے نکل

http://paksociety.com

گئی تھی اور وہ ہوا میں معلق کھڑا رہ گیا تھا۔ آخری بار اس نے کتنی پُر حقیقت اور با معنی گفتگو کی تھی مگر وہ سب کچھ جانتے، مانتے تبدیلی لائے بغیر ہی گمراہی اور اپنی سوچ کے حصار میں بند ھا دیس ہی چھوڑ گیا تھا اور آج اس نے کیسا آئینہ اس کے سامنے رکھا تھا جس میں اس کی سوچ اور کردار کی پاکیزگی کی شفاف جھلک تھی اور خود حارث کو اپنی مکروہ شکل صاف نظر آنے لگی تھی کہ اس نے خدا کی نافرمانی کی تھی، خدا کے لکھے کو جھٹلایا تھا، شکر کے راستے سے ہٹا تھا، انسانیت سے گرا تھا۔ رشتوں کا وقار مجروح کرنے کا سبب بنا تھا۔ خدا کے لکھے کو تسلیم نہیں کر سکا تھا اس لیے نہ خوش رہا تھا اور نہ ہی مطمئن۔ ان دیکھی برزخ میں جلتا رہا تھا۔ وہ اپنا احتساب کر بھی نہیں پایا تھا کہ آہٹ پا کر سامنے دیکھا تھا اور کوثر لودھی کو دیکھ وہ کھڑا ہو گیا تھا۔ انھوں نے اس کی کلائی آزاد کی تھی اور آگے بڑھ کر حارث کے منہ پر تھپڑ دے مارا تھا۔

"لاوارث سمجھا تھا تم نے اس کو؟" انھوں نے لگاتار تین طمانچے بیٹے کے منہ پر لگائے تھے اور درشتگی سے پھنکارتے لہجے میں استفسار کیا تھا۔

"کیا سوچ کر، کیا سمجھ کر تم ایشا کے ساتھ اتنا سب کچھ کرتے رہے؟" غصے سے انہوں نے پھر اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔

"تائی اماں آپ حارث کی ماں ہیں۔ اس کو مارنے کا حق رکھتی ہیں لیکن ہم میاں بیوی کے نجی معاملے میں، میں آپ کو مداخلت کی اجازت نہیں دوں گی کہ میں اپنے شوہر کی تذلیل برداشت نہیں کر سکتی۔" وہ ساکت کھڑی تھی مگر ان کی باتوں سے لمحہ لگا تھا اسے اندازہ لگانے میں اور وہ حیرانگی اور دکھ کو پسِ پشت ڈال کر آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ تھام گئی تھی۔ اس کا لہجہ بھیگا ہوا تھا اور آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔

"تف ہے تجھ پر، لعنت ہے تیری سوچ پر، تو نے کیسی ہیرا لڑکی کو بے مول کر دیا۔ جس کو تو صبح، شام اذیت دیتا رہا، جسے ذلیل کرنے کے بہانے تلاشتا رہا وہی آج تیری ڈھال بن گئی، اچھا نہیں کیا تو نے حارث، میں تجھے کبھی معاف نہیں کروں گی۔" وہ تکلیف سے کہتیں شدتوں سے رو رہی تھیں۔

"تائی اماں! یہ آپ کا مجرم نہیں ہے اور جب میں ہی اسے اپنا مجرم نہیں مانتی تو یہ آپ کا مجرم کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ ان کا ہاتھ تھام گئی تھی۔

"تُو اس بے حس شخص کو اپنا مجرم نہیں مانتی؟" وہ کتنی حیرانگی سے بولی تھیں اور وہ اذیت سے مسکرائی تھی اور وہ شرمندہ سا کھڑا تھا سرخ چہرے کے ساتھ۔

"مگر میں اسے اپنا مجرم مانتی ہوں کیونکہ اس نے مجھے میری نگاہوں میں ہی گرا دیا ہے۔ ایسی تو نہ کی تھی میں نے اس کی تربیت کہ یہ انسانیت کے درجے سے ہی گر جائے؟" وہ بیٹے کو جن نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں وہ کھڑے کھڑے ہی مر گیا تھا۔

"کتنا مان تھا اپنے بیٹے پر، اپنی تربیت پر مگر اس نے میری ممتا کی لاج رکھی، نہ میری تربیت کی اور نہ ہی رشتوں کی، نارسائی

http://paksociety.com

کی آگ میں جلتا رشتوں کا تقدس ہی بھلا بیٹھا۔اس کی گھٹیا سوچ، عمل اور کم ظرفی نے مجھے جیتے جی مار ڈالا ہے۔" سارے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے تھے اور وہ ماں کا رونا برداشت نہ کر سکا تڑپ کر ان کے سامنے آن رکا تھا۔

"مما۔۔۔" اس کے لبوں سے سرسراتا ہوا نکلا تھا۔

"نہ کہہ ماں مجھے حارث! میں تجھ سے اپنا ہر ایک رشتہ ختم کرتی ہوں۔ تجھ جیسی اولاد ہونے سے بہتر ہوتا کہ میں بے اولاد ہی رہتی۔تجھے ہمیشہ لگا تھا کہ میں ایشا کو تجھ سے بڑھ کر چاہتی ہوں۔ لیکن میں نے تو کبھی فرق کیا ہی نہ تھا۔ فرق تیری سوچ میں تھا۔ میں نے تم دونوں کو اپنے حلق کا نوالہ کھلایا مگر تیرے حلق کا نوالہ کبھی ایشا کے منہ میں نہ ڈالا۔ میں تو خود غرض بن گئی، جانتی تھی کہ تو عائزہ سے پیار کرتا ہے مگر سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے تیری شادی ایشل سے کروائی کہ یہی واحد تھی جو تجھے محبت دے سکتی تھی اور تو ہیرا جیسی باحیا، باکردار، باسیرت اور خوبصورت لڑکی کی قدر نہ کر سکا۔ میں تجھے دودھ نہیں بخشوں گی حارث! کبھی تجھے معاف نہیں کروں گی، ایشا کا ایک آنسو تجھے معاف نہیں کروں گی۔ مروں تو نہ مجھے کندھا دینا نہ میری شکل دیکھنا قسم ہے تجھے۔۔"

"تائی اماں! پلیز آپ کو میری قسم ایسا کچھ نہ کہیں، میری خاطر کوئی غلط فیصلہ نہ لیں۔" وہ ان کو ٹوک گئی تھی ان کے کندھے پر ہاتھ رکھے سسکنے لگی تھی۔

"حارث نے میری عزتِ نفس، میرے پندار کو ٹھوکروں پر رکھا مگر آپ میری عزت رکھ لیں۔ میرے صبر کو رائیگاں ہونے سے بچا لیں۔ آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں تائی اماں! جو جان گئی ہیں اسے بھول جایئے۔ مجھے کسی سے کوئی شکوہ نہیں ہے۔ میری عزت کو سرِ عام نیلام ہونے سے بچا لیں۔ میرے شوہر کی تذلیل نہ کریں۔ میں برداشت نہیں کر سکتی۔ حارث پر انگلی نہ اٹھے اس لیے تو میں نے اپنے کشیدہ تعلقات کی کسی کو بھنک بھی نہ پڑنے دی۔ اب آپ جان ہی گئی ہیں تو چرچا نہ کریں۔ میں مر جاؤں گی تائی اماں! خدارا ایسا نہ کریں۔" وہ بلکتے، تڑپتے ان کے پاؤں جکڑ گئی تھی اور سر ان کے گھٹنے پر رکھ دیا تھا وہ اس عظیم عورت کو دیکھ پانے کی خود میں ہمت نہیں پا رہا تھا وہ اس کو زمین بناتے بناتے خود زمین بن گیا تھا اور وہ آسمان کی طرح ہی اپنی سوچ اور عمل کے ذریعے بلند کی بلند ہی رہی تھی۔ کوثر لودھی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا، وہ رو رہی تھی اور وہ اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لینا چاہتی تھیں لیکن اس کے ایک طرف لڑھک جانے پر ان کی چیخیں بلند ہو گئی تھیں۔ وہ یہ برداشت نہیں کر سکی تھی کہ کوثر لودھی سب جان گئی ہیں۔

جبکہ انہیں حقیقت کا ایک ماہ قبل علم ہوا تھا۔ انہوں نے ایشل لودھی کی ڈائری پڑھ لی تھی جب سے ہی وہ اذیت میں تھیں کہ حارث سے اتنی بے حسی اور ظلم کی امید نہ تھی، اسی لیے انھوں نے بیٹے کو طلب کر لیا تھا۔ حارث جس نے کبھی نہ واپس آنے کا ارادہ کر کے ملک کو خیر باد کہا تھا۔ ماں کے دودھ نہ بخشنے کی دھمکی پر پاکستان واپس آ گیا تھا۔ مگر اُسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ واپسی اُس

http://paksociety.com

کے لیے آگاہی کے در کھولے گی اور وہ اپنی ماں اور اپنی "محبت" سے دور ہو جائے گا وہ سب ہاسپٹل میں تھے گیارہ گھنٹے گزر گئے تھے اور کوئی امید نظر نہیں آرہی تھی۔

☆☆☆☆☆

1992-08-24

"حارث لوٹ کر آیا پُورا طویل ہجر زدہ ایک سال لگا کر، مگر اس کی خود اذیتی کا وہی عالم تھا اور جو فیصلہ وہ مجھ سے کروانا چاہتا تھا وہ میں نے کر لیا مگر میں نہیں جانتی تھی کہ ایک نئی اذیت میری منتظر ہے، میں نہیں جانتی تھی کہ حارث اچانک تائی اماں کے قسم دینے پر لوٹ کر آیا تھا کہ میں تو گزرے ماہ میں، میں یہ جان ہی نہیں سکی تھی کہ تائی اماں حارث کی دیں تمام اذیتوں کے بھید جانتی تھیں، میں مما اور تائی اماں کو نہیں وہ دونوں مجھے دھوکا دے رہی تھیں، میرے دھوکے، میری خوش و قسمتی اور خوش نصیبی کی آس میں شریک تھیں۔ خیر تائی اماں نے تو میری ڈائری پڑھی تھی۔ مگر مما وہ اتنی انجان نہ تھیں جتنا میں نے سمجھا، میری دونوں ماؤں نے میرا بھرم رکھا اور جس دن میرا بھرم ٹوٹا میں بھی ٹوٹ گئی تھی کہ حارث سے طلاق کا فیصلہ میں نے جس کرب اور اذیت سے گزر کر اپنا دل پتھروں سے کچل کر لیا تھا اس کی اذیت اور کرب کا واقف صرف میرا اللہ تھا، وہی درد کم نہ تھا کہ بھرم بھی نہ رہا، دل تو زخمی تھا نئے وار سہہ نہ سکا دل کا دورہ پڑا تھا، گیارہ گھنٹوں کے بعد مگر اپنوں کی دعاؤں اور رب کی رضا سے زندگی کی طرف واپس لوٹ آئی تھی، موت مسکرا کر پلٹ گئی تھی یہ کہہ کر کہ چند سالوں بعد آؤں گی کہ میں نے آنا تو ہی ہے! 14 ماہ کی اذیت اور کرب حارث لودھی کا دل نرم نہ کر سکے تھے، مگر گیارہ گھنٹے کی اذیت اس کا دل موم کر گئی تھی۔ میری زندگی اور موت کی کشمکش کے گیارہ گھنٹے حارث لودھی کو میرے وجود کے، میرے ہونے کی اہمیت کا اندازہ کروا گئے اور جب میں صحت یاب ہوئی تو میں نے حارث لودھی میں واضح تبدیلی دیکھی، اس کی آنکھوں میں اپنا عکس دیکھا مگر اس کا، اس نے کبھی زبان سے اعتراف نہیں کیا، اذیت طویل تو ضرور تھی مگر رب کی رحمت کا مقابلہ تو کسی چیز سے ہو ہی نہیں سکتا کہ رب ایسا مہربان ہوا کہ زندگی کی کھٹنائیاں ہی مٹ گئیں، جو شخص میری شکل، میرے ہونے سے خائف تھا، نفرت کرنے لگا تھا میں اس کی نگاہ اور دل میں سما گئی، 14 ماہ کی بے پناہ اذیت کے بعد میں نے حارث کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی گزاری، حارث کا آج صرف میں ہوں اور عائزہ اس کا ماضی، عائزہ اس کے دل سے نکلی تو کبھی نہیں مگر ہاں وہ ایک قصۂ پارینہ بن گئی کہ حارث کے آس پاس، اس کی نگاہ اور دل میں صرف میں ہوں مسز ایشل حارث لودھی! چار دیواری اور چادر کے حصول کے لیے جو اذیت اور جبر برداشت کئے وہ رائیگاں نہیں گئے۔"

1993-07-03

"میں نے سنا تھا عورت کی تکمیل ماں بننے کے بعد ہوتی ہے اور آج میں خود ایک بیٹے کی ماں بنی ہوں تو خود کو بہت مکمل محسوس کر رہی ہوں۔۔۔ میری سونی گود بھر گئی ہے۔ میری ازدواجی زندگی آج مجھے بے حد مکمل و آسودہ محسوس ہو رہی ہے۔۔۔

http://paksociety.com

میرا بیٹا جس کا میں نے رامش لودھی نام رکھا ہے میرے لئے خوشی کی بہار بن کر آیا ہے زندگی یکدم بہت حسین لگنے لگی ہے۔"

1995-08-11

"بیٹیاں تو رحمت ہوتی ہیں اور آج میرے گھر اللہ کی رحمت نے جنم لیا ہے، رامش کے بعد میرے آنگن میں امل، خوشی بن کر چلی آئی ہے مگر میں بیٹی کی پیدائش سے بے حد خوفزدہ ہوں جو کچھ ماضی میں مجھ پر بیتا طویل سالوں میں، میں بھول نہیں پائی، ایسے میں بیٹی کی پیدائش مجھے خوف کے ایک نئے جہان میں لے گئی ہے۔"

2002-03-21

"زاہد خان! آج مال میں آن ٹکرایا۔۔۔ وہ مجھ سے معافی کا خواستگار ہے۔۔۔ وہ مجھ سے بہت شرمندہ ہے۔۔۔ اس کی آنکھوں میں ندامت کے ذرا پرے جو احساس میں محسوس کر آئی ہوں۔۔۔ اس کے بعد میں زاہد خان کو معاف نہیں کر سکتی۔۔۔ میں ڈرتی ہوں جو شخص دل میں محبت لیے۔۔۔ ندامت کے باعث اظہار سے قاصر ہے۔۔۔ کہیں معافی ملنے کے بعد۔۔۔ ندامت کے خاتمہ پر۔۔۔ محبت کا اظہار نہ کرنے لگے۔۔۔ اس لیے میں طویل برسوں بعد بھی زاہد خان کو معافی کا عندیہ دیئے بنا۔۔۔ ندامت و شرمندگی کی آگ میں جھلستا چھوڑ آئی ہوں۔۔۔ کیونکہ اُس شخص کے برا چاہنے سے تو میرا برا نہیں ہوا۔۔۔ مگر اس کے اچھا چاہنے سے میرا بُرا ضرور ہو گا۔۔۔ جیسے عائزہ کو مجھے غائب کرنے کے لیے ایک طلسم کی تلاش ہے۔۔۔ یہی خواہش مہ رُخ کا مقدر بھی بن جائے گی۔۔۔ اور میں نہیں چاہوں گی کہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر مہ رخ ایسی کوئی خواہش کرے۔۔۔"

2016-09-23

"میری بیٹی امل کو زاہد خان کے بیٹے سے محبت ہو گئی ہے۔۔۔ کنول خان اپنے پوتے کا رشتہ لے کر آئی تھیں۔۔۔ میں نے رشتہ سے صاف انکار کر دیا ہے۔۔۔ میں زندگی کے اس موڑ پر جہاں زندگی کب ختم ہو جائے۔۔۔ اپنا بھرم نہیں ٹوٹنے دے سکتی۔۔۔ زاہد خان جس نے مجھے نفرت کرنا سکھایا۔۔۔ جس کے مطالبہ کی گونج آج بھی مجھے سوتے سے جگا دیتی ہے۔۔۔ اس شخص سے میں کوئی نیا رشتہ نہیں باندھ سکتی۔۔۔ کبھی نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔ امل کی زاہد خان کے بیٹے سے کسی صورت شادی نہیں ہو گی۔۔۔"

2016-10-24

"ایسا لگتا ہے جیسے سب کچھ ختم ہو گیا۔۔۔ مجھے عبید سے ایسی توقع نہیں تھی کہ وہ امل کو کڈنیپ کر کے اس سے زبردستی نکاح پڑھوا لے گا۔۔۔ وہ ایسا امل کی محبت میں کرتا۔۔۔ تو دل کو ایک ڈھارس رہتی۔۔۔ لیکن عبید نے یہ انتہائی قدم، امل کی محبت میں نہیں، باپ کو سب کی نظروں میں سرخرو کرنے کو اٹھایا ہے۔۔۔ اس نے اپنے باپ کی حمایت کرتے۔۔۔ اُسے مظلوم ثابت کرتے مجھے ہر ایک کی نگاہ سے گرا دیا۔۔۔ جس بات پر برسوں سے پردہ پڑا تھا اُسے سب کے سامنے عیاں کر کے میرے بھرم۔۔۔

http://paksociety.com

میرے وقار۔۔۔ میری نسوانی انا کو برہنہ کر دیا۔۔۔ میں مہ رخ سے۔۔۔ اپنی بیٹی امل سے نگاہ تک ملانے کے قابل نہیں رہی۔۔۔"

امل لودھی کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔۔۔ اُس نے کانپتے ہاتھوں سے نیلی جلد والی ڈائری کو واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا تھا۔۔۔ وہ جو ماں سے ہی بدگمان ہونے لگی تھی۔۔۔ ماں کی ڈائری پڑھ کر اُسے اپنی ماں پر فخر ہونے لگا تھا۔۔۔ اور اپنی سوچ پر تاسف۔۔۔ کہ عبید کی غیر مبہم باتیں تو وہ سمجھ ہی نہیں پائی تھی۔۔۔ ماں سے بدگمان ہوتی۔۔۔ ماں سے تفصیل پوچھ رہی تھی۔۔۔ ایشل لودھی نے اپنی صفائی میں ایک لفظ نہیں کہا تھا اور کوثر لودھی نے پوتی سے کہا تھا کہ وہ اگر اپنی ماں کا ماضی جاننا چاہتی ہے۔۔۔ تمام تر ان اذیتوں سے واقف ہونا چاہتی ہے جس سے اس کی ماں گزری تو وہ اپنی ماں کی ڈائری ضرور پڑھے۔۔۔ امل کا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا مگر جب ایشل لودھی ہارٹ اٹیک کے باعث ہاسپٹلائزڈ ہوئی تو وہ ماں کی ڈائری پڑھنے پر مجبور ہو گئی تھی۔۔۔ ایشل گیارہ گھنٹہ زندگی موت کی کشمکش میں ہاسپٹل کے بستر پر پڑی تھی۔۔۔ اور وہ ماں کی ڈائری پڑھتی۔۔۔ شدتوں سے رو رہی تھی۔۔۔

"میری مما! نے تمام عمر کیسی اذیت جھیلی۔۔۔ رشتوں کی بقا کے لیے پاپا کا ظلم برداشت کیا۔۔۔ مہ رخ آنٹی کو اذیت سے بچانے کے لیے کبھی زاہد انکل کی اصلیت سامنے نہ آنے دی۔۔۔ اور میں اپنی مما سے ہی بدگمان ہو گئی تھی۔۔۔" وہ بری طرح بلک رہی تھی۔۔۔ اسی وقت رامث وہاں چلا آیا تھا۔

"امل! مما کو ہوش آ گیا ہے۔۔۔ وہ اب خطرے سے باہر ہیں۔۔۔" وہ بھائی کو خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ رامث نے اُسے کاندھے سے لگا لیا تھا۔

"میں تمہیں لے جانے آیا ہوں، مما تمہیں بلا رہی ہیں۔۔۔" رامث نے بہن کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔ ایشل کو جیسے ہی ہوش آیا تھا اس نے سب سے پہلے امل کی تلاش میں نظر دوڑائی تھی۔

"امل! کہاں ہے۔۔۔" اس کے لب ہلے تھے۔

"مما! امل بہت رو رہی تھی، آپ کی طبیعت کو لیکر بہت پریشان تھی اس لیے دادو تائی نے اُسے گھر بھیج دیا تھا۔" رامث ماں کا ہاتھ تھام کر بولا تھا۔

"امل! کو لے کر آ جاؤ رامث!" ایشل نحیف لہجہ میں بولی تھی اور رامث، بہن کو لینے گھر چلا آیا تھا۔ امل اُسے ماں کے کمرے میں بہت روتی ہوئی ملی تھی۔

"آپ چلیں۔۔۔ میں فریش ہو کر آتی ہوں۔" وہ دھیمے لہجہ میں بولی تھی اور رامث اُسے جلدی آنے کا کہتا باہر نکل گیا تھا۔ اس نے ماں کی ڈائری اٹھائی تھی اور چند سطور لکھ کر اُس نے ڈائری بند کر دی تھی۔

2016-10-26

"ایشل لودھی دنیا کی سب سے اچھی عورت ہے۔۔۔ جس نے قفس میں رہ کر بھی اپنی پہچان، اپنی نسوانی انا کے بھرم کو

http://paksociety.com

سلامت رکھا۔۔۔ اور مجھے ایک باوقار عورت کی بیٹی ہونے پر فخر ہے۔۔۔ جس نے چادر اور چار دیواری کے لیے قفس میں پڑے ایک بے بس، پنچھی کی مانند زندگی گزاری۔۔۔ اور اس زندگی نے میرے لیے آسانیاں فراہم کیں۔۔۔ میرا سکون، میری عزت، میرا وقار میری ماں کی قربانیوں کے دم سے قائم ہے۔۔۔ اور میری خواہش ہے کہ یہ مان تاحیات سلامت رہے۔۔۔ مما! آپ کی بیٹی امل کو آپ پر فخر ہے۔۔۔ آئی لو یو مما! آپ کی بیٹی آپ سے بہت محبت کرتی ہے۔۔۔"

آپ کی بیٹی امل

وہ ہاسپٹل جاتے ہوئے بہت پُرسکون و مطمئن تھی۔۔۔ اُسے پتہ تھا کہ جب اُس کی مما گھر آئیں گی۔۔۔ اور عادت کے مطابق جب ڈائری لکھنے بیٹھیں گی تو وہ اس کا "نوٹ" پڑھ کر بہت خوش ہو جائیں گی۔۔۔ امل اپنی سوچ پر دلکشی سے مسکرادی تھی۔

☆☆☆☆☆

"ایشل! تو نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں تجھ سے نفرت کروں گی؟" وہ ہاسپٹل سے آگئی تھی مگر ڈاکٹرز اس کی جانب سے مطمئن نہ تھے۔ کوثر لودھی نہیں چاہتی تھیں کہ ان کی بھتیجی جس کو انھوں نے اتنے ناز و نعم سے پالا، جس کی خوشیوں کے لیے دعا گو رہی تھیں۔ جس کو تکلیف میں دیکھ کر اس کی تمام تر تکلیفیں رفع ہو جانے کی دعائیں کرتی تھیں وہ نا آسودہ، تشنۂ خواہشات اور ادھوری محبتوں کا احساس لے کر اس دنیا سے چلی جائے اس لیے انھوں نے سب کو جمع کر کے جتنا بتا سکتی تھیں، بدگمانیاں دور کر سکتی تھیں کرنے کی کوشش کر ڈالی تھی اور کوثر لودھی کے سامنے تو مہ رخ ایک لفظ نہ بولی تھی مگر اگلے دن جب ایشل ڈسچارج ہو کر گھر آئی تو وہ اس سے ملنے چلی آئی تھی اور وہ مہ رخ کو دیکھ کر اس کے سینے سے لگ کر اتنا روئی تھی کہ مہ رخ بھی آنسو بن کر رہ گئی تھی۔ اور ایشل کو چپ کروا کر وہ خود روتے ہوئے بول رہی تھی۔

"میں تجھ سے نفرت جب کرتی ناجب میں تجھے جانتی نہ ہوتی۔ تیری سوچ، تیرے عمل، تیری محبت، تیرے کردار، تیری ہر ایک بات پر مجھے خود سے بڑھ کر اپنی ذات سے بڑھ کر، تیری ذات پر مان تھا۔ تو میں کیوں تجھ سے نفرت کرتی؟" مہ رخ نہایت دھیمے لہجے میں بولی تھی۔

"حارث اور عائزہ جب مجھ سے نفرت کر سکتے تھے تو تم کیوں نہیں؟"

"میں اس لیے نہیں کہ میں تم سے کبھی بدگمان نہیں ہوئی۔ اعتبار تھا تم پر، تمہاری دوستی پر مگر تم نے دو دوستوں کی بے اعتباری کے سبب میری ہی دوستی کو بے اعتبار کر دیا۔ وگرنہ اگر تم شادی کے بعد بھی مجھے سب کچھ بتا دیتیں تو باخدا میں تمہاری دوستی، تمہارے مان اور تمہارے وقار کی خاطر اپنی محبت، اپنے رشتے سے دستبردار ہو جاتی۔ تمہارے لیے زید کو چھوڑ دیتی۔" وہ مہ رخ کو بے یقینی سے تک رہی تھی۔

http://paksociety.com

"یہ محض بات برائے بات یا دعوی نہیں ہے ایشل! میں تمہاری دوستی، تمہارے مان کے لیے ایسا کر گزرتی کہ تمھیں میں ایک بات بتاؤں، زید سے شادی شدہ زندگی کے طویل سالوں میں میری ایک لڑائی نہیں ہوئی میں ان سے کبھی نہیں لڑی، نہ خفا ہوئی۔ مگر جب جب میں نے تمھارا ذکر کیا اور انھوں نے اس موضوع سے مجھے ہٹانا چاہا، تمہارے ذکر سے فرار چاہی میں نے انہیں فرار تو اختیار کرنے دی مگر ان سے ناراض ہو گئی، جب جب وہ تمہارے ذکر سے بھاگتے، مجھے روکتے، ٹوکتے ہمارے درمیان فاصلے آ جاتے، میں ان کے گریز کا سبب تو نہیں جانتی تھی مگر وہ مجھے اس وقت بہت برے لگتے تھے کہ میں جب ان کے ہر رشتے کو خلوص اور پیار سے نبھا رہی ہوں تو انھیں بھی چاہئے ناں کے وہ بھی میرے رشتوں کو عزت اور مان دیں مجھے تمھارا مان ہمیشہ سے عزیز تھا۔ زید نے جو کیا وہ میں نہیں جانتی تھی ورنہ آگے بڑھکر تم سے معافی مانگتی۔ تم نے صرف میری نفرت کے ڈر سے گریز کی راہ اپنائی۔ جبکہ وہ بات میرے علم میں ہوتی یا مجھے یہ خبر ہوتی کہ زید کو تم سے محبت ہے تو بھی میں تم سے نفرت نہ کرتی کہ میں جانتی تھی کہ ایشل لودھی کی سوچوں اور خیالات میں صرف ایک شخص کا بسیرا ہے اور تم سے اس بات کے لیے کیسے نفرت کر سکتی تھی جس میں تمھارا کوئی ہاتھ نہ تھا کہ اس طرح نفرت ہوتی تو تم نے کیوں نہ عائزہ سے نفرت کر لی؟ کہ اس طرح نفرت ہوتی تو تم نے کیوں نہ مجھے سے زاہد مراد خان کی بیوی سے نفرت کر لی؟ اس طرح نفرت نہیں ہوتی ایشل!" وہ رو رہی تھی اور ایشل کو یقین دلانا چاہتی تھی کہ وہ ساری حقیقت جان کر بھی اس سے نفرت نہیں کرتی۔

"مجھے معاف کر دو، دو دوستوں نے بے اعتبار کیا تو تم سے ہر ایک راہ ہی الگ کر لی۔ گناہ گار ہوں میں تمہاری مگر یقین رکھو میں تم سے، عائزہ سے اور حارث سے اپنے تینوں دوستوں سے بے تحاشہ محبت کرتی ہوں۔ تم تینوں کی ضرورت میں نے بہت محسوس کی۔ تم تینوں کے نہ ہونے اور ہونے کے باوجود بھی میں بہت اکیلی پڑ گئی۔ تم لوگوں کے ساتھ کی بہت ضرورت تھی۔ کسی نے مجھے چھوڑ دیا، کسی کو میں نے چھوڑ دیا مگر تنہائی کا عذاب بھی سہا، اذیتوں سے بھی تو گزری، میں تو اندھیرے سے سے ڈر جاتی تھی، میری پوری زندگی اندھیر ہو گئی۔" ایشل بری طرح رو رہی تھی۔ مہ رخ اسے تسلی دلاسے دینے کے ساتھ ساتھ اس سے شکوے شکایات بھی کر رہی تھی کہ دروازہ کھلا اور عائزہ کو دیکھ کر ایشل بے انتہا حیران رہ گئی تھی۔ رونے دھونے کے سلسلے کے بعد شکوے شکایات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ایشل کے بول چکنے کے بعد وہ اس کا ہاتھ تھام کر کہنے لگی تھی۔

"میں نے بچپن سے ہی تمھیں رشک کی نگاہ سے دیکھا۔ اور میرا یہ رشک اس وقت حسد میں بدل جاتا تھا جب بڑی مامی تم پر تو محبتیں نچھاور کرتیں اور مجھے کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔ جب جب میں تمھیں بڑی مامی سے چاہت سمیٹتے دیکھتی مجھے اپنے اندر خالی پن اور تشنگیاں سی اترتی محسوس ہوتیں۔ میں تمہاری طرح بڑی مامی کی نگاہوں میں آنا چاہتی تھی۔ ان کی محبت پانا چاہتی تھی مگر ایسا کبھی ممکن نہ ہو سکا۔ جب مجھے حارث سے محبت ہوئی مجھے بہت ڈر لگتا تھا میرے اندر یہ خوف کنڈلی مارے بیٹھا تھا کہ بڑی مامی مجھے اپنی بہو نہیں بنائیں گی۔ مگر حارث سے محبت کے لیے میں اپنے دل کو بہت مجبور پاتی تھی اور جب تم نے کہا کہ تم بڑی مامی کو منالو گی تو

http://paksociety.com

حارث تو مطمئن ہو گیا مگر مجھے یہ بات اچھی نہ لگی لیکن ذہن اور دل کے کسی کونے میں یہ بات ضرور جگہ بنا گئی تھی کہ تم انہیں ضرور منالو گی اور تم نے انھیں منالیا تھا یہ بات جان کر لیکن مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی۔ اور آج میں یہ اعتراف کرتی ہوں کہ بڑی مامی کے مان جانے کے باوجود میں نے ضد میں آ کے شادی کی کہ بڑی مامی نے میری اور میری مما کی بہت انسلٹ کی تھی اور ان کی کہی بات میرے ذہن سے چپک گئی تھی کہ وہ صرف تمھیں بہو بنانا چاہتی ہیں۔ رشک، حسد میں بدلا اور حسد نے نفرت کا روپ دھار لیا۔ خزائن تم سے محبت کرتے ہیں یہ بس میرا وہم تھا اس بات کا یقین تو مجھے آج تک نہ ملا مگر میں تم سے نفرت کرتی رہی۔ بڑی مامی کی تم سے محبت نے مجھے تم سے نفرت پر مجبور کر دیا۔ حارث کو نہ پا سکنے کی کسک نے مجھے تم سے نفرت پر مجبور کر دیا۔ اپنے شوہر کی بٹی سی توجہ نے مجھے تم سے نفرت پر مجبور کر دیا۔ تمام تر نفرتیں پال لینے کے باوجود میں نے تمہاری، اپنی دوست ایشل لودھی کی کمی بہت محسوس کی۔ تمھیں اپنے ہاتھ سے کھو دینے کے بعد میں نے تمہاری اور تمہاری دوستی کی ضرورت اور کمی بے حد محسوس کی۔" عائزہ اس کے ہاتھوں پر سر رکھے رو رہی تھی۔

"میں نے اپنی دوست ایشل سے کبھی نفرت نہیں کی میں نے بس کوثر لودھی کی بھتیجی ایشا سے نفرت کی، میں نے حارث لودھی کا نصیب بن جانے والی ایشل حارث لودھی سے نفرت کی۔ میں نے خزائن رانا کے دل میں بسی ایشل لودھی سے نفرت کی۔ لیکن میں نے اپنی دوست ایشو! سے کبھی نفرت نہیں کی۔" وہ ایشل کے سینے سے لگی خود بھی رو رہی تھی اور ان دونوں کو بھی رو لا رہی تھی، مگر آنسوؤں میں سالوں کی نفرت، کدورت بد گمانی، ڈر اور خوف بہہ گئے تھے، مطلع صاف ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟" وہ کافی دیر سے اس کی نگاہیں خود پر محسوس کرتی بالآخر پوچھ ہی بیٹھی تھی۔

"تمہارے چہرے پر بکھری خوشی اور مسرت دیکھ رہا ہوں تمہیں اتنا خوش اور مطمئن کئی برس بعد دیکھا ہے۔" وہ لگی لپٹی کے بغیر بولا تھا اور وہ دھیمے سے ہنس دی تھی۔ اس کی ہنسی کی جلترنگ اور ترنم آج برسوں پرانا تھا جو اِک سرشاری کو ظاہر کر رہا تھا۔

"ہاں! آج میں بہت خوش ہوں۔ آج برسوں بعد میں نے اپنی ذات کو پالیا ہے، اپنے کھوئے دوستوں کو پالیا ہے۔" وہ ایک بار پھر ہنس دی تھی۔

"دوست تو کبھی میں بھی تھا تمھارا۔" اسے یہ کہتے ہوئے خود پر ندامت ہونے لگی تھی۔

"ہاں تم تھے کہ تم تو مرد تھے ناں، تم سے دوستی میں تو کبھی نہ کبھی ساتھ مجبوری میں ہی چھوڑ جانا تھا، تمھاری دوستی کو کھونے کا دکھ اتنا نہ تھا جتنا عائزہ اور مہ رخ کی دوستی کھو دینے کا ملال تھا، اس لیے ان دونوں کو پا کر آج ایشل لودھی بہت خوش ہے۔" وہ سکون سے بولتی اس کا سکون درہم برہم کر گئی تھی۔

"ہاں! تم جو کہہ رہی ہو وہ درست ہی ہے کہ دوستی صنف کی محتاج نہ ہو کر بھی ہوتی ہے۔ مرد اور عورت کی نہیں اصل

http://paksociety.com

دوستی عورت کی عورت سے اور مرد کی مرد سے ہوتی ہے کہ ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں اس کی اقدار اور روایات ہمیں قدم قدم پر باؤنڈ کرتی رہتی ہیں۔ مگر میں تم سے آج ایک اعتراف کرنا چاہتا ہوں کہ میری زندگی میں صرف دو دوست تھے ایک زاہد خان اور دوسری ایشل ابراہیم لودھی!زاہد خان کی دوستی تو وقت کی بے رحم چال کی نظر کبھی نہ ہوئی اور ایشل ابراہیم کی دوستی کو میں نے اپنے ہاتھوں سے کھو دیا۔" وہ اب اسے دیکھنے لگی تھی وہ دکھی نظر آنے لگا تھا کہ ایسا تو برے سے برے حالات اور آزمائش میں بھی نہ ہوا تھا کہ حارث لودھی غمگین ہو اور ایشل لودھی مسکرائی بھی ہو۔وہ اپنی ہر ایک خوشی لمحہ میں بھولتی اس کے دکھ میں گھرنے لگی تھی۔

"تم میری دوست تھیں بہت اچھی دوست، مگر میں تم سے محبت کرنے کے ساتھ ساتھ ساری زندگی تم سے خائف بھی رہا۔تم میری دوست تھیں تو مجھے عزیز تھیں جب میں صرف کزن کی حیثیت سے تمھیں دیکھتا خاص اس نظر سے جس سے تم مجھے اپنی ماں کے قریب خود مجھ سے زیادہ نظر آتی تھیں تو مجھے تم سے چڑ ہونے لگتی تھی۔میرا پہلا عشق "میری ماں" ہیں۔میں ان سے بے تحاشہ محبت کرتا ہوں اور مجھے ہمیشہ یہی لگا کہ وہ مجھ سے زیادہ تم سے محبت کرتی ہیں۔میں بیک وقت تم سے محبت بھی کرتا اور نفرت بھی۔تم مجھے اچھی بھی لگتیں اور بہت بری بھی۔اور میں اپنی کشمکش مگر کبھی کسی سے نہ کہہ سکا۔" وہ حیرانگی سے اس کو دیکھ رہی تھی۔

"اور یہ کشمکش ان دنوں ختم ہو گئی جب میں لندن گیا تھا کہ تم ان چار سالوں میں تم مجھے عزیز تر ہو گئی تھیں یہ بھی بھول گیا تھا کہ میں تمہارے وجود سے خائف رہا کرتا تھا۔لیکن جب لوٹا تو کشمکش کا پھر سے آغاز ہو گیا کہ مجھے لگتا تھا کہ میری ماں کی نگاہ میں تم مجھ سے زیادہ سمائی ہو۔بچپن میں اکثر مما مجھے تمہاری وجہ سے ڈانٹ دیتی تھیں۔اب بھی وہ ہمیشہ تمہاری سائیڈ ہی لیتی تھیں۔جب مما نے اپنی خواہش کا میرے سامنے پہلی دفعہ اظہار کیا تھا تو مجھے بالکل بھی حیرانی نہیں ہوئی تھی کہ مما کی خواہش سے میں بہت پہلے ہی آگاہ ہو چکا تھا کہ جب میں لندن جا رہا تھا پاپا نے مجھ سے کہا تھا کہ میں وہاں جا کر کچھ غلط نہ کروں کسی لڑکی کے چکر میں نہ پڑوں کہ مما کی خواہش تمہیں میری دلھن بنانے کی ہے اور میں اسی لمحے مما کی خواہش کے ساتھ بندھ گیا تھا۔" وہ بے یقین رہ گئی تھی اسے اپنی سماعتوں پر شک ہونے لگا تھا مگر وہ کہہ رہا تھا۔

"تمہیں چار سال نئے احساس وجذبات کے ساتھ سوچنا بڑا دلکش تھا،تم مما کی خواہش کے ساتھ میرے دل میں اتر گئی تھیں۔" اس نے بت بنی ایشل کو دیکھا تھا۔وہ اس سے زیادہ اس کی بے یقینی کا تصور کئے ہوئے تھا۔

"وہاں چار سال تمہارے خیالوں میں ہی کب گزرے پتہ ہی نہیں چلا تھا۔اور تمہیں ہاشم کی ویڈنگ کی شام یاد ہے اس دن تم نے میری پسند کا میرا دلایا ہوا لباس پہنا ہوا تھا اور تم بہت حسین لگ رہی تھیں،میرے دل میں اتری جا رہی تھیں اور اس دن میں نے تمہاری آنکھوں میں اپنے لیے چاہ دیکھی تھی،میرے لبوں سے اپنے لیے توصیفی کلمات سننے کی چاہ دیکھی تھی اور میں نے تمہیں

http://paksociety.com

ستانے کو تمہاری تعریف نہیں کی تھی اور جب میں نے تمہارے سامنے عائزہ کی تعریف کی تھی تو تمہاری آنکھوں کی حدت ماند پڑتی حسد سمیٹ لائی تھی، میں دل ہی دل میں تمہاری بے وقوفی پر بہت ہنسا تھا اور اس کے بعد ہی میں جان کر تمہارے سامنے عائزہ کو اہمیت دینے لگا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میرا ایکدم بدلا رویہ عائزہ کے جذبات بدل دے گا۔ وہ مجھ سے محبت کرنے لگے گی۔" وہ ان لمحوں کو سوچتی تکلیف میں گھرنے لگی تھی۔

"مجھے پتہ تو جب چلا جب میں نے عائزہ کو اپنے دل کی داستان فائزہ کو سناتے سن لیا تھا اور میں اس کی غلط فہمی دور کرنے کا ان دنوں سوچ رہا تھا، لیکن مما کی تمہارے لیے محبت مجھے خائف کرنے لگی تھی اور تب میں نے ایک پلان سوچا تھا مما کی محبت آزمانے کے لیے، میں دیکھنا چاہتا تھا کہ میری اور اور تمہاری خوشی کی بات ہو گی، میری اور تمہاری مرضی کی بات ہو گی تو مما کس کا ساتھ دیں گی؟" وہ اب بھی بے یقین تھی مگر متجسس ہو چکی تھی۔

"اور مما کی آزمائش کے لیے میں نے عائزہ کے جذبات کی بھی پرواہ نہ کی، اس وقت مجھے بس ایک ہی لگن تھی کہ کیسے بھی جان لوں کہ مما تم سے زیادہ محبت کرتی ہیں؟ یا میں ان کا سگا اکلوتا بیٹا ان کے لیے اہم ہوں؟ بس اسی لیے جب ہاشم کی شادی کے بعد لندن گیا تھا تو عائزہ سے رابطے میں تھا ہمارے درمیان محبت زیرِ بحث کبھی نہ آئی تھی نہ ہی میں نے اس سے کبھی کہا تھا کہ مجھے تم سے محبت ہے کہ ایسا تو تھا ہی نہیں۔ پھر عائزہ کی طرف سے مجھے خطوط اور کارڈز ملنے لگے تھے اور جواباً کئی ایک کارڈز میں نے بھی عائزہ کو بھیجے تھے۔ میرا لاسٹ ایئر تھا۔ تب پاپا نے کہا تھا کہ مما ہماری منگنی باقاعدہ اناؤنس کر دینا چاہتی ہیں تب میں نے پاپا کو ٹھہرنے کا کہا تھا اور محبت نہ ہونے کے باوجود میں نے عائزہ سے محبت کا اظہار کیا تھا اور اس کی طرف سے مثبت جواب ہی ملا تھا اور میں پاکستان آ گیا تھا اور منتظر تھا کہ مما کب ہماری شادی کی بات کرتی ہیں؟ اور جب مما نے بات کی تب میں نے مما کے سامنے تمہارے لیے صاف انکار کر کے عائزہ کا نام ان کے سامنے رکھا تھا اور مما تو شاکڈ رہ گئی تھیں اور اس دن مما نے مجھے بے نقط سنائی تھیں مگر مما نے میرے برا ماننے اور انکار کی ذرا پرواہ نہ کی تھی اور صاف کہہ دیا تھا کہ میری شادی صرف تم سے ہی ہو گی۔ اور مما سے میں نے بعد میں بات کرنے کی کوشش کی تو وہ نہیں مانیں اور مجھ سے کلام تک کرنا چھوڑ دیا اور پھپھو کے ہاں جا کر پھپھو اور عائزہ کی بہت انسلٹ کی اور جب مجھے عائزہ نے بتایا تب میں نے سوچ لیا تھا کہ میں مما کو ان کے برے رویے کا احساس دلاؤں گا مگر اس کی نوبت نہ آ سکی کہ تم بھی یہ سمجھنے لگی تھیں کہ میں عائزہ سے محبت کرتا ہوں اور تم نے مما کو منانے کی بات کی تھی۔ میں تمہاری ڈائری پڑھ چکا تھا اور تمہارے دل کی داستان تمہاری آنکھوں میں پڑھ لینے کے بعد لفظوں کی داستان مجھے سکون دے گئی تھی۔ لیکن مما کی نگاہ میں اپنا اور تمہارا مقام جانچنے کی چاہ نے مجھے خود غرض تو بنا ہی دیا تھا جب ہی تو میں نے عائزہ کے جذبات کی پرواہ نہ کی تھی۔ اب بے حس بھی کر دیا تھا کہ میں نے مما سے بات کرنے کی صرف اس لیے اجازت دی تھی کہ مجھے لگتا نہیں تھا یقین تھا کہ مما تمہیں انکار کر دیں گی مگر میرا یقین ٹوٹ گیا تھا اور اس دن مجھے یقین ہو گیا تھا کہ مما مجھ سے زیادہ تم سے محبت کرتی ہیں کہ مما نے میری کسی ریکویسٹ کو درخورِ

http://paksociety.com

اعتنا نہیں جانا تھا، مجھے میری خوشیوں کا واسطہ دے دینے کے باوجود انھوں نے صاف انکار کر دیا تھا اور تمہارے کہنے پر وہ اپنی خواہش سے بھی دستبردار ہو گئی تھیں۔ انھوں نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ تمہیں زیادہ چاہتی ہیں اور اس احساس کے پاتے ہی رنجش اور کشمکش نفرت میں ڈھل گئی تھی۔ مجھے جیسے ہی احساس ہوا کہ مما تم سے زیادہ محبت کرتی ہیں میں نے اپنی مما کو کھو دیا تھا اور اسی دن میں نے اپنی بچپن کی دوست ایشل لودھی کو بھی کھو دیا تھا۔ میں اس دن بہت رویا تھا۔ اپنی محبت، اپنی دوست کھونے کی وجہ سے اور سب سے بڑھ کر اپنی ماں کو کھونے کی وجہ سے۔ تم سے نفرت ہونے لگی تھی جس نے مجھے میری ماں سے دور کرتے کرتے، چھین لیا تھا اور اس دن مما کی چاہت اور ان کی مکمل توجہ پانے کی چاہت رکھنے والے ان کے بیٹے نے خود سے عہد کیا تھا کہ وہ تم سے اپنی ماں کو اور ان کی چاہت کو چھین لے گا۔ اسی لیے تم سے میرا رویہ چینج ہو گیا تھا اور میں نے سوچا تھا کہ شادی کروں گا تو صرف عائزہ سے ہی مگر ایسا قسمت میں نہ تھا۔ اور عائزہ کی کہی بات میرے دل میں ترازو ہو گئی تھی کہ میں اپنی ماں کو نہیں منا سکا کہ مجھ سے اچھی تو تم تھیں جس نے اپنی تائی اماں کو منا لیا تھا۔ اور وہ ایک ایسے شخص سے شادی چاہے بھی تو نہیں کر سکتی جو اس کا وجود اپنی ماں کی نگاہوں میں نہیں منوا سکا اس لیے وہ آئندہ کیا امید رکھے گی؟ اور یہ بات عائزہ کی مجھے درست ہی لگی تھی اور میں مما سے بے حد بدگمان ہو گیا تھا جو اس وقت زیادہ بڑھی تھی جب مما نے تمھارا نام میرے سامنے دوبارہ لیا تھا اور میں نے بدلے جذبات کے باوجود تم سے شادی کی حامی صرف انتقام کی چاہ میں بھری تھی مگر تم نے انکار کر دیا تھا اور اس دن تو میں بالکل ٹوٹ کر بکھر گیا تھا جب تمہارے انکار کی وجہ سے مما ہسپتال میں جا پہنچی تھیں۔ یعنی انہیں میرے نہیں تمہارے انکار نے دکھ پہنچایا تھا کہ دکھ تو کسی چاہنے والے کی ہی کسی بات سے پہنچ سکتا ہے اور مما کے دکھ کا باعث تمھارا انکار تھا کہ انہیں تم سے ایسی توقع نہ تھی۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ رہی تھی کہ نفرتیں ہی نہیں کچھ محبتیں بھی بہت اذیت ناک ہوتی ہیں۔

"اور اس دن میں نے سوچ لیا تھا کہ میں تم سے شادی کروں گا اور تم کو اتنی ہی اذیت دوں گا جتنی تمہاری وجہ سے میرا مقدر بنی تھی۔ اسی لیے میں تمھیں شادی کی رات "محبت کدہ" میں لے گیا تھا اور اسے عائزہ کی پسند اور اس کی محبت سے منسوب کر دیا جبکہ وہ تو میں نے اس کے مالک کو دوگنی قیمت دے کر خریدا تھا وہ گھر اس شخص نے کیوں اور اس کی پسند سے تعمیر کروایا تھا اس میں چیزیں اور ضرورت کا سامان کس کی پسند کا تھا اس کی مجھے کوئی خبر نہ تھی۔ مگر میں نے جھوٹ کا سہارا لیا تھا اور تمہیں کھلے آسمان تلے چھوڑ کے نرم بستر پر سو گیا تھا مگر میری نیند کتنی ڈسٹرب تھی اس کا ادراک صرف مجھے ہی تھا۔ میں تمہاری نازک مزاجی اور ڈر سے واقف تھا، جانتا تھا کہ تمھیں بارش اور اندھیرے سے ڈر لگتا ہے مگر میں نے بے حسی طاری کر لی تھی۔ میں اس لڑکی کو سزا دینا چاہتا تھا جو میری مما پر قابض ہو گئی تھی۔ اندھیری، برستی رات تمہارے لیے اس لیے منتخب کی تھی کہ میرے ذہن میں وہ رات تھی جب تم کھیلتے کھیلتے ٹیرس پر پھنس گئی تھیں اور مما سے مجھے اور ہاشم کو ڈانٹ ہی نہیں مار بھی پڑی تھی۔ میں اس مار کا بدلہ لینا چاہتا تھا جس کا درد اس وقت اتنی شدت سے اس وقت تو محسوس نہیں ہوا تھا کہ جب وہ مار پڑی تھی۔ مگر جیسے جیسے اس مار میں تمہارے لیے محبت

http://paksociety.com

محسوس ہوتی تھی وہ مار مجھے اذیت دیتی تھی۔ صبح تمہاری حالت دیکھ کر دل تکلیف سے تو گزرا تھا مگر اپنی تکلیف کا احساس مجھے بے حس کرنے لگا تھا اور میں نے اس وقت جو تم سے کہا اس میں سچائی نہ تھی کہ میں عائزہ سے محبت کبھی کرتا ہی نہ تھا۔ اس بے چاری کو تو میں نے خود غرضی کی بھینٹ چڑھایا تھا تب ہی تو جب زاہد خان نے مجھے بدلے کے لیے اکسایا تھا تو میں نے اسے فون کیا تھا مگر جو اس سے کہا تھا اس پر عمل نہ کر سکا تھا کہ اس بے چاری کے ساتھ تو میں پہلے ہی بہت برا کر چکا تھا۔" وہ اپنی تمام خود غرضیاں سوچ کر نادم ہو رہا تھا۔

"تمھاری نازک مزاجی سے واقف تھا اس لیے میں نے سوچا تھا کہ تم مما کو سب کچھ بتا دو گی اور میں چاہتا تھا کہ تم ایسا کرو۔ لیکن تم نے صبر اور برداشت سے کام لینے کا فیصلہ کیا تھا اور میں نے اسی وقت سوچا تھا کہ میں تمہیں مما کی نظروں سے گرا دوں گا اس لیے میں نے مما کے سامنے تمہارے خلاف باتیں کرنا شروع کیں مگر مما ہمیشہ تمہاری حمایت ہی کرتی تھیں اور جب مما نے ہنی مون پر نہ جانے کے لیے بھی تمہاری سائیڈ لی تو میں نے تمھیں "محبت کدہ" میں لے جانے کا فیصلہ کیا اور تمہیں وہاں لے جا کر اذیت دیتا رہا اس آس میں کہ تم کب سب کو سب کچھ بتاتی ہو؟ لیکن تم ایسا نہیں کر رہی تھیں اسی لیے میں نے چچی کو تمہارے خلاف کرنا شروع کر دیا تھا۔ مما نے جب بھی کال کی وہ پہلے تمہاری خیریت دریافت کرتیں پھر انہیں میرا خیال آتا اور یہ خیال مجھے تمہیں اذیت دینے پر مجبور کرتا۔ تمہارے حوصلے اور صبر پر مجھے حیرت ہو رہی تھی اور مما کا وجدان مجھے ششدر کر دیتا تھا جو ہر دفعہ کہتی تھیں کہ ہم واپس آجائیں ان کا دل ان کی ایشا کے لیے پریشان ہے، وہ اپنی ایشا کو مس کر رہی ہیں اور تمہارے لیے نفرت بڑھ رہی تھی کہ میں نے مما کی کمی مما کے ہوتے ہوئے بھی محسوس کی تھی، انہیں مس کر رہا تھا لیکن انہیں میں یاد نہیں آرہا تھا انہیں صرف ایشا کا خیال تھا اور مما سے بات کر کے تو میرے اندر کا انتقام بڑھ جاتا تھا تو میں تمھیں پہلے سے زیادہ ذلت اور نفرت سے نوازتا کہ تمہاری خاموشی بھی مجھے بے چین کر رہی تھی کہ تم سب کے سامنے حقیقت بیان کر کے خود بھی اذیت سے نکلتیں اور مجھے بھی نکالتیں لیکن تم ایسا نہ کر کے مجھے غصہ دلا رہی تھیں اور میرے انتقام کو ہوا دے رہی تھیں اور جب ہم "محبت کدہ" سے واپس آئے تھے مما نے صاف بات کی تھی مجھ سے اور جب انھوں نے کہا تھا کہ ان کی ایشا انہیں خوش نہیں لگ رہی تو میں لفظ میری ایشا پر بھڑک اٹھا تھا اور میں نے مما سے ایک، ایک بات کہی دی تھی جو میرے حسد اور رقابت پر مبنی تھی میں نے مما سے کہا تھا کہ انہیں میری نہیں ایشل کی پرواہ ہے۔ مجھ سے نہیں ایشل سے محبت ہے۔ اور تب مما نے مجھ سے کہا تھا۔" وہ لحظہ بھر کو رک کر ماں کے الفاظ دہرانے لگا تھا۔

"تم میرے اکلوتے بیٹے ہو۔ میرے دل میں تمہارے لیے چاہت کا ایک جہاں آباد ہے۔ ایشا کو میں نے جنم نہیں دیا مگر اسے بیٹی کہا تو بیٹی سمجھا بھی، وہ مجھے عزیز ہے۔ تم دونوں میری دو آنکھیں ہو۔ ایک آنکھ کی بینائی کمزور ہو تو دوسری پر بھی اثر پڑتا ہے، زندگی میں دھیرے دھیرے اندھیرے آنے لگتے ہیں۔ دونوں آنکھیں یکساں اہم ہوتی ہیں فرق کا تو سوال ہی پیدا نہیں

http://paksociety.com

ہوتا۔ میں نے تم میں اور ایشا میں کبھی کوئی فرق نہیں کیا تو تمہارے ذہن اور دل میں فرق کیوں آیا؟ میں چاہ کر بھی سمجھ نہیں پا رہی کہ مجھے کوئی ایسا لمحہ یاد نہیں آ رہا کہ جب میں نے تم دونوں میں فرق کیا ہو۔ ایشا کو تم سے زیادہ اہمیت دی ہو، عائزہ کے لیے تمہیں انکار کر کے ایشا کے سامنے تمہاری خوشیوں کی حامی اس لیے بھری تھی کہ میں جانتی تھی کہ ایک ایشا ہی تمہیں خوشیاں دے سکتی ہے۔ اپنی ایشا کا خیال کرتی تو کبھی ہاں نہ کرتی مگر میں نے ہاں کی تو صرف تمہاری خوشیوں کے لیے، ایشا کی خوشیوں کے لیے نہیں کہ میں جانتی تھی کہ وہ محبت کے بغیر تو جی سکتی ہے لیکن عزت کے بغیر نہیں اور ایک وہی تھی تو جو تمہیں خوش رکھ سکتی تھی۔ لیکن تم نے اس کی عزت اس کا مان بکھیر دیا اور اس کے لیے میں تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ غلطی تم نے کی ہے سزا بھی تمہیں ہی ملے گی۔ تم ایشا سے اپنے کئے کی معافی مانگو گے۔ اسے عزت سے بیوی بنا کر رکھ سکتے ہو تو ٹھیک ورنہ کوئی فیصلہ کر لو۔" ایک اور بے یقین کر دینے والی بات کے کوثر لودھی نے بیٹے کے کچھ بھی بتائے بناء بھی صرف اپنے محسوسات کی بنیاد پر، بیٹے کی فطرت کو دیکھتے ہوئے علیحدگی کی بات کر ڈالی تھی۔

"مما فیصلے کی بات کر رہی تھیں جو میں لے نہیں سکتا تھا اور نہ ہی معافی کا حوصلہ پا رہا تھا اس لیے ملک چھوڑا تھا۔ اور مما کے کئی بار بلانے پر تو نہ آیا تھا مگر ان کے دودھ نہ بخشنے کی دھمکی پر چلا آیا تھا۔ اور تمھارا فیصلہ اور مما کی نفرت دیکھ میں اس دن ٹوٹ گیا تھا۔ کہ میں نے مما کو مکمل سچائی، اپنی بربریت کی داستان نہیں سنائی تھی۔ وہ مما نے ڈائری میں پڑھی تھی تمہارے لبوں سے سنی تھی۔ مما مجھے نفرت سے دیکھ رہی تھیں میں بکھر گیا تھا کہ جس ماں کی چاہت کے لیے، ہر لحظہ اس کی نگاہ میں رہنے کے لیے، ان کی نگاہوں میں صرف اپنا آپ دیکھنے کے لیے میں خود غرض اور بے حس بن گیا تھا۔ انہی نگاہوں میں افسوس، تاسف اور نفرت سی تھی جو مجھے خود سے نفرت پر مجبور کر رہی تھی اور جتنے دن تم ہاسپٹل میں رہی تھیں مما نے نہ میری طرف دیکھا تھا اور نہ مجھ سے بات کی تھی بس مجھے ڈائریاں پڑھنے کو دے دی تھی۔ میں نے مما سے معافی بھی مانگی تھی اور انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ تب تک مجھے معاف نہیں کریں گی جب تک تم مجھے معاف نہ کر دو اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی مما سے بد گمان ہو گیا تھا۔ وہ اپنے لیئے میرے احساسات، میری محبت کی شدت کیوں محسوس نہیں کر رہی تھیں؟ وہ ہر چیز کو، میری ہر خوشی کو کیوں تم سے مشروط کر دیتی تھیں؟ پھر جب تم ہاسپٹل سے آئیں تو میں ڈائری تو پڑھ ہی چکا تھا نادم تھا اظہار کر نہیں پایا مگر سب کچھ تبدیل ہوتا گیا اور ہماری لائف بھی سیٹ ہو گئی مگر سچ کہوں نہ ایشل تو میں تمہارے وجود سے میں آج بھی خائف رہتا ہوں۔ مما سے میں آج بھی بد گمان ہوں مجھے آج بھی لگتا ہے کہ مما مجھے تم سے زیادہ چاہتی ہیں اور اسی وجہ سے میں کبھی بھی تم سے اپنی محبت کا اعتراف نہ کر سکا۔ کبھی یہ نہ کہہ سکا کہ حارث لودھی نے کبھی کسی سے محبت کی ہے تو وہ ہے ایشل لودھی! اور یہ اعتراف بھی میں نے مما کی محبت کی شدت کی وجہ سے نہیں کیا کہ، مما کچھ بھی کہیں، حقیقت کچھ بھی ہو مجھے تمھارا وجود ہر اسوقت میری تمام تر محبتوں کے باوجود برا لگتا ہے جب میں تمھیں مما کے آس پاس دیکھتا ہوں، اُن کی محبت کی، اُن کی نگاہ کے حصار میں دیکھتا ہوں۔ میں نے ایشل ابراہیم سے

http://paksociety.com

نہیں، اپنی دوست ایشل سے نہیں، اپنی محبت ایشل سے نہیں صرف اس لڑکی سے نفرت کی ہے جو میری ماں کی نگاہوں میں ہمیشہ مجھ سے زیادہ رہی ہے۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں لیکن میری ماں جو تم سے محبت کرتی ہے ناں، تو اس محبت سے میں نفرت کرتا ہوں۔ کیوں کہ مجھے اپنی ماں سے شدید محبت ہے اور ان کی نگاہوں میں صرف اپنے آپ کو سمائے دیکھنے کی شدت سے آرزو ہے، مگر میں جانتا ہوں کہ ایسا ممکن نہیں ہے کہ میں جانتا ہوں کہ ایک ماں اپنی ایک اولاد کی خاطر دوسری سے نفرت نہیں کر سکتی تو ایشا تو کوثر لودھی کی ایسی بیٹی ہے جس پر وہ فخر کرتی ہیں۔ میرا ہر برا رویہ اور روپ جان لینے کے باوجود بھی مجھ سے محبت کرتی ہیں۔" اس کے آنسو گالوں پر بہہ رہے تھے، وہ سب کچھ جانتا، محسوس کرتا مضبوط بنا رہا تھا مگر ماں کی شدید محبت نے اسے کمزور کر دیا تھا۔

"تم ہی نہیں حارث! عائزہ بھی مجھ سے تائی اماں کی محبت میں نفرت کرتی رہی۔ مجھ سے کسی نے نفرت میں نفرت کی، کسی نے کسی کی محبت میں نفرت کی۔ محبتوں میں بھی میرا ہی نقصان ہوا اور نفرتوں میں بھی میں ہی لُٹی۔ لیکن سچائی سے اس وقت اپنے محسوسات کہوں ناں تو تمہاری نفرت وقت پر تھی اس لیے برداشت ہو گئی جیسے تیسے جھیل ہی گئی مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تمہاری محبت محسوس کرنا تو دور جھیل بھی نہیں پاؤں گی۔ تم نے نفرت کی مجھے کوئی افسوس نہیں۔ مگر تمہاری محبت تاسف میں مبتلا کر گئی ہے۔ کاش! کہ جب وقت تھا تب تم اپنی محبت عیاں کرتے۔ نفرت کی بارش میں بھگویا تھا تو محبت کی چھاؤں میں سوکھنے دیتے۔ اب تو نفرت کی دھوپ نے محبت کے تمام رنگوں کو بے رنگ اور بد نما کر دیا ہے۔ نفرت کی دھوپ نے محبت کی نمی کو خشک کر دیا ہے۔ اب محبت کی ضرورت نہیں رہی کہ ضرورت کے وقت تو نفرت کی دھوپ بھی مزہ دیتی ہے اور ضرورت کے اختتام کے بعد محبت کی چھاؤں میں بھی رنگینی اور شگفتگی نہیں رہتی۔ ایک عمر گزر گئی تشنگی سہتے سہتے اور میری تشنگی تو ایک بوند سے مٹنے کو تیار تھی اور اب اس سمندر کا کیا کروں کہ جب تشنگی مٹانے کی چاہ ہی نہیں رہی۔ اب تو تشنگی و قفس کو ہی حاصلِ زیست جان لیا ہے۔"

اس کا لب اور لہجہ سادہ تھا اور وہ اسے دیکھ رہا تھا کہ جس سے محبت تو کی تھی پر اظہار نہ کیا تھا اور کسی اور سے اظہارِ محبت کرتے زیست گزاری تھی۔ محبت کی چاہ میں نفرت کو گلے لگایا تھا خود بھی تشنہ رہا تھا اور اسے بھی رکھا تھا کہ بری سوچ، برا عمل، جتنا بری سوچ، برا عمل رکھنے و کرنے والے کو تکلیف دیتا ہے اتنا درد اور تکلیف اسے نہیں دیتا کہ جسے سزا دی جا رہی ہوتی ہے۔ اور مطمئن اور خوش تو وہی رہتے ہیں جو جو جتنا ہو اور جیسا ہو پر راضی ہوں، زیادہ کی چاہ میں کم کو بھی کھونا پڑتا ہے۔ جو نہ ہو اسے حاصل کرنے کی چاہ، جو ہو اسے بھی چھین لیتی ہے اسلیے اللہ کی رضا میں کم پر خوش اور راضی ہونے میں ہی خوشی اور اطمینان چھپے ہیں ورنہ صرف خسارے ہی رہ جاتے ہیں کہ ہونا وہی ہے جو اللہ کی رضا ہے اور جو اللہ چاہتا ہے۔

"ایشل۔۔۔!" اس نے بڑی بے بسی سے پکارا تھا۔

"کچھ نہ کہو حارث! اب کچھ کہنے، سننے کا وقت چلا گیا ہے۔" اس کا انداز بے لچک تھا اور اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اسکو تکلیف میں دیکھ کر اسے ملال ہونے لگا تھا مگر وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی کہ حارث نے خود ہی اپنے لیے ہی نہیں

http://paksociety.com

اس کے لیے بھی تشنگی کو چن لیا تھا اور حارث نے اس کی بے بسی کو دیکھتے ہوئے موضوع کو بدلنے کو ایک نئی بات کی تھی جو اس کے لیے کافی غیر متوقع تھی مگر وہ خود کو کمپوزڈ کر کے بولا تھا۔

"لیکن تم تو منع کر چکی تھیں کسی قیمت پر ہاں کرنے کو تیار نہ تھیں تو اب؟"

"وقت بدل گیا ہے، حالت بدل گئے ہیں۔ سوچ اور نظریات تو بدلنا ہی پڑیں گے کہ ایسا نہ کیا تو وقت نہیں بدلے گا اور حالات ہمارے مخالف ہی رہیں گے اس لیے میں نے سوچا ہے کہ جھک کر ٹوٹنے سے بچا جائے۔" وہ دھیمے دھیمے بولتی اسے ہر گز بھی حیران نہیں کر پائی تھی کہ آج ہی نہیں وہ تو ہمیشہ سے جھکتی آئی تھی اور لوگ مانتے نہ مانتے اس کی اچھائی اور اعلیٰ ظرفی کا اعتراف تو کر ہی لیتے تھے۔

"اور حارث ویسے بھی امل والا واقعہ تو ایسا ہے کہ اب کوئی گنجائش تو بچی ہی نہیں کہ نکاح تو ہو چکا ہے۔ عبید اچھا لڑکا ہے اس کی تربیت اچھے ہاتھوں میں ہوئی ہے اس لیے اطمینان ہے۔ ہاں اللہ نہ کرے اگر وہ اچھا نہ ہوتا اور میرا اطمینان بھی رخصت ہو جاتا تب بھی میں رشتہ ختم کرنے کی بات نہ کرتی۔ امل کو یہی سمجھاتی کہ وہ کمپرومائز کرے۔ زندگی بناء کمپرومائز کے کٹھن ہو جاتی ہے اور رشتے ٹوٹ جاتے ہیں جبکہ رشتوں کی آبیاری خونِ جگر دے کر کرنی پڑتی ہے۔" اس کے لہجے میں اذیت سی در آئی تھی۔

"ایشل کیا تم مجھے معاف۔۔۔۔" وہ اس کے دکھ اور اذیت کو محسوس کرتا کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ وہ ٹوک گئی تھی۔

"معافی، غلطی کی، کسی قصور کی طلب کی جاتی ہے جبکہ میں تمہیں قصوروار مانتی ہی نہیں ہوں اس لیے اس قصے کو جانے دو۔" وہ ایک بار پھر اسے بے بسی سے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

"تم عبید کے فادر سے بات کر لینا اور کل آفس سے جلد آجانا کہ کل ہمارا ارادہ عائزہ کے ہاں جانے کا ہے، رامش کا علیزہ کے لیے پرپوزل لے کر، تمہیں تائی اماں نے بتا تو دیا ہو گا؟" وہ اپنا ارادہ بتا کر اس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی۔

"اوہوں، مما نے بتایا تھا مگر عائزہ ایک دفعہ منع کر چکی ہے تو وہاں جانے سے پہلے اس کا ارادہ جان لینا بہتر ہے۔ میں وہاں جا کر اپنی اور تم سب کی بے عزتی نہیں کروانا چاہتا۔" وہ تکیہ درست کرتا سونے کو لیٹ گیا تھا۔

"عائزہ انکار نہیں کرے گی کہ آج جب وہ آئی تھی تو اس سے بات کر لی تھی۔ اب تو ہم سب کچھ فائنلائز کرنے کو ہی جائیں گے۔" وہ بیڈ سے اتر گئی تھی۔

"میں پھر بھی کہوں گا کہ ایک بار پھر سوچ لو کہ کوئی مجبوری نہیں ہے کہ علیزہ ہی کو ہی بہو بنایا جائے اور عبید کو ہی داماد تسلیم کیا جائے کہ امل خود مجھے، مجھ سے زیادہ عزیز ہے اور میں اسے خوش دیکھنا چاہتا ہوں خوشی کا ڈرامہ کرتے نہیں۔" وہ ٹھہر کر اسے دیکھنے لگی تھی کہ اس وقت وہ صرف ایک باپ لگ رہا تھا۔ جسے صرف اپنی اولاد، اس کی خوشی عزیز ہوتی ہے۔

"اور جن حالات میں اور جس طرح عبید نے امل سے نکاح کیا ہے وہ میری نظروں سے گر گیا ہے۔ وہ مجھے اپنی بیٹی کے قابل

http://paksociety.com

نہیں لگتا۔ میں اس رشتے کو ختم کر دینا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں۔" وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی کہ اس نے کتنے آرام سے سب کچھ ختم کر دینے کی بات کی تھی۔

"میں تمہاری سوچ سے ڈس ایگری کرتا ہوں۔ میری بیٹی کمپرومائز کرے گی مگر خود کو جھکا کر ڈی گریڈ کر کے نہیں، میں اپنی بیٹی کے لیے اپنے جیسے شخص کا انتخاب نہیں کروں گا، ایک اور ایشل کسی اور حارث لودھی کی انا کی بھینٹ نہیں چڑھے گی۔" وہ اذیت میں گھرتا اٹھ بیٹھا تھا۔ وہ اس وقت بڑی تکلیف میں لگ رہا تھا، بیٹی کو پا کر بھی اس نے اپنی انا کا پرچم سرنگوں نہ کیا تھا۔ مگر عبید کی حرکت نے اسے یکدم آسمان سے زمین پر پٹخ دیا تھا۔ اپنی بیٹی پر بات آئی تھی تو سارے کس بل نکل گئے تھے اور بیٹی کو تکلیف میں دیکھ کر ہی تو ایشل کی وہ ساری تکلیفیں اتنی شدت سے محسوس ہوئی تھیں کہ انا کے پرچم کو گرا کر ماضی کے پردے چاک کر کے معافی تک طلب کر لی تھی۔ امل کے ساتھ وہ سب کچھ نہ ہوا ہوتا شاید وہ انا کی بقا کی خاطر محبت کو ہار جانے دیتا، کبھی اظہار لبوں پر دیر ہو جانے کے بعد بھی نہ آتا۔ بیٹی کی تکلیف محسوس کرتے وہ بیوی کے سامنے وقت کے بعد ہی سہی مگر جھک ضرور گیا تھا کہ جب تک خود کو چوٹ نہ لگے دوسرے کی چوٹ کا احساس نہیں ہوا کرتا۔

"یہ تو میں بھی چاہتی ہوں اور اسی لیے تو اس رشتے کی حمایت کرتے ہوئے خود کو مجبور پا رہی ہوں ورنہ بحیثیت عورت جس نہج پر جا کر میں اس رشتے کے بارے میں سوچ سکتی ہوں تم مرد تو کیا باپ ہو کر بھی نہیں سوچ سکتے، سمجھ نہیں سکتے۔ اپنی بیٹی کی بے بسی کا ادراک ہے مجھے کہ اس نے کتنا بے بس ہو کر وہ سب کچھ کیا، لیکن! میں اسے مزید مجبور نہیں دیکھ پاؤں گی۔ رشتہ ہم نے ختم کیا تو کس کس کو کیا کیا جواب دیں گے۔ امل ابھی دکھی ہے اس دکھ کو سہہ گئی ہے سہہ لے گی مگر طعنے، اٹھی انگلیاں، سہہ نہیں پائے گی اس لیے امل کی بھلائی رشتہ جڑے رہنے میں ہی ہے کہ عبید چاہے اپنا اعتبار کھوتا ہماری نگاہوں سے گر گیا ہو امل کی نگاہوں سے گر گیا ہو مگر امل کی عزت کا محافظ اب وہی ہے۔ اس کے ساتھ میں ہی امل کا تحفظ ہے، امل کے سر پر عزت کی چادر تنی ہے کہ وہ شخص جو کر سکتا تھا کر چکا ہے اور آگے بھی اگر کچھ غلط کرنا چاہے تو وہ بااختیار ہی رہے گا لیکن! وہ امل پر انگلی نہیں اٹھا سکے گا، امل کو اذیت اور تکلیف تو دے سکتا ہے اسے بے عزت نہیں کر سکتا اور یہی بات امل لودھی کو اذیت سہنے کے لیے میدان مہیا کرتی رہے گی۔"

اس نے حارث لودھی کو لاجواب سا کر دیا تھا کہ بیٹی کا دفاع کرتے اس کے تحفظ کی اساس بیان کرتے کرتے وہ اسے اس کے سوالوں کا جواب بھی دے گئی تھی کہ وہ تمام عمر اسی الجھن میں رہا تھا کہ کیوں اور کیسے ایشل نے اتنی اذیت سہہ لی؟ آج جواب مل گیا تھا کہ عزت اور چار دیواری کے لیے وہ سب کچھ سہہ گئی تھی اور اسے وہ درمیانی شب یاد آنے لگی تھی جب اس نے ایشل سے کہا تھا وہ اسے بیوی نہیں سمجھتا! تب وہ کیسے بھڑک اٹھی تھی، مرنے مارنے پر تل گئی تھی اس کا خطرناک مرنے مارنے والا روپ تو اس نے پہلی بار دیکھا تھا اور اس نے وہ بات جس سینس میں نہیں کہی تھی وہ اسی سینس میں لے گئی تھی جبکہ اس نے تو بات برائے بات کی تھی اِرادہ تکلیف دینے کا تھا مگر کہہ کر پچھتایا تھا۔ اور کم از کم ایسی کوئی بات دوبارہ کہنے سے توبہ کر لی تھی۔

http://paksociety.com

"اوہوں! تم ٹھیک کہتی ہو کہ آج میں ایک اعتراف کروں گا کہ تمہارے ساتھ میں انا اور مردانگی کے زعم میں غلط کیا تھا اور اپنی غلطی کا احساس تو رہا مگر ایک سویا ہوا احساس، ایک ایسا احساس جو کسی کام کا نہ ہو مگر جب میری بیٹی تکلیف سے گزری تو میرا سویا ہوا احساس جاگ اٹھا اس لیے میری تم سے گزارش ہے کہ تم مجھے میری بیٹی کے لیے ہی دل سے، ذہن سے مکمل سچائی کے ساتھ معاف کر دو کہ تمھیں تکلیف میں دیکھ نہیں پاتا تھا تو نگاہ چرا لیتا تھا لیکن اب نگاہ تک نہیں چرا سکتا کہ امل کی تکلیف کا تصور ہی میری نگاہوں میں مرچیں بھر دیتا ہے اور مجھے آنکھیں چرانے کے بجائے آنکھیں ملنی پڑتی ہیں اور جب انگلیوں کی پوروں پر میری ٹوٹی پلکیں رہ جاتی ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ میں کتنی تکلیف سے گزر چکا ہوں، کیا کچھ کھو دیا ہے میں نے۔ اس لیے تم مجھے میری بیٹی کے لیے معاف کر دو کہ میں امل کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔" وہ اس کے کاندھے پر بولتے بولتے سر ٹکا گیا تھا اور اس کا شانہ حارث کے آنسوؤں سے بھیگنے لگا تھا۔

"حارث تم نے مجھے بہت تکلیفیں اور اذیتیں دی ہیں لیکن میں تم سے بہت چاہ کر بھی نفرت نہیں کر پائی۔ کبھی تمہیں بد دعا نہ دی، کبھی میرے دل سے تمہارے لیے آہ نہ نکلی کہ تم مجھے ظالم اور اپنا آپ کبھی مظلوم نہیں لگا۔ اس لیے معاف کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جب میں نے کبھی زاہد خان کو اپنا کم از کم ایسا مجرم نہیں سمجھا جس کو معاف کرنے نہ کرنے کی نوبت آئے اس لیے تم ہر وہم ذہن اور دل سے نکال کر پر سکون ہو جاؤ اور یہ بھی شک اور وہم ذہن میں نہ لاؤ کہ امل کے ساتھ کچھ بھی غلط ہوا اور آگے اللہ نہ کرے کہ ہو گا تو اس میں ان حالات کا ہاتھ ہو گا جو تم نے میرے لیے پیدا کر دئے تھے کہ جو کرتا ہے اللہ اپنی مرضی سے کرتا ہے کبھی سکھ تو، کبھی دکھ، میں نے زندگی میں صرف دکھ نہیں اٹھائے خوشیاں بھی پائیں اور ہماری امل بھی دکھوں سے نکل کو خوشیوں کے ہنڈولے میں جھولے گی۔ مجھے اپنے اللہ پر یقین ہے۔" وہ یکدم سکون اترتا محسوس کرنے لگا تھا اور ضمیر پر پڑا بوجھ ذہن اور دل سے سرکتا چلا گیا تھا اور ایشل اس کے ساتھ ساتھ مسکرا دی تھی۔ بہت کچھ نہ پا کر اور بہت کچھ کھو کر بھی اس نے صبر اور برداشت اور اللہ پر بھروسے کی راہ پر چلتے چلتے آج سب کچھ پا لیا تھا۔ اس کا دل سجدہ ریز ہونے لگا تھا۔

☆☆☆☆☆

"علیزہ! تمہارے بابا اسٹڈی میں ہیں انہیں چائے وہیں دے آؤ اور جلدی سے فریش ہو جاؤ باقی سب کام میں خود ہی دیکھ لوں گی۔" وہ بیٹی کو دیکھتے ہوئے بولی تھی جس کا گلابی رنگ کھل اٹھا تھا۔ لبوں پر دھیمی سی مسکان اور آنکھوں میں روشنیاں سی لیے وہ بے حد مسرور تھی اور اس نے بیٹی کی دل ہی دل میں نظر اتارتے ہوئے نگاہ اس کے چہرے سے ہٹالی تھی کہ مبادا اس کی ہی نظر نہ لگ جائے کہ اسے بیٹی کا فی ماہ بعد یوں مسرور اور کھلی کھلی لگ رہی تھی۔

"جی ماما!" وہ دھیمے سے کہتی مگ میں چائے نکالتی ٹرے میں رکھ کر اسٹڈی کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"ماما! بابا آپ کو بلا رہے ہیں۔" سلاد کاٹتی عائزہ چونک اٹھی تھی اور جس وقت وہ اسٹڈی میں آئی اسٹڈی میں دھواں بھرا ہوا

http://paksociety.com

تھا۔ خزائن اس کے سامنے اسکی ناپسندیدگی کے سبب اسموکنگ نہیں کرتا تھا اور رانا صاحب کی وفات کے بعد باپ کی طرح زیادہ تر وقت اسٹڈی میں گزارتا تھا کہ اس نے ایک سال قبل ہی ریٹائرمنٹ لے لی تھی۔

"آپ سدھر نہیں سکتے۔" اس نے قدرے خفگی سے کہتے ہوئے کھڑکیاں کھولی تھیں۔

"اوہوں! سوری، میرا دل نہیں کیا اٹھنے کا ورنہ پہلے ہی کھڑکیاں کھول دیتا تو آپ کو فت سے بچ جاتیں۔" وہ قدرے شرمندگی سے بولا تھا۔

"جانے دیجئے، اب تو بس عادت سی پڑ گئی ہے، خیر آپ کہیئے، جو کہنا ہے کہ علیزہ صبح سے کچن میں میرے ساتھ لگی ہے میں چاہتی ہوں کچھ دیر آرام کرلے۔ آپ فی الحال میرا قیمتی وقت ضائع کر رہے ہیں۔" وہ جلدی جلدی بولی تھی اور خزائن رانا نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے سامنے والی کرسی پر بٹھالیا تھا اور وہ سوالیہ نظروں سے اس دیکھنے لگی تھی۔

" ضروری بات ہے جبھی آپ کو زحمت دی ہے۔" اس نے مسکرا کر بات کہی تھی۔ وہ حیران رہ گئی تھی کہ اسے امید نہیں تھی کہ وہ یہ بات کرے گا۔

"آپ کا مشورہ اچھا ہے مگر ابھی وقت مناسب نہیں ہے آج علیزہ کی بات پکی ہو جانے دیجئے پھر میں بڑی مامی سے کہہ آج ہی دوں گی اور ان کے جواب کے مطابق فیصلہ کرلیں گے کہ آج ڈائریکٹ ہاشم بھائی سے بات کرنا مناسب نہیں لگے گا، ہاں، فائزہ کے کان میں، میں بات ڈال دوں گی۔" خزائن رانا اپنے بیٹے ماہن کے لیے شانزہ کا پرپوزل ڈالنے کی بات کر رہا تھا۔

"لیکن، یہ اتنی اچانک سے آپ کو سوجھی کیا۔" وہ اسے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

"کچھ دیر پہلے ہمارے صاحبزادے کا فون آیا تھا، انھوں نے اپنی پسند کا اظہار کیا ہے۔" ماہن لندن یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم تھا۔

"مجھے مناسب ہی لگا اس لیے تمھیں کہہ دیا اب تم جو مناسب سمجھو۔" فیصلے کا کلی اختیار اسے سونپ دیا تھا۔

"شانزہ مجھے پسند ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں، میں بات کرلوں گی۔" وہ جانے کے لیے کھڑی ہو گئی تھی کہ اس نے عائزہ کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"عائزہ! آج میں آپ کو شکریہ کہنا چاہتا ہوں۔" وہ حد درجے متحیّر سی اسے تک رہی تھی۔

" میری زندگی میں تمام خوشیاں، سکھ اور بہاریں صرف آپ کے دم سے آباد ہیں۔ جب بابا نے آپ کو میرے لیے چنا تھا راضی تو میں ہو گیا تھا مگر خوش نہ تھا، لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ آپ ہی میرے لیے پرفیکٹ ہو۔ بابا کی پسند اچھی تھی جس نے میری زندگی سنوار دی۔ مجھے نیک اولاد دی، اولاد کی اچھی تربیت کی، آپ میرے لیے خوشیوں اور راحتوں کا باعث ہو۔ آئی لو یو!"

http://paksociety.com

اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔

"میں نے بھی صرف آپ سے محبت کی ہے خزائن! آپ میرا سائبان ہی نہیں میری چاہتوں کا آشیاں بھی ہیں۔" وہ رو رہی تھی۔ اور اس نے اسے خود سے لگا لیا تھا۔

"آج ایک اور اعتراف کرنے دو کہ میرے خیالات اور محبت جس کے دم سے آباد تھیں وہ آپ نہ تھیں مگر آپ کی محبت، آپ کی اچھائی نے میرے خیالات، میری سوچیں اور میری محبت صرف آپ سے وابستہ کر دیں اور میری پہلی محبت کا احساس میرے دل کے ایسے کونے میں جا چھپا جہاں سے نئی محبت متاثر نہیں ہوتی، محبت کے لیے دل وسیع ہو جاتا ہے اور میرا دل وسیع صرف آپ کی محبت نے کیا، آج میرے دل میں صرف آپ ہو اپنی تمام تر اچھائیوں اور چاہتوں کے ساتھ۔" اسے لگا تھا کہ وہ برہنہ پا سفر طے کرتی چھاؤں کی منزل تک پہنچ گئی ہو، اس کی ہر تشنگی مٹ گئی تھی، ہر وہم مٹ گیا تھا، راحت اور محبت دل کی کلی کھلا گئی تھی۔ عائزہ نے آسودگی سے خزائن رانا کے کاندھے پر سر رکھ دیا تھا زندگی آگے سہل تھی۔

☆☆☆☆☆

وہ چلتی ہوئی لان تک آئی تھی اور عائزہ اور حارث کو آمنے سامنے پا کر ٹھٹھک کر رک گئی تھی اور دوسرے ہی پل جانے کو مڑی تھی کہ عائزہ کی بات نے اس کے قدم جکڑ لیے تھے۔

"حارث میرے ضمیر پر کئی برسوں سے بوجھ پڑا ہوا تھا۔ میں خود کو آپ کا مجرم پاتی تھی لیکن کبھی کہہ نہ سکی مگر اب سوچتی ہوں کہ کاش کہہ دیا ہوتا تو آپ اور ایشل تکلیف میں نہ ہوتے، میں خود تکلیف میں نہ ہوتی کہ میں خود کو آپ کا مجرم پاتی ہوں کہ میں نے آپ سے کبھی محبت نہیں کی تھی۔ آپ نے جب میری طرف پیش رفت کی تو میں نے حوصلہ افزائی صرف بڑی مامی کو تکلیف سے دوچار کرنے کے لیے کی۔" وہ دونوں ساکت سے اسے سن رہے تھے۔

"بڑی مامی مجھ سے نفرت کرتی تھیں اور آپ مجھ سے محبت کرنے لگے تھے اس لیے میں نے سوچا کہ ساری نفرتوں کا بدلہ ایسے ہی لے لوں گی مگر یہ ممکن نہ ہو سکا کہ آپ کو مجھ سے شدید محبت تھی ہی نہیں۔ آپ بڑی مامی کو راضی نہ کر سکے، تب میں نے سوچا تھا کے مجھے دھتکار تو دیا بڑی مامی نے مگر آپ کو اور ایشل کو تکلیف میں دیکھیں گی تو انھیں احساس ہو گا کہ وہ مجھے کتنی تکلیف دیتی رہیں۔ مگر میری نیت اچھی نہ تھی، میں آپ کے ساتھ فیئر نہ تھی، آپ کو دھوکا دیا تھا اس لیے میں خود خوش نہیں رہی، میں نے صرف خزائن سے محبت کی ہے، جب ان کی تصویر دیکھی تھی اس لمحے سے آج تک صرف انہی سے محبت کی ہے۔ لیکن آپ سب لوگوں کو تکلیف دینے کی چاہ میں، میں خود تکلیف میں رہی اور آج ایک سچائی سے اعتراف کروں گی کہ جس لمحے میری نیت صاف ہوئی اس سے اگلے لمحے میں نے اپنی تمام خوشیاں پا لیں۔ آج صبح ہی میں نے سوچا کہ جو دھوکا میں نے آپ کو دیا ہے اس کی معافی میں مانگ لوں گی۔ یہ ارادہ ہی کیا تھا کہ اللہ نے میری آدھی ادھوری خوشیوں کو تکمیل بخش دی اور مجھے حوصلہ عطا کیا جو میں نے آپ

http://paksociety.com

سے اعترف کر لیا، وقت بہت بیت گیا ہے مگر ہو سکے تو مجھے میرے دھوکے کے لیے معاف کر دینا کہ میں نے آپ سے کبھی محبت کی ہی نہیں، میری زندگی کی پہلی اور آخری محبت میرے شوہر خزائن رانا ہیں۔" وہ آج سچائی سے ہر بات کہہ گئی تھی، اور وہ مسکرا دیا تھا۔

"مجھے معاف کر دینا عائزہ اس وقت صرف تم ہی نہیں میں بھی خود غرض بن گیا تھا۔ ہم دونوں اپنے لیے اپنی خود غرضی کے سبب جڑ گئے تھے مگر خود غرضی اور جھوٹ کی بنیاد پر رشتے نہیں پنپتے اس لیے ہم دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے جذبات جنم لے ہی نہ سکے۔ البتہ ہم دونوں یہی ظاہر کرتے رہے کہ ہم ناخوش ہیں، ہم نے محبت کھو دی ہے جبکہ ایسا نہ تھا کہ تمہاری محبت خزائن تھا اور میری محبت ایشل، ہم دونوں خود غرض تھے اس لیے بہت کچھ پا کر بھی تہی دست رہے کہ جھوٹ اور حسد خوشیوں کو کھا جاتا ہے۔ ہماری خوشیوں کے ہم خود دشمن تھے کہ ہم حاسد تھے ایشل سے، اُس سے جڑی خوشیوں سے حسد کرتے تھے۔ تم اپنی بڑی مامی کی چاہت پانا چاہتی تھی اور میں اپنی مما کی چاہت پانا چاہتا تھا۔ ہم یہ بھول گئے تھے کہ کسی بھی انسان کو اس کے نصیب سے بڑھ کر نہیں ملتا، نصیب اور مقدر کے لکھے کو مگر ہم نے تسلیم کرنے میں بہت دیر کر دی اتنی کہ خوشیوں پر دکھوں کے سائے لپٹ گئے، مگر اب سائے ہٹ گئے ہیں، بہت دیر میں سہی مگر آنکھیں اب کھل گئی ہیں۔ میری دعا ہے کہ تم خزائن کے ساتھ خوش رہو اور میں اپنی ایشل کے ساتھ۔" وہ دھیمے سے مسکرایا تھا اور عائزہ بھی آنسو پونچھتی مسکرا دی تھی کہ ان لوگوں نے اپنی سہل زندگی کو ناشکری کے سبب دشوار کر لیا تھا۔ اللہ تو صبر اور شکر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ بے صبرے اور ناشکروں کا ہاتھ تو شیطان تھام لیتا ہے اور وہ انسان کا اپنا تھوڑی ہوتا ہے تب ہی تو ہاتھ پکڑ کر بہت دور اندھیری کھائی تک لے جاتا ہے اور ہاتھ چھوڑ دیتا ہے اور ایسے وقت میں بھی جو اللہ کو پکار لیتا ہے وہ پلٹ آتا ہے اور جو نہیں پکارتا وہ اندھیری کھائی میں گرتا چلا جاتا ہے اور وہ دونوں بھی ان خوش نصیبوں میں سے تھے جو اندھیری کھائی میں سے پلٹ آئے تھے کہ شیطان چاہے جہاں تک لے جائے اللہ چاہے تو انسان صراطِ مستقیم پر، نیکی کے راستے پر پلٹ آتا ہے۔ جیسے وہ دونوں ہی نہیں زاہد مراد خان بھی پلٹ آیا تھا۔

☆☆☆☆☆

کئی سالوں بعد وہ سب ایک جگہ جمع ہوئے تھے۔ ہر طرف گہما گہمی اور قہقہے تھے۔ وہ تینوں دوستیں آف وائٹ سلک کی اسٹائلش ساڑھیاں پہنے اسٹیج پر کھڑی تھیں۔ ایشل درمیان میں تھی اور دائیں جانب مہ رخ اور بائیں جانب عائزہ کھڑی تھی۔ ان تینوں کے ہاتھوں میں گفٹ تھا جو وہ ایک دوسرے کے بچوں کو دینے والی تھیں۔ مہ رخ کے بیٹے عبید خان کے پہلو میں ایشل لودھی کی بیٹی امل لودھی بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ ایشل کے بیٹے رامش کے ساتھ عائزہ کی بیٹی علیزہ بیٹھی تھی اور عائزہ کے بیٹے ماہن رانا کی کسی سرگوشی پر فائزہ کی بیٹی شانزہ حیا سے مسکا دی تھی۔

http://paksociety.com

تھے تو نئے رشتوں کی بنیاد رکھ دی گئی تھی اور اب گروپ فوٹوز بن رہی تھیں۔ ایشل خوشحال اور مسرور سی حارث کے ساتھ کھڑی تھی۔ عائزہ کے لبوں پر خزائن کا ساتھ مسکراہٹیں بکھیر رہا تھا اور مہ رخ کے ایک اشارے پر زاہد خان اسٹیج پر چڑھ آیا تھا۔ مہ رخ خوش تھی اس کی آنکھوں میں اطمینان تھا اور وہ اپنے اعصاب چٹختے محسوس کرتا یکدم خود کو پُر سکون محسوس کرنے لگا تھا البتہ اس نے ایک دفعہ بھی گردن ترچھی کر کے بیوی کے پہلو میں کھڑی دشمنِ جاں کو نہیں دیکھا تھا جس کو اس نے بے پناہ ذلت سے نوازتے ہوئے اذیتوں سے دوچار کر کے خود بھی اذیتیں سمیٹی تھیں مگر وہ اس لمحے سے اس سے محبت کرتا تھا جب وہ مہ رخ کے گھر سے اپنے گھر جا رہی تھی اور راستے میں گاڑی خراب ہوئی تھی تو وہ اس سے آن ٹکرایا تھا اور اس شام اس کی گلابی آنکھوں کے سرخ ڈوروں میں اس کا دل بندھا رہ گیا تھا۔ گلابی آنکھوں کے سرخ ڈورے وقت کے ساتھ پانی میں بہہ گئے تھے مگر اس کی ذات اسی شام کے کسی منظر میں رہ گئی تھی جس کے حصار سے وہ کبھی نکل نہیں سکا تھا۔ مہ رخ کی چاہت بھی اسے سرخ ڈوروں سے آزاد نہ کروا سکی تھی اور اس کی چاہت پانی میں بہتے بہتے سمندر بن گئی تھی اور سمندر میں سے وہ اپنی چاہت کے ڈورے کیسے تلاشتا؟ اس لیے وہ انہی کے حصار میں تھا اب تک! فوٹو سیشن کے بعد وہ اسٹیج سے اترا تھا اور اسی لمحے اس کی نگاہ حارث کی کسی بات پر ہنستی ایشل پر پڑی تھی، ٹھہری تھی اور نم ہوتی جھک گئی تھی مگر زاہد خان کی نگاہ میں کچھ ایسا تھا کہ ایشل نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا اور لمحہ بہ لمحہ اسے خود سے دور جاتا دیکھ رہی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھوں میں بھی نمی اترتی چلی گئی تھی۔ نفرت کے پنچھی کو پھڑپھڑاتے محسوس کرتی وہ قفس میں سانس لینے کی کوشش کرنے لگی تھی مگر اسے لگا تھا کہ کسی بھی پل اس کی سانس تھم جائے گی کہ وہ نفرت کے پنچھی کے ساتھ قفس میں رہنے کی عادی ہو گئی تھی اس لیے اس نے ہر کوشش ترک کرتے ہوئے، محبت کے پنچھی کو آزاد کر کے قفس کو گلے لگا لیا تھا اور آگے بڑھ گئی تھی تاکہ کوئی دیکھ نہ لے کہ یہ قید سی محبت کا پنچھی آزاد کیا کس نے ہے جس کے پر نفرت کی سیاہی نے اپنے حصار میں لئے ہوئے تھے، جس پر محبت کی روشنی نے کبھی سایہ نہیں کیا تھا۔۔۔ زاہد خان کی محبت کا خیال نفرت کے قفس میں مہر بہ لب تھا اور زاہد خان کی محبت جس سے ماورا تھی گویا ایشل حارث کی نفرت زاہد خان کی محبت کو جلا بخشتی تھی۔۔۔ وہ خود پر دور کھڑے زاہد خان کی بے بس نگاہ محسوس کر رہی تھی اس نے نگاہ اٹھا کر زاہد خان کو دیکھا تھا اس کی نگاہ اذن رہائی کا سوال کر رہی تھی لیکن جس نفرت کی اس نے برسوں آبیاری کی تھی۔ عمر کے آخری دور میں اس سے نجات پانے کی آرزو ہی نہیں رہی تھی کیونکہ وہ قفس کی عادی ہو چکی تھی۔

آشیانہ جل گیا، گلستان لٹ گیا، ہم قفس سے نکل کر کدھر جائیں گے
اتنے مانوس صیاد سے ہو گئے، اب رہائی ملی تو مر جائیں گے

ایشل کی نگاہوں میں نمی کو دیکھتا وہ یکدم ہی رہائی کا فیصلہ ترک کر گیا تھا کہ ایشل کی نفرت ہی تو اب زاہد خان کے جینے کا آخری سہارا تھی۔

http://paksociety.com

”تمہاری نفرت ہی تو میری محبت کا حاصل ہے۔“ وہ لمحہ بہ لمحہ خود سے دور جاتی ایشل لودھی کی پشت پر نگاہ جمائے سوچ رہا تھا۔ اس سوچ نے زاہد خان کے لبوں پر اطمینان بھری مسکراہٹ بکھیر دی تھی۔۔۔ کچھ دور جا کر وہ مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے آنسو صاف کر گئی تھی کہ اس نے زاہد خان کو معافی کا اذن نہ دے کر۔۔۔ کچھ نہ کہہ کر بھی سب کچھ کہہ دیا تھا۔۔۔ وہ سوال چھوڑ کر آگے جا چکی تھی۔

روش روش ہے وہی انتظار کا موسم
نہیں ہے کوئی بھی موسم، بہار کا موسم
خوشا نظارۂ رخسارِ یار کی ساعت
خوشا قرارِ دلِ بے قرار کا موسم
نصیب صحبتِ یاراں نہیں تو کیا کیجئے
یہ رقص سایۂ سرو و چنار کا موسم
یہ دل کے داغ تو دکھتے تھے یوں بھی پر کم کم
کچھ اب کے اور ہے ہجرانِ یار کا موسم
یہی جنوں کا، یہی طوق و دار کا موسم
یہی ہے جبر، یہی اختیار کا موسم
قفس ہے بس میں تمہارے، تمہارے بس میں نہیں
چمن میں آتشِ گل کے نکھار کا موسم

☆☆☆☆☆

ختم شُد

اس ناول پر اپنی قیمتی رائے کامنٹ باکس میں ضرور دیں

http://paksociety.com